غزوۂ
اُحد

علامہ محمد احمد باشمیل



اردو بازار، کراچی
نفیس اکیڈمی

اسلام کے فیصلہ کن معرکے

غزوۂ احد

تالیف

علامہ محمد احمد باشمیل

ترجمہ

مولانا اختر فتح پوری

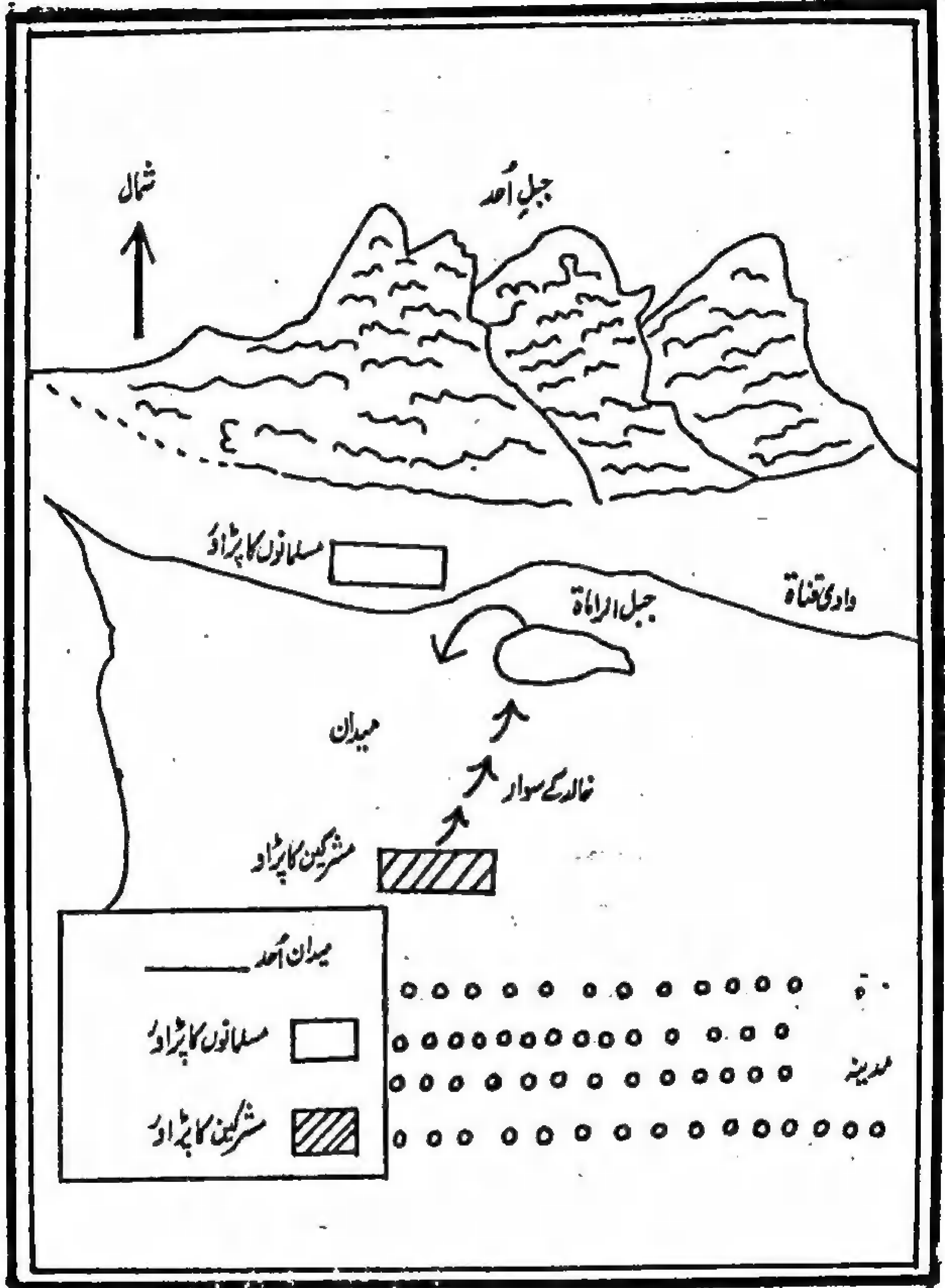
ناشر

نفیس اکیڈمی
اردو بازار، کراچی

نام کتاب: ــــــ غزوۂ احد
تالیف: ــــــ علامہ محمد احمد باشمیل
ترجمہ: ــــــ مولانا اختر فتح پوری
ناشر: ــــــ نفیس اکیڈمی۔ اردو بازار کراچی
طبع اوّل: ــــــ اپریل ۱۹۸۹ء
ایڈیشن: ــــــ آفسٹ
ضخامت: ــــــ
ٹیلیفون: ــــــ ۲۱۳۳۰۳

مطبوعہ: احمد برادرز پرنٹرز - کراچی

میدان اُحد کا نقشہ



فہرست عنوانات

صرف سوانح حضرت موسیٰ ہور رسولاں ناہیں
ورنہ طول زیادہ ہوندا کیتے ترک نہ ناہیں

انشاء اللہ باقی بھی تحریر کراں گلزاراں
جے ہمت میں بخشی اللہ تم کراں اخباراں

دوست پڑھن پڑھاون اوہنوں ساری مومن بھائی
کرن دعائیں حق اساڈے بخشے ذات الٰہی

پڑھنے سُننے والیاں تائیں بخشے حق تعالیٰ
پڑدے پاوے عیباں اوپر ہووے کم سوکھالا

عرض کراں میں بھائیاں اگے سہو خطا جے پاون
نام خدا اس غلطی والی خود اصلاح کراون

اس قِصّے وچہ شخص کسے پر حملہ کیتا ناہیں
بھی مسئلہ متنازعہ کوئی عمداً لکھیا ناہیں

اصلی غرض ہدایت عبرت ہور نہ دوجی کائی
رہے نشانی دنیا اندر نیکی تے بھلیائی

عمل نہ کوئی جیسدی برکت مینوں رب بخشاوے
محض بھروسہ اللہ دا اوپر جے اوہ رحم کماوے

بھی اُمید محمدؐ عربی کرسے شفاعت پوری
برکت نام رسول خدا دی دیوے بخش ضروری

ہاں البتہ جے کر ایہ منظور کتاب کراوے
رب غریب نواز بلا شک حبیب تمام گواوے

فضل کرم دے راہوں بخشے عمل نہ چنگا کوئی
مثل بزرگاں عمل کرندی فرصت اسان نہ ہوئی

بس حبیبا ہن اصلی قِصّہ گل سناویں بھائیاں
جس دے وچہ سوانح موسیٰ ہوون نال صفایاں

الناظم الاحقر ابو الاحسن محمد حبیب اللہ عفی عنہ

حنفی قادری شیخ بٹوہی مؤلف حبیب التفاسیر

وغیرہ و جنرل سیکرٹری انجمن اصلاح کمبوہاں امرتسر

اللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِکَاتِبِہَا وَلِمَنْ سَعٰی فِیْہِ

دیباچہ

سالارِ رسول کے نور سے اقتباس

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ
جَاهَدُوْا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ

(القرآن الکریم)

بقلم میجر جنرل
محمود شیت خطاب[1]

---

[1] برادرم میجر جنرل محمود شیت خطاب، عراقی فوج کے بڑے آفیسرز میں سے ہیں، آپ ۱۹۱۴ء میں موصل میں پیدا ہوئے اور ۱۹۳۶ء میں فوجی کالج میں داخلہ لیا اور فوج کی ۴۲ پلاٹون سے اشتراک کیا اور عراق میں ارکان کے رینک (RANK) کو اور انگلستان میں پرانے آفیسرز (بڑے آفیسرز) کے رینک (RANK) کو پاس کیا اور آپ عالمی افواج کے ایک سو مختلف آفیسرز پر پہلے افسر تھے۔ اور آپ ہمیشہ ہی سے زبردست اسلامی

بسم اللہ الرحمان الرحیم

(۱)

سالارِ رسول صلوات اللہ وتسلیمہ علیہ مسلمانوں کے لیے اسوہ حسنہ ہیں اور آپ کے آثار و ہدایت کی پیروی کرنا، ان کو پسماندگی اور گمراہی سے بچانے کا ذریعہ ہے اور صلح اور جنگ میں آپ کی کارروائیوں کا گہری اور باریک نگاہ سے مطالعہ کرنا ہے اور انہیں آپؐ کے اصحاب اور ان کے بعد آنے والے سلف صالح کی طرح، تعلیمِ اسلام کو عقیدۃً، عملاً، فدایانہ

(بقیہ حاشیہ) میلان رکھتے ہیں اور ایک مضبوط شخص ہیں اور عقیدہ پر ثبات کی ایک زندہ مثال تصور کیے جاتے ہیں عراق کے حکمران قاسم نے سنہ ۱۹۵۹ء میں آپکو ایک سال تک قید میں رکھا، آپکو (قاسم کے زمانے میں) کیمونسٹوں کی طرف سے ایسی سزائیں دی گئیں جنہیں صرف وہی شخص برداشت کرسکتا ہے جو مضبوط عقیدہ اور قوی الایمان ہو.... اور کیمونسٹوں کی جانب سے آپ کو جو سخت سزا ملی اس کے نتیجے میں آپ کے جسم میں ۲۴ مقامات پر شکستگی کا پایا جانا بھی ہے اور آپ کو سزا دینے کا سبب یہ تھا کہ آپ خالص مسلمان ہیں اور کیمونزم اور ہر مخالفِ اسلام اصول کا انکار کرتے ہیں، آپ کیمونسٹوں اور ڈکٹیٹر شپ کے سامنے مضبوط چٹان کی طرح ڈٹے رہے اور آپ نے عراق کے حکمران قاسم کی حکومت کے تمام دور میں اس سے تعاون نہیں کیا حتی کہ ۱۴ رمضان سنہ ۱۳۸۲ھ کے انقلاب میں آپ ایک عامل تھے.... پھر آپ کو وزیر بلدیات اور امور دیہات کا عہدہ دیا گیا اور آپ اس کمیٹی کے ممبر بھی ہیں جسے موجودہ دور میں عراق کے دستور کے وضع کرنے کا کام سونپا گیا ہے نیز آپ عراق کی علمی اکیڈیمی کے بھی ممبر ہیں اور درجہ اوّل کی جانشینی کے تمغہ کے حامل ہیں جو عراق کا سب سے بڑا تمغہ ہے۔ آپکی تاریخی اور پیشہ ورانہ فوجی تالیفات بھی ہیں جن میں الرسول القائد اور القضایا الاداریۃ فی المیدان والتدریب الفردی لیلاً بھی شامل ہیں اور اب آپکی کتاب قادۃ الفتح الاسلامی زیر طبع ہے جو سات جلدوں پر مشتمل ہوگی، جسکی پہلی جلد شائع ہوچکی ہے جو عراق اور جزیرہ کے فاتح سالاروں کے بارے میں ہے..... اور آپ کی کتاب "الرسول القائد" رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عسکری تاریخ کے مسلمان لکھاریوں میں سب سے بہترین کتاب ہے اس لیے کہ آپ سے قبل کسی شخص نے اس

اور جہاد کے طور پر زندہ مجسم سمجھنا ضروری ہے۔

ہم آپ کی کارروائیوں کا مطالعہ کرتے ہیں اور انہیں معاً اپنے قلب و عقل سے سمجھتے ہیں، اپنی عقل سے اس طرح کہ ہم ان خالص حقائق کو معلوم کریں جو مبالغہ اور جھوٹ کے بغیر فعلاً رونما ہوئے اور اپنے دل سے اس طرح کہ ہم اس نور اور ہدایت کو تلاش کریں جس نے اوّلین مسلمانوں کے لیئے ترقی اور کامیابی کو آسان کر دیا۔

بلاشبہ اسلام، روحی لحاظ سے ایک بلند شان عقیدہ ہے جو روح و مادہ دونوں پر یکساں مرتکز ہوتا ہے پس وہ حکومت اور دین ہے شمشیر اور کتاب ہے، فوجی بیرک اور مسجد ہے، یونیورسٹی اور جامع ہے، زمین اور آسمان ہے، جسم اور روح ہے، توکل اور عمل ہے .... مادی عمل پر یقین کرنا، دنیا کے لیئے ہے اور روحی عمل پر یقین کرنا، آخرت کے لیئے ہے..... اور گفتار اور غیب پر ایمان ہے۔

بلاشبہ اسلام، نہ سکون پذیر ہونے والا مقابلہ، اور نہ ختم ہونے والا جہاد ہے اور حق و انصاف اور مساوات کی راہیں شہادت طلب کرنا ہے اور اس کا آغاز فرد کے ضمیر میں ہوتا ہے اور اس کی انتہا جماعت کے دائرہ میں ہوتی ہے اور یہی اس کے خلود کا راز ہے، وہ روح و مادہ ہے، مسجد کی روح، جو عبادت کی جگہ ہے اس کی نگہبانی کرتی ہے اور جہاد کے لیئے، فوجی بیرک ہے اور علم کے لیئے مدرسہ ہے۔

(بقیہ حاشیہ)

طریق کی طرف سبقت نہیں کی جسے آپ نے ان معرکوں کے بیان میں اختیار کیا ہے جن کی قیادت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کی ہے اور آپ نے (اشتیاق انگیز فوجی فلسفہ) کے ذریعہ قاری پر ثابت کر دیا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم —— نبی اور مرسل ہونے کے ساتھ ساتھ —— بشریت کی معلومات کے مطابق سب سے بڑے فوجی سالار تھے، اللہ تعالیٰ ہمارے فوجی نوجوانوں میں اس مومن افسر کے امثال بکثرت پیدا کرے۔

مؤلف

(۲)

اسلام سے قبل، عرب، گروہی جنگوں اور ہتھیاروں اور شہسواری کے ماہر تھے اور انہیں ایک جگہ سے دوسری جگہ تک آسانی، سہولت اور سرعت کے ساتھ جانے اور کم از کم انتظامی مشقت برداشت کرنے کی ممتاز قابلیت حاصل تھی لیکن وہ متفرق تھے اور آپس میں ان کی جنگ شدید تھی اس لیے ان کی جنگی مہارت اور فطری شجاعت لوٹ کھسوٹ اور مختلف قبائل کی مقامی جنگوں میں عبث طور پر ضائع ہو جاتی تھی، حتیٰ کہ ایک ہی قبیلہ کی جنگ میں ضائع ہو جاتی تھی ۔

اور کبھی کبھی ہم اپنے بھائی بکر پر غارت گری کرتے ہیں اور یہ اس وقت ہوتی ہے جب ہم اپنے بھائی کے سوا، کسی کو نہیں پاتے۔ پس جب اسلام آیا تو اس نے ان کے عقیدہ کو ایک کیا اور ان کی صفوں کو منظم کیا اور ان میں ضبط و اطاعت کی روح پیدا کی اور ان کے نفوس و ارواح کو پاک کیا اور ان میں فکری وحدت کو فروغ دیا پس ان کی پراگندہ قوت اور ان کی بیکار کوششیں ایک باریک نظام اور مضبوط پلان کے مطابق۔ واحد قیادت کے ساتھ ایک مقصد کے لیے کام کرنے لگیں اور زمین کے مشارق و مغارب کے مومنین بھائی بن گئے جو نور الہٰی سے باہم محبت کرتے اور اس کی ہدایت سے رہنمائی حاصل کرتے تھے اور وہ ایک اُمّت تھے جن کا تحفہ، سلامتی تھا اور جن کی عنایت، سلامتی اور جن کا دین، سلامتی تھا۔

اور بعثت کے بعد ہجرت تک، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی مکہ میں، جہاد کی وجہ سے یکتا تھی اور مدینہ کی طرف ہجرت کے بعد آپ کی زندگی رفیق اعلیٰ سے التحاق تک، توحید کی وجہ سے جہاد تھی۔

اور سالار رسولؐ نے اپنی زندگی میں تمام جزیرہ نمائے عرب کو، لوائے اسلام کے نیچے ایک کر دینے کی استطاعت پائی اور آپ کے بعد آپ کے اصحاب نے چند سالوں

میں مشرق و مغرب میں اپنے اقتدار کو پھیلا دینے کی طاقت پائی۔

(۳)

اور مسلمان عربوں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں عربوں پر اس طرح فتح پائی جیسے آپ کے بعد مسلمان عربوں نے عربوں میں سے غسانیہ اور مناذرہ پر اور ایرانیوں اور رومیوں پر فتح پائی اور ان کی فتح اس لیئے نہ تھی کہ وہ عرب تھے اور بس، بلکہ اس لیئے کہ وہ مسلمان عرب تھے پس بلا نزاع یہ عقیدہ کی فتح تھی اس عقیدہ کی جس نے ان کے دلوں میں ضبط و نظام کی محبت کو کاشت کیا اور راہ حق میں ان کو شہید ہونا مرغوب بنادیا اور وہ اس شہادت کو ہر فتح سے بالا سمجھتے تھے، اس طرح ان میں نفس و شعور سے قوت حاصل کرنا پیدا کیا کیونکہ ان پر دنیا تک پیغام پہنچانا واجب تھا

اس عقیدہ نے، ان کی روانگی کے آغاز سے اس کی انتہا تک ان کے دلوں کو بھر دیا اور حجاز میں بدر سے لے کر فرانس میں بلاط الشہداء تک ان کے ساتھ رہا اور مشرق و مغرب کو جاتے ہوتے اور شکست دیتے اور شکست کھاتے ہوئے ان کے لازم حال رہا اور اس نے ان کو ایسا بنا دیا کہ وہ حق و عدل کے ساتھ زمین کے فتح کرنے اور اس کے نگہبان بننے کے وعدہ الٰہی پر یقین رکھتے تھے اور عربوں نے اسلام کو بذل و جہاد اور جاں نثاری و فداکاری کی مشقتوں کے ساتھ برداشت کیا اسی لیئے انہوں نے عالم کی سیادت کی اور دنیا پر غالب آکر اس پر قبضہ کیا اور جب مشقتوں کے بغیر اسلام کو قبول کرنے لگے تو انہوں نے ہر چیز میں خسارہ پایا حتّٰی کہ اپنے ملک میں ہی ذلیل و محکوم ہو گئے، پس ہمارے لیئے اسلام اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس زندگی کو سمجھنا کس قدر مناسب ہے جو اسلام کا عملی نمونہ ہے جس طرح کہ اسے صحابہ اور سلف صالح نے سمجھا تاکہ ہم دوبارہ اس مقام کو حاصل کر سکیں جو قبل ازیں صحابہ اور

سلف صالح کو حاصل تھا۔

(۴)

جب تک ہم اس کتاب کے موضوع غزوہ اُحد کے درپے رہیں گے ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جہاد اور کوششوں اور آپ کے اصحاب کے جہاد اوران کی کوششوں سے جو انہوں نے خاص طور پر اس غزوہ میں سرانجام دیں، حکام اور محکوم ہونے کے لحاظ سے اور سالار اور سپاہی ہونے کے لحاظ سے اس سے دروس وعبر حاصل کرتے رہیں گے۔

غزوہ اُحد میں مشرکین کا مقصد مسلمانوں سے اپنا بدلہ لینا تھا اور مسلمانوں کا مقصد اپنے عقیدے کا دفاع کرنا تھا اس کی اشاعت کی آزادی کا تحفظ حاصل ہو اس لیے مشرکین کی جنگ ایک جارحانہ جنگ اور مسلمانوں کی جنگ ایک عادلانہ[1] جنگ تھی۔ اور مسلمان ایک عقیدہ پر ایمان رکھتے تھے جس نے ان میں علمی اور فکری وحدت پیدا کردی تھی اور مشرکین کا کوئی عقیدہ نہ تھا جو ان میں یہ وحدت پیدا کرتا اور اس معرکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کمان، ایک یادگار مثالی کمان کے لیے ایک زندہ نمونہ تھی، آپ نے اپنے دشمن کے متعلق معلومات جمع کیں اور جنگی کانفرنسیں منعقد کیں اور تعلمی سریع تجاویز پیش کیں اور ان کی پابندی کی اور واضح اور دقیق منصوبے بنائے اور صریح فیصلہ کن احکام صادر کیے اور تاریک ترین حالات میں اپنے اعصاب پر قابو رکھا اور مورال بلند کرنے والے ذرائع کو اختیار کیا اور خارق عادت شجاعت کا اظہار کیا

[1] عادلانہ جنگ، وہ جنگ ہوتی ہے جو ظالم قوم کے خلاف دوسری قوم کرتی ہے اور وہ آگے بڑھانا نہیں چاہتی اور اس میں یہ شرط ہوتی ہے کہ وہ انسانی ضوابط کے مطابق ہو اور دائمی امن کی غرض کو پورا کرنے کے لیے ہو، اور زندگی اور بے گناہوں کی املاک اور قیدیوں کے تحفظ کو واجب قرار دیتی ہو اس صورت میں یہ دفاعی جنگ ہوگی اور جارحانہ جنگ اس کے برعکس ہوتی ہے، دیکھئے قوانین جنگ اور غیر جانبداری۔

بلاشبہ معرکہ اُحد میں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کمان، اپنی حیرت انگیز کارروائیوں اور اپنی خوبیوں کے اندازے کے لحاظ سے تمام عسکری مفکرین اور سالاروں پر سبقت لے گئی، غزوہ اُحد میں سالار رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی عبقریت اور حضرت خالد بن ولید کی عبقریت نے ٹکراؤ کیا اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کمان کی عبقریت کو سالار[1] صحابی کی عبقریت پر غلبہ حاصل ہوا۔

حضرت خالد غزوہ اُحد میں، مشرکین کے سواروں کے سالار تھے اور مشرکین کو عددی برتری بھی حاصل تھی۔ اس کے باوجود مسلمانوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کمان کی خوبی سے معرکہ کے پہلے مرحلہ میں مشرکین کو پسپا کرنے کی طاقت پائی تھی کہ مسلمانوں نے مشرکین کی چھاؤنی کو لوٹنا شروع کر دیا جس کی وجہ سے بعض مسلمان تیر اندازوں نے اس خیال سے اپنی جگہوں کو چھوڑنا شروع کر دیا کہ معرکہ مسلمانوں کے مفاد میں منتہی ہو گیا ہے پس ان تیر اندازوں کے ہٹنے سے حضرت خالد نے مسلمانوں کو پیچھے سے ضرب لگانے کا موقع پایا اور مسلمانوں کو ہر جانب سے مشرکین کی افواج نے گھیر لیا جو اس مشکل اور خوفناک موقف میں مسلمانوں کی نسبت سے ان پر زبردست فوقیت رکھتی تھیں اس موقف میں دو عظیم سالاروں کی عبقریت نمایاں ہوئی اور سالار رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کو یقینی ہلاکت سے بچانے میں کامیاب ہو گئے اور حضرت خالد، مسلمانوں کا خاتمہ کرنے میں ناکام ہو گئے اور اگر تیر انداز آخر تک اپنی اپنی جگہوں پر ٹھہرنے میں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صریح اور قطعی احکام کی مخالفت نہ کرتے تو حضرت خالد کے لیے پیچھے سے مسلمانوں پر ضرب لگانے کی توفیق پانا محال ہو جاتا اس لیے کہ اس معرکہ میں اس کا نمایاں اثر تھا

---

[1] حضرت خالد ــــ مسلمان ہونے کے بعد اکابر فاتحین صحابہ میں سے تھے آپ کے حالات ابھی بیان ہوں گے۔ انشاء اللہ

اور خندق اور حدیبیہ میں بھی دونوں عظیم سالاروں کی عبقریت کا ٹکراؤ ہوا اور سالار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبقریت، حضرت خالد کی عبقریت پر غالب آئی اور ان دونوں معرکوں میں حضرت خالد کا کوئی فیصلہ کن اثر نمایاں نہ ہوا جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان دونوں میں دو فیصلہ کن اثر نمایاں ہوئے، یعنی ہر معرکہ میں فیصلہ کن اثر، اور میں عربوں اور مسلمانوں کی تاریخ میں، سالار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا، کسی دوسرے سالار کو نہیں جانتا جو عبقری سالار حضرت خالد بن ولید پر فوقیت اور غلبہ پا سکتا ہو۔

یہ تھے مسلمانوں کی فتح کے عوامل، جو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کمان کے تحت حاصل کی اور یہ ایک عادلانہ جنگ تھی جو اشاعت اسلام کی حریت کے دفاع اور امن کے ارکان کی مضبوطی کے لیے لڑی گئی، جس کے بالمقابل مشرکین کی جانب سے حرمات کی بے حرمتی کرنے اور بدلے اور غنائم حاصل کرنے کے لیے جارحانہ جنگ لڑی گئی اور عادلانہ جنگ کو ہمیشہ جارحانہ جنگ پر جلد یا بدیر فتح، تی ہے اور عمدہ عقیدہ بنیادی طور پر امن کی دعوت دیتا اور نیکی کا حکم کرتا اور برائی سے منع کرتا اور لوگوں کے درمیان مساوات پیدا کرتا ہے اس کے بالمقابل مشرکین کا فاسد عقیدہ عصبیت کی دعوت دیتا اور نسلی تفرقہ پیدا کرتا اور ظلم و زیادتی پر آمادہ کرتا ہے اور حق کو ہمیشہ باطل پر اور نور کو ظلمت پر اور خیر کو شر پر اور خلقِ کریم کو خلق وہم پر فتح حاصل ہوتی ہے اور یگانہ صحیح کمان کا مقابلہ کرنے والا اس کی برابری نہیں کر سکتا۔ اس کا مقابلہ کمزور اور منحرف کمانوں نے کیا، جن کے اصحاب، غلبہ تسلط اور اقتدار کی محبت میں ایک دوسرے کا مقابلہ کرتے تھے۔

ہمارے ذمے یہ بات رہ گئی ہے کہ ہم اُحد سے احکام کی مخالفت اور متاع حیات سے محبت رکھنے کے بارے میں عبرت حاصل کریں اور اُحد میں مسلمانوں کی ذلت کے

یہی دو سبب تھے ـــ سب سے پہلے احکام کی مخالفت کرنا اور اُحد کے روز، جنگ کے پہلے مرحلے میں مشرکین پر فتح پانے کے بعد ان کا تعاقب نہ کرنا۔

بلاشبہ مسلمان تیراندازوں نے ایسی غلطی کی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صریح اور پختہ احکام کی مخالفت کرنے اور غنائم جمع کرنے کے لیے اپنی پوسٹوں سے ہٹ جانے کے باعث بخشی نہیں جا سکتی اور اگر وہ اپنی جگہوں سے نہ ہٹتے تو حضرت خالد بن ولید مسلمانوں کے پچھلے حصے کو ضرب لگانے کی طاقت نہ پاتے اور نہ ہی قریش مسلمانوں کے ستر شہداء کا گھیراؤ کرتے اور انہیں تکلیف دیتے۔

بلاشبہ اُحد میں احکام کی مخالفت کرنا، ایک ایسا سبق ہے جو جنگی احکام کی ہر فوجی مخالفت کے نتائج کے بارے میں فراموش نہیں کیا جا سکتا اور اس کے مشہور نتائج دلوں میں اس سبق کا پودا لگانے کے لیئے کافی ہیں۔

اس طرح مسلمانوں نے، یہ بھی ایک ناقابل بخشش غلطی کی ہے کہ انہوں نے مشرکین کے اپنی جگہوں سے بھاگ جانے اور اپنی چھاؤنی سے دور ہو جانے کے بعد ان کا تعاقب نہیں کیا تاکہ وہ غنائم اور سامان جمع کر لیں۔ اور اگر مسلمان، مناسب فاصلے تک مشرکین تک تعاقب کرتے تو ان کی اکثریت قتل و اسیر ہو کر ختم ہو جاتی اور مشرکین کا متروکہ سامان، ان کی تباہ کن افواج کے خاتمہ کے بعد، ان کے ہاتھوں میں ہوتا۔[1]

کیا آپ کے خیال میں ہم ان ایام میں ان دو مفید سبقوں سے مادی متاع سے رک کر اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے اُسے اس پر ترجیح دے کر، عبرت حاصل کریں گے، پس جو کچھ لوگوں کے پاس ہے وہ باقی نہیں رہے گا اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ بہتر اور باقی رہنے والا ہے۔

---

[1] غزوہ اُحد کی تفاصیل، کتاب، الرسول القائد میں ملاحظہ فرمایئے ـــ جو اس کتاب کے دیباچہ کے راقم کی ہے۔

(۵)

بلاشبہ عربوں اور مسلمانوں کے ہیروز (HEROS) کی زندگی کا واقعہ جن کے سرخیل شہسواروں کے شہسوار اور جوانوں کے جوان سید القادات و قائد السادات محمد بن عبداللہ صلوات اللہ و تسلیمہ علیہ ہیں، عقلوں اور دلوں پر چھا گیا ہے کیا وہ بری آوازیں جنہوں نے ہماری تاریخ اور ورثہ کو تباہ کرنے کے لیے بڑا کام کیا ہے عنقریب خاموش ہو جائیں گی تاکہ وہ حدود کے پیچھے سے تاریخ اور ورثہ کو امپورٹ کریں یا ان کے دلوں پر قفل پڑے ہوتے ہیں۔ اور جن لوگوں کو اللہ نے ہدایت دی ہے وہ عنقریب بڑے فخر و اعتزاز سے کہیں گے ؎

یہ میرے آباء ہیں ان کی مثل میرے پاس لاؤ

اور جن کے دلوں میں بیماری ہے یعنی وہ لوگ جن کی بری اور شک پیدا کرنے والی آوازیں بلند ہوئی ہیں وہ ہمارے جوانوں کے سوا، دوسرے جوانوں اور ہمارے سالاروں کے سوا، دوسرے سالاروں اور ہمارے افکار کے سوا، دوسرے افکار اور ہمارے معتقدات کے سوا، دوسرے معتقدات کی طرف دعوت دیتے ہیں۔

پس چاہیے کہ ہمارے درخشندہ آباؤ اجداد کے ایمان اور بہادرانہ کارنامے ان کی زبانوں کو گونگا کر دیں اور ان کی آوازوں کو ہمیشہ کے لیے خاموش کر دیں۔

اور سب تعریفیں اس خدا کے لیے ہے جس نے برادرم استاد محمد احمد باشمیل کو سالار رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے شاندار پہلوؤں کو اس خوبصورت اسلوب اور اس فہم سلیم کے ساتھ لکھنے کی توفیق عطا فرمائی ہے۔

اور یہ کتاب جو آج آپ نے پیش کی ہے اس سے مجھے قوی امید ہے کہ یہ فراغ کو پُر کر دے گی اور ضرورت کو پورا کر دے گی اور اس کے بعد مؤلف رمشیت خداوندی کے مطابق ان فیصلہ کن معرکوں کے بارے میں بھی کتب پیش کرے گا جن میں رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زندگی میں شامل ہوئے اور آپ کے بعد مسلمانوں نے ان میں شمولیت کی اور انہوں نے مشرق میں چین تک اور مغرب میں فرانس تک اور شمال میں سائبیریا کی حدود تک اور جنوب میں بحر ہند تک اسلام کے جھنڈوں کو بلند کیا۔

اللہ تعالیٰ جلیل القدر استاد باشمیل کو توفیق دے اور اس کی اصلاح کرے اور عربوں اور مسلمانوں کی خدمت میں اس کی آرزوؤں کو پورا کرنے میں اس کی مدد کرے۔

میجر جنرل

محمود شیت خطاب[1]

ممبر علمی کمیٹی عراق

کلمۃ المؤلف

بسم اللہ الرحمان الرحیم

سب حمد و ثنا اللہ کے لیئے ہے اور رسول امین حضرت محمد مصطفیٰ سید الاولین والآخرین اور آپ کی پاک آل پر اور آپ کے مبارک اور بہادر اصحاب پر صلوٰۃ وسلام ہو جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ان کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا ہے (وہ ایسے جوان ہیں جنہوں نے خدا سے کیئے ہوئے وعدہ کو پورا کر دیا ہے)

اللہ تعالیٰ نے گزشتہ سال (۱۳۸۲ھ) کے اسی مبارک مہینے میں ہم پر نوازش فرمائی اور ہم نے کتاب (غزوۃ بدر الکبریٰ) شائع کی جو اس سلسلہ (اسلام کے فیصلہ کن

---

[1] ملاحظہ فرمایئے، مقدمہ کے رائٹر کی کتاب، قادۃ الفتح الاسلامی کا پہلا جزء، جو عراق و جزیرہ کی فتح کے سالاروں کے بارے میں ہے اور جسے دار القلم قاہرہ نے شائع کیا ہے۔

معرکے) کی پہلی کتاب ہے جسے ہم نے اللہ کی مدد سے مسلسل شائع کرنے کا عزم کیا ہوا ہے تاکہ ہم اس پود (خصوصاً نوجوانوں) کے سامنے اس بزرگ اُمت اسلامیہ کی تاریخ کے روشن اور درخشندہ صفحات پیش کریں ..... وہ صفحات جن کے مٹانے اور مسخ کرنے کا اندرونی دشمنوں اور بیرونی مخالفین نے عزم و عہد کیا ہوا ہے اور مسلمان طالب علم انہیں مدرسہ کی کلاس اور کالج کے راستے میں تلاش کرتا ہے اور ایک (دوسرے اسلوب سے) اس کے اور ان صفحات کی اطلاع کے درمیان رکاوٹ ڈال دی گئی ہے حتیٰ کہ وہ مدرسہ اور کالج کے سوا بھی ان سے آگاہ نہیں ہو سکتا پس وہ اپنے دین قدیم کی تاریخ اور اس بزرگ اُمت کے چنیدہ علماء کی تاریخ سے بالکل بے بہرہ ہو کر پرورش پاتا ہے۔

اسلام کو مٹانے والے اور اُمت اسلامیہ کے تشخص کے باطل قرار دینے والے حریص دشمن کی یہ سب سے قیمتی خواہش پوری ہو گئی ہے ہم (اللہ کی مدد سے اس کوشش میں ہیں اور امید کرتے ہیں کہ ہمیں تاریخ اسلام کی خدمت کی توفیق ملے گی) اب قارئین کرام آپ کے سامنے یہ کتاب (غزوۂ اُحد) پیش کر رہے ہیں جو ہماری کتابوں کے سلسلہ (اسلام کے فیصلہ کن معرکے) کی دوسری کتاب ہے۔

آپ اس کتاب میں اس خوفناک معرکہ کی تفاصیل ملاحظہ فرمائیں گے جس میں سالار رسول صلی اللہ علیہ وسلّم نے خود حصّہ لیا اور آپ کو زبردست زخم آئے اور آپکی قیمتی زندگی کو خطرہ لاحق ہو گیا اور اس تباہ کن معرکہ میں آپ نے اپنے دائیں بازو اور شہسواروں کے شہسوار اور بہادروں کے بہادر اپنے چچا حضرت حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کو کھو دیا۔

اور اللہ تعالیٰ نے (اس خوفناک معرکہ کے تصادم میں) حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ اور آپ کے دین کی طرف منسوب ہونیوالوں کو اس طرح پگھلایا جیسے سونے کی ڈلی کو اس کی گرم بھٹی میں اس سے زنگ کو دُور کرنے اور اُسے صاف

کرنے کے لیے پگھلایا جاتا ہے۔

(اللہ تعالیٰ مومنین کو، جس حالت میں تم ہو، اس وقت تک چھوڑنے والا نہیں جب تک خبیث اور طیب میں امتیاز نہ کر دے[1]) ہاں ہاں (اس معرکہ میں) حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم نے فتح کی شیرینی کو چکھا پھر شکست کی تلخی کو بھی گھونٹ گھونٹ پیا اور اس طرح انہوں نے نافرمانی کے تلخ عواقب اور معرکوں کے طے شدہ منصوبوں کی مخالفت کے ٹھوس سبق بھی سیکھے، بلاشبہ اُحد کا معرکہ سخت آزمائشوں کے سلسلے کی ایک کڑی تھا جس کا سبب جوش پیدا کرنے والے اچانک واقعات اور انقلاب اور غیر متوقع خوفناک واقعات بن گئے، اللہ تعالیٰ نے اس کے ذریعے اس اُمت کے چند لوگوں کا مصائب و تکالیف کی بھٹی میں ڈال کر امتحان لیا اور انہیں انواع و اقسام کے جروح و قتل میں مبتلا کیا تاکہ انہیں آزمائے (حالانکہ وہ انہیں خوب جانتا تھا)

(أم حسبتم ان تدخلوا الجنة ولمّا يعلم الله الذين جاهدوا منكم ويعلم الصابرين) کیا تم نے خیال کر لیا ہے کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے حالانکہ ابھی اللہ تعالیٰ نے تم میں سے ان لوگوں کو جنھوں نے پوری کوشش کی ہے ممتاز نہیں کیا اور یہ کہ وہ صبر کرنے والوں کو جان لے[2]

اور معرکہ اُحد میں کئی قسم کے بہادرانہ اسلامی کارنامے اور کئی قسم کی فداکاری اور جاں نثاری کے واقعات ظاہر ہوئے، جن کی نظیر دنیا نے دیکھی نہ تھی جیسا کہ قارئین اس کتاب میں ان کی تفاصیل ملاحظہ فرمائیں گے۔

اور بلاشبہ یہ صدق، ایمان اللہ، وفائے عہد، اخلاص عقیدہ اور اصول کی خاطر

---

[1] آل عمران - ۱۳۸

[2] آل عمران - ۱۴۱

قربانی دینے کے اسباق ہیں، جنہیں (اس معرکہ میں) انکے نیکو کار اجداد نے ریکارڈ کیا ہے وہ سبق اس لائق ہیں کہ پوتے انہیں یاد رکھیں اور ان کی غلطیوں پر غور کریں اور ان کی ہدایت سے راہنمائی حاصل کریں جب کہ وہ اس امت کی بھلائی اور امن و آسائش اور سعادت و عزت اور اس کی مضبوطی کے لیے حقیقتاً دلچسپی رکھتے ہیں۔

بلاشبہ تاریخ (ہمیشہ ہی) ایک آئینہ رہا ہے جس میں ہر قوم کی حقیقت منعکس ہوتی ہے اور ہر دور کے واقعات اس میں نمایاں ہوتے ہیں اور ہر قوم اپنے شاندار ماضی کو یاد رکھتی ہے اور اس میں حکومت کے مخلص آدمی اور سرکردہ مفکرین اور علم کے امین اساطین ہمیشہ اپنی اپنی قوم کے سامنے اس ماضی کی اشاعت اور اسے مکمل طور پر مجسم کرنے کے خواہش مند ہوتے ہیں اور وہ اس شاندار ماضی کے واقعات سے، نوجوانوں کی عقل (خصوصاً ان میں سے دانشوروں اور فوجیوں کو) ان کی لازمی فکری اور تعلیمی غذا فراہم کرنے کے لیئے کام کرتے ہیں تاکہ ان کی عقلی، روحی، تعلیمی اور عسکری تکوین کے تمام مراحل میں اس درخشندہ ماضی کی صورت ہمیشہ ان کے سامنے رہے:

بلاشبہ پوتوں کا (گہری نظر اور تفہیم سے) اجداد کی تاریخ میں غور کرنا جو مجد و فخر اور بہادری اور عقیدہ ہر ثبات کے واقعات سے بھرپور ہے ان محرکات میں سے سب سے بڑا محرک ہے جو مسلم نوجوانوں کے دلوں میں بلندیوں کی جستجو کے عناصر کے متعلق جرأت پیدا کرتے ہیں اور ان نیکو کار اساطین کے اخلاق کو اپنانے کے لیئے تیار کرتے ہیں (جنہوں نے قیاصرہ اور اکاسرہ کو دنیا کی کمانوں کے مقامات سے ہٹا دیا اور انہوں دنیا کی عادلانہ اور دانشمندانہ قیادت کی اور انہیں ان اصولوں کی پابندی محبوب ہوگئی جن پر ان اجداد نے اس امت اسلامیہ کی بزرگی کے ستون تعمیر کیئے جو ہمیشہ نئی دنیا تھی اور رہے گی۔

ہم، دوبارہ ان حکام کو جو اپنی قوم سے مخلص ہیں اور اپنے دین پر ایمان رکھتے ہیں راستباز ہیں، دعوت دیتے ہیں اور فکری قائدین اور اُمتِ اسلامیہ کے اساتذہ تربیت سے (خصوصاً ان میں سے عربوں سے) امید کرتے ہیں کہ وہ سنجیدگی سے اس رکاوٹ کو دور کرنے کے لیئے کام کریں جسے دشمنانِ اسلام نے تاریخ اسلامی کی اس تدریس کی راہ میں کھڑا کیا ہے جو ہمارے عالم اسلام کے اکثر علاقوں پر ان کے (فکری اور سیاسی) تسلط کے ایام ہیں مطلوبہ غرض اور متوقع نتائج کو پورا کرتی رہی ہے۔

ہمارا دانشور نوجوان ہمیشہ ہی (حتیٰ کہ اس لمحہ تک) بڑی کمی برداشت کرتا رہا ہے اور تاریخ اسلامی کے بارے میں اپنی معلومات میں بڑا فراغ محسوس کرتا رہا ہے اور یہ اس انحراف کا ایک جوہر ہے جسے بہت سے عصری دانشوروں ہیں مشاہدہ کیا جاسکتا ہے جن لوگوں کے انحراف کا منبع یہ ہے وہ ہر اجنبی چیز پر فریفتہ ہوتے ہیں۔

تاریخ اسلامی کے بارے میں (اس صدی کے آغاز سے) اس لمحہ تک ہمیشہ ہی دو عظیم گناہوں کا ارتکاب کیا جاتا رہا ہے ان دونوں گناہوں کا ارتکاب خود اُمتِ اسلامیہ کے دو گروہوں نے کیا ہے۔

ایک گروہ نے (علم کے نام پر) تاریخ اسلامی کے بگاڑنے اور مٹانے کا سامان خود ہی تیار کیا ہے یعنی (اس نے مدرسہ اور یونیورسٹی ہیں اپنے راہنمایانہ منصب کے حکم سے) مسلمان طالب علم کو تاریخ اسلامی کے متعلق ہر مفید بات کی معرفت سے محروم کرنے کے لیئے کام کیا ہے بلکہ اس گروہ نے صرف اس تخریبی کارروائی پر ہی اکتفا نہیں کیا اس نے طالب علموں کے اذہان کو (ان کی فکری اور تہذیبی نشوونما کے تمام مراحل میں) ایسی تاریخ کی جنگوں سے بھر دیا ہے جو ان کی قوم کی تاریخ نہیں اور ان کے تخیلات میں ان جوانوں کے بہادرانہ کارناموں کی تصاویر گھسیڑ دی ہیں جو ان کے دین اور وطن سے کسی قسم کا کوئی تعلق نہیں رکھتے۔ اس طرح (جیسا کہ غیر ملکی سامراج چاہتا ہے) مسلم

نوجوان کے درمیان اور اس کے دین قویم کی تاریخ اور اس کی قوم کے بزرگ قائدین اور ہیروز کے درمیان تعلق قطع کر دیا گیا ہے۔[1]

اور دوسرا قدامت پسند گروہ ہے (اور یہ قدامت پسندی کی صحیح تعبیر ہے) جو ہماری زبان بولتے ہیں بلکہ ہمارے دین کی طرف منسوب ہوتے ہیں وہ ہمیں آفتاب اسلام کے طلوع سے قبل کے زمانے میں واپس لے جانا چاہتے ہیں، وہ تاریخ اسلامی کی پھول دار چراگاہوں سے گزر گئے ہیں جو صحیح بزرگی اور حقیقی عزت کی خوشبو سے مہک رہی ہیں اور وہ اس شاندار تاریخ کے روشن علاقوں سے اپنی آنکھوں کو بند کئے ہوئے گزر گئے ہیں پھر وہ تاریک تاریخ کے گوشوں میں اتر گئے ہیں جہاں ابوجہل کی ذلتیں، ابولہب کی حماقتوں سے مل جل گئی ہیں اور قلوپطرہ کے لیئے پرانے کپڑے ابوالہول کی خرافات سے مختلط ہو گئے ہیں۔

اس گروہ نے چاہا ہے کہ وہ ان تاریک زمانوں (جاہلیت اولیٰ کے زمانوں) کے خرانٹوں سے ایک نیا مذہب یا جدید دین بنائے جس پر حضرت محمد بن عبداللہ صلوات اللہ وسلامہ علیہ کی امت (اپنی زندگی میں) چلے۔ اس گروہ نے (ارادتاً اور اصراراً) تاریخ اسلامی سے تجاہل اختیار کیا ہے (اور جب بھی اُسے موقع ملا ہے) اس نے اسے لغو قرار دینے اور مسلم طالب علم کے ذہن سے اسے مٹانے اور فکر و تہذیب کے تمام لوازمات سے، جب بھی ان لوازمات کو مسلم طالب علم کی عقل کو غذا فراہم کرنے کیلئے پیش کرنے کا موقع آیا ہے، مدرسہ کی پہلی کلاس کی ابتداء سے لے کر، یونیورسٹی کے آخری مرحلہ تک، اس تاریخ کے مادہ کو مستبعد قرار دینے کے لیئے کام کیا ہے اور اس گروہ نے اسی پر بس نہیں کی بلکہ اس نے تاریخ اسلام پر حملہ کیا ہے (جیسے چور اور رہزن حملہ کرتے ہیں) اور اس نے اس کے شاندار حصّے کو، جسے مسلمانوں کے شاندار

[1] ملاحظہ فرمایئے، ہماری کتاب غزوۂ بدر کا مقدمہ

کارناموں اور فاتحین کے بہادرانہ واقعات اور علمائے صالحین کے افکارِ زرین نے زینت دی ہے، الگ کر دیا ہے پھر اسے بدشکل حبشہ کی تاریخ میں شامل کر دیا ہے اور یہی قابلِ نفرت عصبیت اور تنگ منحوس عنصریت ہے۔

پس حضرت خالد بن ولید کی دلیری، حضرت سعد بن ابی وقاص کی شجاعت حضرت علی بن ابیطالب کی شہسواری، حضرت عمر بن الخطاب کی عدل گستری اور دیگر عظمائے اسلام اور اس کے قائدین (حتیٰ کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے شاندار واقعات) کو اس گروہ کی زبان سجا کر بیان کرنے لگی (عظمت اسلام اور اس کے عقیدے کی اصالت اور لوگوں کو اس میں رغبت دلانے اور اس کی طرف دعوت دینے کے لیے"، استشہاد پیش کرنے کے لیے" نہیں کہ یہ ایک واحد سرچشمہ ہے جو ان بہادروں اور عظمائے بنایا ہے جنہوں نے اپنی معطر یاد سے تاریخ کے منہ کو لبریز کر دیا ہے) صرف لوگوں کو اس دین سے روکنے اور اس ناپسندیدہ عصبیت اور قابلِ نفرت تنگ عنصریت کے پروپیگنڈہ کے لیے" اس لیے پیش کیا ہے کہ جو کچھ ان عظماء اور قائدین سے ثابت کیا ہے وہ اس قابل نفرت عصبیت اور تنگ عنصریت کی تاریخ کے پہلوؤں کا ایک روشن پہلو ہے اور اس کے جہاد کے نتائج کا ایک نتیجہ ہے، اس لحاظ سے یہ عظماء اور قائدین ہی اس لادینی عصبیت کے بانی اور اس لااخلاقی عنصریت کے ستونوں کو پلستر کرنے والے ہیں اور قسم بخدا یہ سرقہ اور اختلاس کی سب سے گھٹیا قسم ہے۔

اور اس پر ہماری دلیل یہ ہے کہ جب اس گروہ کی زبان اسلام کے ان سالاروں اور بہادروں کی عظمت کو بیان کر رہی ہوتی ہے تو وہ اسلام سے تجاہل اختیار کرتا ہے اور دور و نزدیک سے اس کی طرف اشارہ بھی نہیں کرتا بلکہ اس گروہ کے چہرے بدل جاتے ہیں اور ان پر سیاہی چھا جاتی ہے اور وہ

جادوگروں کی طرح آہستہ بولتے ہیں اور شعبدہ بازوں کی طرح گنگناتے ہیں اور جب کوئی شخص اچانک انہیں کہتا ہے کہ حضرت علیؓ، حضرت سعدؓ، حضرت خالدؓ حضرت عمرؓ اور صلاح الدینؒ وغیرہ جو اس اُمت کے بہادر اور کامیاب سالار ہیں وہ اسلام کو دین و دولت، خلق و معاملہ، شمشیر و کتاب اور فکر و سیاحت بنانے کے بعد ہی تاریخ میں ہمیشہ زندہ رہنے والوں کی چوٹی پر چارزانو ہو کر بیٹھے ہیں اور اسلام سے تجاہل اختیار کرنا اور اسے (سوچی سمجھی اسکیم کے مطابق) ان بہادروں اور سالاروں کی تعریف کے وقت، حساب سے باہر کر دینا ایک عیب لگانے والی نافرمانی اور حق کا انکار اور تاریخ کو جھٹلانے والی بات ہے اس لیے کہ ان بہادروں کی شجاعت اور ان سالاروں کے کارنامے اسلام کے ساتھ جسم و روح کی طرح اختیاط رکھتے ہیں، پس اگر اسلام نہ ہوتا تو ان سالاروں اور بہادروں کا بزرگی، بہادری اور فخر کی دنیا میں ذکر نہ ہوتا۔

ان بہادروں میں سے بہت سے لوگ، اسلام سے قبل بھی موجود تھے مگر ان دنوں انہوں نے بزرگی، بہادری اور بلندی سے کیا حاصل کیا؟ کچھ بھی نہیں.....

اس وقت چاہیے کہ یہ گرم آوازیں جوان مبارک عظماء اور قائدین کو وطنی بہادر بنانے کی کوشش کر رہی ہیں، گونگی ہو جائیں، جنہیں عنصر کے خصائص اور خون کی خوبیوں نے اسلام کے کردار اور فعالیت سے متجاہل ہو کر بنایا ہے اس بات نے ان کے بنیادی عقیدے کو جوان کے عظماء اور قائدین کی تعمیر اور جو کچھ انہوں نے اس اُمت کے فخر و بزرگی اور معطر یاد میں ریکارڈ کی ہیں آسے بدبودار کر دیا ہے۔

اس گروہ (جو اسلام کی طرف منسوب ہے) کے، اسلام اور اس کی تاریخ کے متعلق یہ موقف اختیار کرنے میں اس اُمت اور اس وطن کی کوئی خدمت نہیں ہے اس میں اس اُمت کے مخالفین اور اس وطن کے دشمنوں کی پوری خدمت پائی

جاتی ہے جو کینہ در کیمونسٹ اور سامراجی صلیبی ہیں جن کے سینوں اور دلوں کو کوئی بات، خوشی و سرور سے اس طرح ٹھنڈا نہیں کرتی جتنا یہ بات کہ وہ مسلمانوں کو (اسلامی وطن میں) خود اس دین سے جنگ کرتے اور اس کی آواز کو گھونٹتے اور اس کی تاریخ کے نشانات کو مٹاتے اور اس کی قیمتی تاریخ کے خزانوں پر مٹی ڈالتے دیکھیں، یہ ان دشمنوں کی انتہائی تمنا اور خواہش ہے۔

پس اسلام سے جنگ کرنا اور مسلمانوں کے ہاتھوں سے اس کی تاریخ کے ظہور کو تدریسی فیصلوں میں مدرسہ کی کلاس اور کالج کے راستے میں روکنے پر اصرار سے مطالبہ کرنے میں ان دشمنوں کے لیئے (مقاصد میں اختلاف کے باوجود) اپنے تباہ کن مذاہب اور اپنی تخریبی تہذیبوں کی نشر و اشاعت آسان ہو جاتی ہے جو اس امت کے طلبہ کو عطیۃً دی گئی ہیں۔

اس لیئے کہ جب قوم (خواہ وہ کوئی قوم بھی ہو) اپنے ہاتھ سے اپنے اس عقیدے کو چھوڑنے سے جو اس کی شخصیت کی تعمیر کا منبع ہوتا ہے، اپنی شخصیت کو چھوڑ دیتی ہے اور اس سے انکار کرتی ہے اور اس کی اس تاریخ سے تجاہل اختیار کرتی ہے جو اس شخصیت کو قوت حیات اور استقلالِ ذاتی سے بڑھاتی ہے تو بلاشبہ وہ اپنی شخصیت کی تعمیر کے لیئے اور اس شخصیت کو نئے عقیدہ کے رنگ سے رنگنے کے لیے (نئے عقیدہ) کی تلاش کے لیئے مجبور ہوتی ہے، اس لیئے کہ کسی قوم کے لیئے ممکن ہی نہیں کہ اس کی مستقل شخصیت ہو، سوائے اس کے کہ وہ ایک عقیدہ کے دائرہ میں ہو اور اس کے سایہ سے سایہ حاصل کرے اور اس کے نام کا نعرہ لگائے۔

پھر اس قوم کے لیئے (اپنی تاریخ سے بیگانہ ہونے اور اس کے نشانات کو مٹانے کے بعد) بہادروں، سالاروں، سیاستدانوں اور مفکرین کی تاریخ پر غور کرنا ضروری ہوتا ہے جو اس کے لیئے بہت سے کاموں میں اعلیٰ نمونہ ہوں اور ضروری ہے۔ اور

ہے بھی ایسے ہی ــــــ کہ وہ اپنے محیط سے باہر کی طرف رُخ کرے اور اپنی تاریخ کے سوا، دوسری تاریخ میں ان سالاروں، بہادروں، سیاستدانوں اور مفکرین کے متعلق جستجو کرے۔

اور بالفعل (اسلام کے عظیم وطن کے اندر) ان بہت سی اقوام کے ساتھ یہی کچھ ہوا ہے جنہوں نے اپنی اسلامی شخصیت کو جو (دین و دولت، خلق معاملہ اور تاریخ و عقیدہ کے لحاظ سے) ان کے اسلام کا نمونہ تھی چھوڑ دیا ہے۔ اور اس عظیم وطن کے بہت سے علاقوں نے، مختلف اجنبی درآمدی مذاہب اور بڑے دخیل افکار اور عجیب و غریب بیگانے عقائد کے فیوضیات کو دیکھا ہے، ان کے درآمد کنندگان نے چاہا کہ وہ (ان کے سائے میں) اپنے لئے اور اپنی قوم کے لیئے، اپنی اسلامی شخصیت کو چھوڑنے کے بعد، ایک مستقل نئی شخصیت کی تعمیر کریں۔

لیکن وہ اپنی ان مساعی میں بُری طرح ناکام ہوئے اور ان کی مثال اس کوّے کی سی ہو گئی جس نے کبوتر کی چال کی تقلید کی کوشش کی اور وہ (اپنی اصلی چال کو چھوڑ دینے کے بعد) ٹامک ٹوئیاں مارنے لگا، پس نہ وہ اپنی طبعی چال کو جو اس کی پیدائش کا جزو تھی یاد رکھ سکا اور نہ اچھی طرح کبوتر کی چال چل سکا اور وہ درمیان میں حیران اور دیوانہ ہو کر رہ گیا۔

اور یہ علاقے (جنہوں نے اپنی اسلامی شخصیت کو چھوڑ دیا ہے اور اپنی اسلامی تاریخ سے بیگانہ ہو گئے ہیں اور اس پر مٹی ڈال دی ہے) جو اپنی مختلف اطراف میں قلق و اضطراب اور عدم استقرار کی تکالیف برداشت کر رہے ہیں اس کا سبب صرف یہ ہے کہ ان کے قائدین اور ذمہ دار مفکرین نے کوشش کی ہے کہ وہ ان کے لیئے کوئی جدید شخصیت بنائیں جس کا قوام، اجنبی اور دخیل عقائد و افکار سے ملا جلا ہو جنہیں ان اقوام کی طبیعت قبول نہیں کرتی اور نہ ہی تھوڑی بہت ان کے ساتھ مطابقت رکھتی ہے۔

بلاشبہ جس روز اس اُمت نے طریق مستقیم پر یعنی وحدت، تکاثف اور عزت واستقرار کے طریق پر اپنے سفر کا آغاز کیا وہی دن ہو گا جس میں یہ اُمت اپنی حقیقی اسلامی شخصیت کے دائرہ میں واپس آجائے گی جس کا قوام، قرآن کا عقیدہ ہے اور وہ اپنے آپ سے تمام اجنبی دخیل مستعار شخصیات کے لباس اتاریں گے جن کا قوام یہی عقائد ومذاہب وافکار ہیں ———————— اور وہ اپنی شاندار تاریخ کے صفحات کو کھولے گی تاکہ اس کے پھیلنے والے نور کی موجیں، مدرسہ کی کلاس اور کالج کے راستے اور مجلس کی نشست گاہ اور فوج کی بیرک پھیل جائیں تاکہ طالب علم اس میں سوچ سمجھ اور فہم وادراک سے غور وفکر کرے اور اس تاریخ کے شاندار واقعات کو انتخاب کرے جو اُسے ان مضبوط ومستقیم اصولوں سے تمسک کرنے آمادہ کریں جوان یگانہ بہادر دل، سالاروں اور مفکرین نے بنائے ہیں جن کے کندھوں پر اس روشن اور بلند تاریخ کے ستون قائم ہیں جس کی معطر یاد سے دنیا کا منہ لبریز رہے گا اور ان کے ہراول میں اس اُمت کے وہ چندہ اوائل بہادر ہیں (مہاجرین اور انصار) جو رشوق کے ساتھ جس کی امداد ایمانی دباؤ کر رہا تھا) اس فیصلہ کن معرکے معرکہ اُحد میں شامل ہوتے جو ہماری اس کتاب کا موضوع ہے اور ہمیں اُمید ہے کہ ہم نے (اپنے رب اور اپنے دین پر ایمان لانے والے اور اپنی تاریخ پر فخر کرنے والے مسلم نوجوان کے سامنے اس معرکہ کی تفاصیل رکھ کر) اپنے دین، قوم اور تاریخ کا واجبی حق ادا کر دیا ہے۔

اور میں اللہ سے دعا کرتا ہوں وہ اپنی عون وتوفیق سے ہماری مدد فرمائے اور ہمارے اعمال کو اللہ کی رضامندی کے لیے بنا دے اور ہمارے اعمال کو شہرت اور ضائع کر دینے والی ریاکاری کے عیوب سے بچائے بلاشبہ وہ سمیع ومجیب

ہے، اور زمین و آسمان میں اُسے کبریائی حاصل ہے اور وہ عزیز و حکیم ہے[1]۔

محمد احمد باشمیل

رمضان المبارک ۱۳۸۲ھ ، فروری سنہ ۱۹۶۳ء

مکہ مکرمہ - مملکت سعودیہ عربیہ

---

[1] الجاثیہ - ۳۶

اُحد

اُحد (پہلے اور دوسرے حرف کی پیش کے ساتھ) مدینہ منورہ کے پہاڑوں میں سے ایک مشہور پہاڑ ہے اور یہ پہاڑ، مدینہ کے شمال میں واقع ہے اور اس سے تقریباً چار کیلو میٹر کے فاصلہ پر ہے۔

اور جبل اُحد کو مدینہ سے وادی قناۃ الگ کرتی ہے جو مدینہ کے مشرق سے آتی ہے اور جبل اُحد کے سامنے سے مغرب کی جانب گزرتی ہے اور زغابہ میں جا گرتی ہے۔

اور جبل اُحد کی طبعی صورت حال یہ ہے کہ وہ خشک پتھروں سے بنا ہے اور مشرق سے مغرب تک اس کی لمبائی چھ ہزار میٹر ہے اور اس میں بہت سی چوٹیاں اور مختلف چٹانیں ہیں، ان کی کثرت کی وجہ سے اس کی طرف دیکھنے والا انہیں مستقل پہاڑوں کی طرح خیال کرتا ہے یا خیال کرتا ہے کہ اُحد آپس میں ملے ہوئے چھوٹے بڑے پہاڑوں سے عبارت ہے اور ان کے عمومی مجموعے سے اس پہاڑ کی وحدت متشکل ہوتی ہے....

اور ان پہاڑوں کے تلاصق اور ان کے درمیان کشادگی کے پایا جانے سے اُحد میں وہ

گڑھے بن گئے ہیں جو پہاڑ کی بلندیوں سے گرنے والے پانی کی حفاظت کے لئے قدرتی گڑھے ہیں[1]

اور یہ معرکہ اس پہاڑ کے دامن میں جنوبی جانب وادی قناۃ کے نشیب میں اور اس کے اردگرد کے میدانوں میں ہوا، اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ (اُحد پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔)

اور اس پہاڑ کے درّے کے دہانے پر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی فوج کے ساتھ پڑاؤ کیا اور اس طرح یہ ایک بلند اور ممتاز مرکز بن گیا جس نے مشرکین کو اس کے پاس معرکہ قبول کرنے مجبور کر دیا جس نے معرکہ کے پہلے مرحلہ میں مشرکین کو شکست دینے میں مسلمانوں کی مدد کی اور سراگندگی کے بعد انہیں جبل اُحد کی چوٹیوں کی طرف انتظام کے ساتھ سمٹ آنے میں سہولت دی۔

اور اُحد کے درّے کے دہانے پر ان شہداء کا قبرستان ہے جو معرکہ اُحد میں کام آئے اور اب سید الشہداء حضرت حمزہ بن عبد المطلب اور حضرت عبد اللہ بن جحش کی قبر کے سوا، جو ایک ہی قبر میں دفن ہیں (حتمی طور پر) ان شہداء کی قبور پہچانی نہیں جاتی۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر درّے کے دہانے پر ایک بلند جگہ پر جو وادی قناۃ کے نزدیک ہے پائی جاتی ہے اور اس قبر کے شمال میں دیگر شہداء کا قبرستان واقع ہے رضی اللہ عنہم

جبل عینین

جبل عینین کو جبل الرماۃ کہتے ہیں، یہ ایک چھوٹا پہاڑ ہے جس پر سرخ رنگ غالب ہے اور اس درّے کے دہانے سے جنوب میں واقع ہے جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معرکہ سے قبل اپنی فوج کے لئے پڑاؤ بنایا تھا۔ اور وہ اس پڑاؤ کے مرکز سے تقریباً ساٹھ میٹر دور ہے اور یہ پہاڑ اس وادی قناۃ

---

[1] آثار المدینۃ المنورہ صفحہ ۱۴۱ از سید عبد القدوس انصاری

کے جنوبی کنارے پر واقع ہے جو اس کے اور جبل اُحد کے درمیان علیٰحدگی کرتا ہے۔

اور اس جبل عینین کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ تیراندازوں کا دستہ جو پچاس تیراندازوں پر مشتمل تھا، یہاں ٹھہرے اور وہ حضرت عبداللہ بن جبیر[1] کی کمان میں اس پہاڑ پر ٹھہرا، اور اس پہاڑ پر ان تیراندازوں کے ٹھہرانے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد، مسلمانوں کے پچھلے حصے کو گھمسان کے رن کے وقت، مشرکین کے سواروں کی ضرب سے بچانے کا تھا۔

---

[1] حضرت عبداللہ بن جبیر بن نعمان اوسی انصاری، آپ اصحاب بدر میں سے ہیں اور ان لوگوں میں بھی شامل ہیں جو منیٰ میں بیعت عقبہ میں شامل تھے، جب آپ کے تیرانداز سپاہیوں نے آپ کی حکم عدولی کی اور پہاڑ کو چھوڑ دیا تو اس وقت آپ نے شہادت پائی، آپ اپنی جگہ پر ثابت قدم رہے حتیٰ کہ حضرت خالد بن ولید نے اپنے سواروں کے ساتھ آپ پر حملہ کر دیا، آپ نے ان سے جنگ کی حتیٰ کہ قتل ہو گئے اور جو تیرانداز آپ کے ساتھ ثابت قدم رہے وہ بھی قتل ہو گئے۔ رضی اللہ عنہم۔

فصل اوّل

بدر و اُحد کے دونوں معرکوں کے درمیان مختصر سیاسی اور فوجی واقعات

جب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کی طرف ہجرت کی تو آپ نے وہاں یہود کو پایا جنہوں نے اُسے وطن بنا لیا تھا[1] اسلام اور یہودیت کے درمیان جو اختلاف پایا جاتا ہے اس کے علی الرغم، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ابتداءً) یہود کے خلاف، جلا وطنی یا تنگی یا (اختلاف دیِن کے باعث) مطالبہ کا کوئی موقف اختیار نہیں کیا۔

---

[1] یہود، ایک قوم ہیں جو تاریخ عام میں بنی اسرائیل کے نام سے مشہور ہیں۔ یہ اصلاً سامی ہیں جنہوں نے میلاد سے قبل (تیئسویں صدی میں) حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قیادت میں سفر کیا اور ارض کنعان (شام کے جنوب) میں آترے اور جب مصر میں حضرت یوسف علیہ السلام کی حکومت تھی تو یہود وہاں بکثرت ہو گئے اس لیے کہ یوسف علیہ السلام، یعقوب علیہ السلام کے بیٹے تھے (جو اسرائیل ہیں) پس حضرت یوسف علیہ السلام، بنی اسرائیل کو لے آئے (اس لحاظ سے کہ وہ آپ کے بھائی تھے جیسا کہ مشہور ہے) پس مصر میں ان کی کثرت ہو گئی کیونکہ انہوں نے وہاں چار سو سال تک قیام کیا لیکن اس کے بعد ملوک مصر نے ان سے ظلم کیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کے پاس بھیجا تو آپ نے انہیں فرعون سے چھڑایا جیسا کہ قرآن میں مشہور ہے ..... اور مدینہ میں یہود کے وجود کا زمانہ

بلکہ آپ بطیب خاطر اس بات سے رضامند ہو گئے کہ یہ یہود مدینہ کے آزاد باشندے بن کر رہیں ان کے لیئے اپنا دین ہوگا اور مسلمانوں کا اپنا دین ہوگا اور کسی نے بیان نہیں کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان یہود میں سے کسی کو، اسلام میں داخل ہونے مجبور کیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور یہود کے درمیان معاہدہ

بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے بھی بہت دور تک گئے اور آپ نے ان یہود کے ساتھ (علاقہ میں اسلام کی اشاعت کی رغبت سے) ایک معاہدہ کیا جو عدم جارحیت اور یثرب کے علاقے کے مشترکہ دفاع کو متضمن تھا۔

اس معاہدہ کی اہم شروط

ا۔ مشترکہ دفاع

معاہدہ میں اس تعلق میں بیان ہوا کہ

بلاشبہ اس دستاویز میں جو کچھ ہے اللہ تعالیٰ اُسے پورا کرنے پر غالب ہے اور یہ کہ قریش اور ان کے مددگاروں کو پناہ نہ دی جائے اور (مسلمانوں اور یہود) کے مابین یہ عہد ہے کہ جو کوئی یثرب پر اچانک حملہ آور ہوگا وہ ایک دوسرے کی مدد کریں گے اور جب انہیں صلح کی دعوت دی جائے گی تو وہ اس سے صلح کریں گے اور اس سے فائدہ اٹھائیں گے بلاشبہ وہ اس سے صلح کریں گے اور اس سے فائدہ

(بقیہ حاشیہ) (جیسا کہ فرید وجدی کے دائرہ معارف میں بیان ہوا ہے) ۱۶۰۰ قبل مسیح کی طرف لوٹتا ہے اور یہ بات یوں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب کہ وہ فلسطین کی طرف جاتے ہوئے راستے میں ہی تھے ان میں سے ایک جماعت کو بھیجا کہ وہ آپ کیلئے ان جہات کا حال معلوم کرے پس وہ ان کی طرف گئے اور وہاں انہیں آپ کی وفات کی اطلاع ملی پھر وہ عربوں کے ساتھ ان کے علاقے میں رہنے لگے (یثرب)

اٹھائیں گے اور یہود، مومنین کے ساتھ جب تک وہ جنگ لڑتے رہیں گے، خرچ کریں گے اور ان کے درمیان یہ بھی طے پایا کہ جو شخص (معاہدہ کی دستاویز) کے حاملین کے ساتھ جنگ کرے گا وہ آپس میں ایک دوسرے کی مدد کریں گے اور یہ کہ وہ آپس میں ایک دوسرے کی خیر خواہی اور بھلائی کریں گے اور گناہ کے بغیر حسن سلوک کریں گے اور یہود کے اخراجات یہود کے ذمہ ہوں گے اور مسلمانوں کے اخراجات، مسلمانوں کے ذمے ہوں گے۔

ب ـــــ عدم جارحیت اور اچھی ہمسائیگی

اور اس تعلق میں (اصل معاہدہ میں) بیان ہوا کہ

اس دستاویز کے حاملین پر یثرب کا اندرون حرام ہوگا اور پڑوسی، جان کی طرح ہوگا اُسے نہ نقصان پہنچایا جائے گا اور نہ گنہگار کیا جائے گا اور ہر کوئی اپنے کیئے کا ذمہ دار ہوگا اور اس تحریر (معاہدہ کی دستاویز) کو ظالم اور گنہگار کے سوا کوئی تبدیل نہیں کرے گا اور یہ کہ جو شخص باہر چلا جائے گا وہ امن میں ہوگا اور جو بیٹھ رہے گا وہ مدینہ میں امن میں ہوگا (سوائے اس کے کہ کوئی ظلم کرے یا گناہ کرے)

ج ـــــ فریقین کو عقیدہ کی آزادی ہوگی۔

اس تعلق میں (اصل معاہدہ میں) بیان ہوا

بنی عوف کے یہود، مومنین کے ساتھ ایک قوم ہوں گے۔ یہود کا دین ان کیلئے اور مسلمانوں کا دین ان کے لیئے ہوگا، ان کے مددگاروں کا بھی اور ان کا اپنا بھی، سوائے اس کے کہ کوئی ظلم کرے یا گناہ کرے، بلاشبہ وہ اپنے آپ کو اور اپنے اہل بیت کو ہلاک کرے گا اور بنی نجار کے یہود کو بھی وہی حقوق حاصل ہوں گے جو بنی عوف کو حاصل ہوں گے اور بنی حارث کے یہود کو بھی بنی عوف کی مانند حقوق حاصل

ہوں گے اور بنی ساعدہ کے یہود کو بھی، بنی عوف کی طرح حقوق حاصل ہوں گے اور بنی جشم کے یہود کو بھی بنی عوف کی طرح حقوق حاصل ہوں گے اور بنی اوس اور بنی ثعلبہ اور بنی الشطبیہ کے یہود کو بھی، بنی عوف کی مانند حقوق حاصل ہوں گے اور یہود کے خاص دوست بھی ان کی مانند ہوں گے[1]

اور یہ معاہدہ، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مکہ سے ہجرت کرنے کے بعد اور معرکہ بدر سے قبل، مسلمانوں اور یہود کے درمیان طے پایا۔

اندرونی پریشانیوں کا سلسلہ

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس معاہدہ کی تنقید کے بڑے آرزومند تھے اور بالفعل مسلمانوں کی جانب سے کوئی ایسی حرکت نہیں ہوئی جو اس کی نصوص کے ایک حرف کے بھی خلاف ہو۔

لیکن بدر میں مسلمانوں کے فتح پانے کے بعد، یہود پر قلق و اضطراب کا حملہ ہوا اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے خلاف ان کے بغض میں اضافہ ہو گیا اور وہ اس بات سے خوفزدہ ہو گئے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو اسلام پر جمع کریں گے، اور اس سے وہ یہود کے اس سیاسی اور مادی تسلط کو ختم کر دیں گے جو عربوں کے افتراق، جھگڑوں، عصبیت اور جاہلیت کی مشہور باہمی جنگوں پر مبنی ہے۔

اس لیئے یہود کی طبیعت، جو عہد شکنی میں مشہور ہے، واپس لوٹ آئی اور وہ اپنے پختہ معاہدوں کے علی الرغم اسلام اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے پیروکاروں کی تباہی کی سازش کے بارے میں غور وفکر کرنے لگے۔

---

[1] سیرت ابن ہشام جلد ۲ ۵۰۳ - ۵۰۴

یہود کی معاہدہ شکنی

اور اس طرح مسلمان (بدر میں فتح یاب ہونے کے بعد) مدینہ کے اندر ان پریشانیوں کا سامنا کرنے لگے جنہیں یہود نے (منافقین کی مدد سے) مسلمانوں کے مشغول کرنے اور ان کے اتحاد کو پارا پارا کرنے کے لیے پیدا کیا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس بات کے خواہش مند تھے کہ مدینہ میں مکمل طور پر امن ہو اور اس کے باشندے (دین کے اختلاف کے باوجود) اسلام کی دعوت کے مزاج کے مطابق باہم پُر امن رہیں اور مشرکین عرب کے متوقع حملوں کے مقابلہ کیلئے فارغ ہوں اور خصوصاً اہل مکہ کے مقابلہ کے لیے جن کے متعلق مسلمانوں کو یقین تھا کہ عنقریب وہ ان کے خلاف ایک ہمہ گیر[1] جنگ برپا کریں گے تاکہ اپنی اس ساکھ کو بحال کریں جسے وہ معرکۂ بدر میں کھو چکے ہیں۔

لیکن یہ یہودی (حبِ اسلام کا مظاہرہ کرنے اور مسلمانوں کے ساتھ پُر امن رہنے کی رغبت کے اظہار کے برعکس) ان کے لیے ہر روز نئی پریشانیاں پیدا کرنے لگے اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف پریشانیوں کو ہوا دینے لگے اور مسلمانوں کے احساس کو بھڑکانے لگے اور انہیں مضطرب کرنے لگے، بلکہ ان میں سے بعض تو اعلانیہ طور پر مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنے کی دعوت دینے لگے اور مسلمانوں اور یہودیوں کے

---

[1] میجر جنرل محمود شیت خطاب نے کہا ہے کہ حرب شاملہ یا حرب اجماعیہ ایک فوجی اصطلاح ہے جس سے مراد جنگ میں فتح حاصل کرنے کے لیے تمام مادی اور معنوی امکانات کو اکٹھا کرنا ہے اور جرمن لوگ اقوام پر فخر کرتے تھے کہ انہوں نے سب سے پہلے اس جنگ کے طریق کو جنگ عالمگیر ثانی میں اختیار کیا ہے حالانکہ مسلمانوں نے اسے چودہ سو سال پیشتر اختیار کیا تھا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ (انفروا خفافا وثقالا وجاھدوا باموالکم وانفسکم فی سبیل اللہ)

درمیان طے شدہ معاہدہ کی لفوص کے برخلاف، عربوں کے بت پرست قبائل کو ان کے خلاف جنگ پر اُبھارنے لگے۔

اور مسلمان (اس کے باوجود) ان سب باتوں کا بڑے صبر و تحمل سے مقابلہ کرتے رہے اور یہودیوں کو نصیحت کرنے اور پُر امن طریقوں سے انہیں صحیح راہ پر واپس لانے کے لیئے مقدور بھر کوشش کرتے رہے۔

لیکن یہودی اپنی گمراہی میں بڑھ گئے اور ان کی سرکشی میں اضافہ ہو گیا اور وہ مسلمانوں کے ساتھ فساد انگیزی میں بڑھ گئے اور انہیں چیلنج کرنے اور انہیں مغلوب کرنے میں اضافہ کر دیا۔

بنو قینقاع کے یہودیوں کا فتنہ

بنو قینقاع (جو مدینہ کے باشندے تھے) نے سب سے پہلے مسلمانوں کے خلاف شرارت کی اور انہیں پریشان کیا اور ان سے ٹھٹھا کیا اور ان کی تحقیر کی اور وہ مدینہ کے سرمایہ داروں میں سے تھے اور وہاں ان کے جنگی قلعے بھی تھے۔

یہودیوں میں سے سب سے پہلے انہوں نے عہد شکنی کی، ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ

عاصم بن عمر بن قتادہ نے مجھ سے بیان کیا کہ یہودیوں میں سے سب سے پہلے بنو قینقاع نے اس معاہدہ کو توڑا جو ان کے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان تھا اور بدر و اُحد کے درمیان جنگ کی۔

ان کا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو چیلنج کرنا

اور جب بنو قینقاع کے یہودیوں کا معاملہ ناہموار ہو گیا اور ان کی سرکشی میں اضافہ ہو گیا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو (ایک کانفرنس میں جسے آپ نے مدینہ میں ان کے بازار میں منعقد کیا) جمع کیا

اور اس میں آپ نے ان کی اصلاح کرنے اور انہیں ان کی گمراہی سے واپس لانے اور دوبارہ صحیح راہ پر لانے اور مسلمانوں اور یہودیوں کے درمیان طے شدہ معاہدہ کی نصوص کا پابند بنانے کی کوشش کی۔

پس آپ نے انہیں نصیحت کی اور ظلم کے انجام سے متنبہ کیا اور انہیں وہ تلخ پھل بھی یاد کرائے جو قریش نے بدر کے روز ظلم وعدوان کے حاصل کے طور پر چکھے تھے لیکن (اس نبوی خیر خواہی اور مخلصانہ اصلاحی کوشش کے بالمقابل) یہود کا جواب حد درجہ بے شرمانہ اور تکبر و تحدی کا ملغوبہ تھا، انہوں نے اس کانفرنس میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خیر خواہی کا جواب دیا۔

اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم آپ کی قوم کے لوگ ہیں (یعنی قریش ہیں) آپ کو یہ بات دھوکہ نہ دے کہ آپ نے ایک قوم سے جنگ کی ہے ان لوگوں کو جنگ کا علم نہیں ہے اور آپ کو موقع مل گیا ہے اب رہے ہم تو قسم بخدا اگر ہم نے آپ سے جنگ کی تو آپ کو ضرور علم ہو جائے گا کہ ہم ہی اصل لوگ ہیں[1]

اور اس حقارت اور چیلنج کے سامنے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا غصہ پی لیا اور انہیں چھوڑ دیا اور مسلمان صبر کے ساتھ انتظار کرتے رہے کہ زمانہ اس سے کیا فساد پیدا کرتا ہے۔

پہلا شرارہ

(بنو قینقاع کے یہودیوں) کی سرکشی بے قابو ہو گئی اور وہ اپنی گمراہی پر قائم رہے اور مسلمانوں سے چھیڑ چھاڑ کرنے اور ان سے متعرض ہونے میں لگے رہے حتیٰ کہ وہ پہلا شرارہ ہو گیا جسے انہوں نے (بنو قونی سے) اپنے ہاتھوں سے بھڑکایا تھا اور انہوں نے اس فتنہ کی آگ سے جس کے شعلے کو انہوں نے بھڑکایا تھا اپنے آپ کا گھیراؤ کر لیا اور اس سے ان کی سرکشی اور ظلم اور خیانت

---

[1] سیرت ابن ہشام جلد ۲ ص ۴۷

کے لیے ایک رکاوٹ پیدا کردی۔

بیان کیا گیا ہے کہ ایک مسلمان عورت اپنے زیورات کو بنو قینقاع کے بازار میں فروخت کرنے آئی اور جب وہ وہاں ایک سنار کے پاس بیٹھی تو یہود کی ایک جماعت اس کے گرد جمع ہوگئی اور وہ اُسے چھیڑنے لگے اور اس کے شعور کو زخمی کرنے لگے اور انہوں نے چاہا کہ وہ اپنے چہرے کو برہنہ کردے مگر اس نے یہ بات نہ مانی تو ایک یہودی سنار نے اس کے کپڑے کے کنارے کو اس کی پشت سے گرہ لگادی (اور اُسے اس کا کچھ علم نہ تھا) پس جب وہ کھڑی ہوئی تو اس کی شرمگاہ ننگی ہوگئی اور یہودیوں نے اسے ٹھٹھا مذاق کیا تو اس عورت نے فریاد کی اور ایک مسلمان نے جو وہاں موجود تھا اس نے یہودی سنار پر حملہ کرکے اُسے قتل کردیا اور یہودیوں نے مسلمان پر حملہ کردیا اور اسے قتل کردیا۔

محاصرہ اور سپردگی

اس طرح بنو قینقاع نے پہلے شرارے کو بھڑکایا اور ان کے اور مسلمانوں کے درمیان جنگ برپا ہوگئی اور جنگ کی تیاری کے لیے یہودی جلدی سے اپنے قلعوں کی طرف گئے اور ان میں محفوظ ہوگئے اور یہ ۱۵ شوال ۲ھ کا واقعہ ہے (یعنی معرکہ بدر کے تقریباً ۲۵ دن بعد کا)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پندرہ دن ان کا محاصرہ کیا اور انہوں نے آپ سے جنگ کی اور جب ان کا سخت محاصرہ ہوا تو وہ سپردگی کی طرف مجبور ہوئے اور انہوں نے کسی شرط اور قید کے بغیر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم مان لیا اور یہ محاصرہ حضرت ابولبابہ بشیر بن عبدالمنذر کی قیادت میں ہوا تھا اور بعض آپ کو رفاعہ بن عبدالمنذر کا نام دیتے ہیں[1]

---

[1] آپ کے حالات ہماری کتاب غزوۂ بدر میں قبل ازیں بیان ہوچکے ہیں۔

اور یہ قابلِ ذکر ہے کہ دیگر یہودی جماعتیں جو مدینہ اور اس کے نواح میں رہتی تھیں انہوں نے (باوجود مسلمانوں کے خاتمہ کی خواہش کے) اپنے ان بنو قینقاعی بھائیوں کی مدد کی جرأت نہیں کی جنہوں نے مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنے کی جرأت کی تھی۔

رئیس المنافقین کی ثالثی

عبداللہ بن ابی بن سلول خزرجی[1] (رئیس المنافقین) بنو قینقاع کا حلیف تھا پس جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو ان پر قابو دیا تو ابن ابی سلول نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر آپ سے اپیل کی کہ آپ ان کے متعلق (اس کا حلیف ہونے کی وجہ سے) عفوِ عام کا اعلان کریں اور عبداللہ بن ابی کی متکرر کوششوں کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان یہودیوں کے متعلق اس شرط پر عفوِ عام کا اعلان فرمایا کہ وہ مدینہ سے نکل جائیں اور اس میں مسلمانوں کے پڑوسی بن کر نہ رہیں۔ پس وہ نکل گئے اور اللہ تعالیٰ نے مدینہ کو ان کے شرور اور سازشوں سے پاک کر دیا۔

اور ابن اسحاق نے بیان کیا ہے[2] کہ جب بنو قینقاع نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے کو تسلیم کر لیا تو عبداللہ بن ابی بن سلول نے آپ کے پاس آکر کہا

اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم، حلیفوں سے اچھا سلوک ——— وہ خزرج کے حلیف تھے ——— رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے جواب دینے میں دیر کی تو ابن ابی نے اپنی اپیل کو دہرایا تو آپ نے اس سے اعراض کیا تو اس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قمیص کے گریبان میں اپنا ہاتھ ڈال دیا تو آپ کا رنگ متغیر ہو گیا اور آپ نے اُسے فرمایا مجھے چھوڑ دو اور آپؐ ناراض ہو گئے حتیٰ کہ انہوں نے آپ کے چہرے پر اس کا پرتو دیکھا پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ناراضگی کی حالت میں دوبارہ فرمایا تو ہلاک ہو جائے

---

[1] اس کے حالات ہماری کتاب غزوہ بدر میں بیان ہو چکے ہیں۔

[2] سیرت ابن ہشام جلد ۲ صفحہ ۴۸

مجھے چھوڑ دے، ابن ابی کہنے لگا

نہیں، قسم بخدا میں آپ کو نہیں چھوڑوں گا حتیٰ کہ آپ حلیفوں کے بارے میں چار سو بے زرہ اور تین سو زرہ پوشوں کا احسان کریں انہوں نے احمر و اسعد سے مجھے بچایا ہے اور آپ انہیں ایک ہی صبح کو کاٹ دیں گے، قسم بخدا میں گردشوں سے ڈرنے والا آدمی ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ تیرے لیے ہوئے۔

مدینہ سے جلاوطنی

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شرط پر بنو قینقاع کے یہودیوں کو معافی دی کہ وہ مدینہ سے نکل جائیں اور اس میں مسلمانوں کے پڑوسی بن کر نہ رہیں پس وہ شام کے اذرعات[1] کی طرف کوچ کر گئے اور وہاں طویل عرصہ نہیں رہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ہلاک کر دیا[2] اور بنو قینقاع، پہلی یہودی پارٹی ہیں جنہیں مدینہ سے جلاوطن کیا گیا۔

اور باوجود اس کے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو قینقاع کے فتنہ کی آگ کو بجھایا اور اس فتنہ کے بھڑکانے والوں کو عام معافی دی پھر بھی دوسرے یہودیوں نے اس سے نصیحت حاصل نہ کی اور وہ کینے اور مخالفت اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کے متعلق سازشیں کرنے اور پریشانیاں پیدا کرنے اور آپؐ کے خاتمہ اور آپ کی دعوت کے خاتمہ کے لیے مواقع تلاش کرنے میں بڑھتے ہی گئے۔

یہود کے متکبر کی سرکشی

اور کعب بن اشرف طائی[3] جو سود پر بڑا مال دیتا تھا، یہودیوں میں سب سے زیادہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دینے والا اور آپ سے جنگ کرنے کی اعلانیہ

---

[1] اذرعات، شام کے گوشے میں ایک شہر ہے جو ارض بلقاء کے قریب ہے۔

[2] فقہ السیرۃ ص۱۸۶

[3] اس کے حالات ہماری کتاب غزوہ بدر میں بیان ہو چکے ہیں۔

دعوت دینے والا تھا۔ اور یہ کعب، طئیؒ قبیلہ سے تعلق رکھتا تھا پھر بنی نبہان سے تعلق رکھتا تھا اور اس کی ماں بنو نضیر سے تعلق رکھتی تھی اور یہ بڑا سرمایہ دار اور عربوں کے درمیان مشہور خوب صورت لوگوں میں تھا اور جب اسے اطلاع ملی کہ بدر میں مسلمانوں کو فتح ہوئی ہے تو اس نے کہا بلاشبہ زمین کا بطن، اس کی پشت سے بہتر ہے۔

اور مسلمانوں اور یہودیوں کے درمیان طے پانے والے معاہدات کے باوجود (جن میں قریش کی مدد نہ کرنے کی شرط بھی شامل تھی) اس کعب نے عہد شکنی کی اور وہ قبائل عرب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف بھڑکانے اور آپ کے ساتھ جنگ کی دعوت دینے کے لیے مدینہ سے نکلا حتیٰ کہ وہ مکہ پہنچ گیا اور قریش کو، مسلمانوں کے خلاف بھڑکانے لگا اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ان کے غصے اور کینے کو ہوا دینے لگا۔

اور اس کینہ پرور یہودی نے قریش کو بھڑکانے کے لیے سب طریقے اختیار کیے حتیٰ کہ اس نے اشعار کی اشاعت کی جن میں وہ بدر کے مشرک مقتولین پر روتا ہے اور اس نے اصحاب قلیب (کنوئیں والے) پر روتے ہوئے کہا

بدر کی چکی نے اپنے اہل کو ہلاک کر دیا ہے اور بدر جیسے واقعہ پر رویا اور آنسو بہائے جاتے ہیں اور جب یہ کعب، مکہ میں تھا تو ابوسفیان نے اس سے پوچھا، فریقین میں سے کون سا زیادہ راہِ ہدایت پر ہے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور آپ کا اسلام یا قریش اور ان کے بت؟ اس نے کہا تم زیادہ راہِ ہدایت پر ہو۔

پس اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں یہ آیت نازل فرمائی (الم تر الی الذین اوتوا

لہ طئیؒ (ط کی زبر کے ساتھ) کہلان کے قبائل میں سے ایک عظیم قبیلہ ہے جو قحطانی ہیں اور یہ طئی بن اُدد بن لیشجب بن عریب بن زید بن کہلان کی طرف منسوب ہوتا ہے ان کی فرودگاہیں یمن میں ہیں پھر یہ وہاں سے کوچ کر کے نجد کی طرف آگئے اور اپنی کثرت کی وجہ سے حجاز، شام اور عراق میں پھیل گئے۔

نصیباً من الکتاب یؤمنون بالجبت والطاغوت ویقولون للذین کفروا ھؤلاءِ اھدی من الذین اٰمنوا سبیلا، اولٰئک الذین لعنھم اللّٰہ ومن یلعن اللّٰہ فلن تجد لہٗ نصیراً[1]

متکبر کا قتل

اور جونہی کعب بن اشرف اپنے اس شر انگیز سفر سے واپس آیا اس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کرنے کے لیے قریش کو جمع کیا[2] اور جب یہ مدینہ واپس آیا تو یہ اعلانیہ عداوت کا اظہار کرنے لگا اور لوگوں کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں سے جنگ کرنے کے لیے بھڑکانے لگا۔

اور اس نے صرف اسی پر اکتفاء نہ کیا بلکہ مسلمانوں کے احساس کو چیلنج کیا اور اپنے اشعار میں صریحاً ان کی عورتوں کے نام لے کر ان کی تشبیب کہی جس سے مسلمانوں کو دکھ ہوا۔

اس طرح کعب بن اشرف اس محارب دشمن کے مقام پر ہو گیا جس کا کوئی عہد و پیماں نہیں ہوتا اور مسلمانوں کے امن کو برباد کرنے لگا اور ان کے وجود کے لیے خطرہ بن گیا پس اس کے تصرفات کو روکنا ضروری ہو گیا تاکہ اُمت اس کے شر اور مصیبت سے نجات پائے خصوصاً ان نازک حالات میں جو (مسلمانوں کی نسبت سے) استثناء کی حالات کی مانند تھے۔

پس یہ سُود پر مال دینے والا یہودی اور اس کے مددگار ایک جنگی محاذ بن گیا جو مدینہ کے اندر مسلمانوں کو دھمکاتا تھا اور اس کی خاص وجہ یہ تھی کہ یہ کعب، عرب کے سرمایہ داروں کا بڑا سرمایہ دار تھا اور مدینہ کے نواح میں اس کا ایک مضبوط قلعہ تھا اور

---

[1] النساء، ۵۲ ۔ [2] میجر جنرل خطاب کے قول کے مطابق تحشد کا اصول، جنگ کے اصولوں میں سے ہے اور وہ لازماً زمان و مکان کی سب سے بڑی فوجی قوت کو اکٹھا کرتا ہے۔

اس کے ارد گرد بہت سے یہودی تھے جن کو اس عہد کے توڑنے پہ بھڑ کا ناجوان کے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان تھا اس کے ارکان میں تھا اور مدینہ کے اندر مسلمانوں پر اچانک تباہ کن حملہ کرنے کا بھی ان سے معاہدہ کر رہا تھا۔

اس لیے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ایچڑ دشمن سے نجات حاصل کرنے کا فیصلہ کیا اور آپ نے حضرت محمد بن مسلمہ انصاری[1] کو، انصار کی ایک جماعت کے ساتھ اس کے قتل پر مقرر کیا، انہوں نے مدینہ کے نواح میں اس کے قلعے کے باہر اس کے قتل کی ذمہ داری سنبھالی جیسا کہ تاریخ کی بنیادی کتب میں مفصل بیان ہوا ہے۔

یہود کا عجز

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو قینقاع کے عہد شکنی کرنے اور کعب بن اشرف کے معاہدات کی توہین کرنے کے بالمقابل جو دانشمندانہ مواقف اختیار کیے، ان سے یہود کو یقین ہو گیا کہ جب امن سے کھیلنے والوں اور پریشانیاں پیدا کرنے والوں اور معاہدات کا احترام نہ کرنے والوں کو نصیحت نے فائدہ نہ دیا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم طاقت کے استعمال میں ہرگز سہل انکاری سے کام نہ لیں گے۔

اور کعب بن اشرف کے قتل سے، اژدہے بیکل ہو کر جلدی سے اپنے بلوں میں جا گھسیں گے اور مسلمانوں کو یقین سا ہو گیا کہ یہودی دکم از کم ان حالات میں) مسلمانوں کو ایذا دینے کے لیے یا ان کے خلاف مشرکین کی مدد کرنے کے لیے اپنی جانوں کو ہرگز خطرے

---

[1] محمد بن مسلمہ اوسی انصاری حارثی، آپ جلیل القدر صحابہ اور مشہور امراء میں سے ہیں آپ بدر میں شامل ہوئے اور اُحد کے روز، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ثابت قدم رہنے والوں میں تھے آپ نے تبوک کے سوا سب معرکوں میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شرکت کی اور حضرت عمر بن الخطاب، والیوں کی نگرانی اور ان کے خلاف تفتیش کرنے میں آپ پر اعتماد کرتے تھے، آپ حضرت علی کے زمانے میں فتنہ سے الگ رہے اور دونوں جانب شامل نہ ہوئے آپ نے ۴۳ھ میں مدینہ میں وفات پائی۔

میں نہیں ڈالیں گے۔

اس طرح (ایک طرح سے) مدینہ کے اندرونی حالات پُرسکون ہو گئے اور یہود کو اپنی جانوں کی پڑ گئی اور انہوں نے اپنے متکبر (کعب بن اشرف) کے قتل کی وجہ سے کسی ساکن کو حرکت نہ دی بلکہ سکون اختیار کیے رہے اور یہ اظہار کیا کہ وہ اپنے عہد پر قائم ہیں۔

اس موقع پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان اہم واقعات کے مقابلے کے لیے فارغ ہو گئے جن کا حدوث مدینہ سے باہر، شرکِ اعراب اور خاص طور پر ان قریش کی طرف سے ہونا متوقع تھا جن کے متعلق مسلمانوں کو یقین تھا کہ عنقریب وہ بدر میں قریش کو پہنچنے والی ذلت کے انتقام میں ان کے خلاف ایک وسیع جنگ کے لیے کھڑے ہو جائیں گے اور عملاً یہ منتظرہ جنگ ہوئی اور باغی قریش نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحن میں تین ہزار جانبازوں کی فوج کے ساتھ آپ کے ساتھ جنگ کی اور ایک تباہ کن معرکہ میں شرک، توحید کے ساتھ گتھ گیا۔ یہ جنگ مدینہ کے نواح میں ہوئی اور یہی وہ معرکہ ہے جس کا بیان ہمارا مقصود ہے۔

معرکہ اُحد سے قبل فوجی سرگرمیاں

معرکہ بدر اور معرکہ اُحد کے درمیان ایک جانب سے مسلمانوں اور دوسری جانب سے قریش اور کچھ یہودیوں اور مشرکین عرب کے درمیان کچھ جھڑپیں ہوئیں اور ان جھڑپوں میں، قریش، اعراب اور یہودی، ایک محاذ نہ تھے' یہ صرف متفرق جھڑپیں تھیں جو زیادہ تر ان مسلمانوں کی طرف سے ہوئیں جو فریقین میں سے زیادہ سرگرم اور ان دشمنوں پر اچانک حملہ کرنے اور انہیں ان کی جگہوں سے ظلم کے لیے حرکت کرنے سے قبل ضرب لگانے کے لیے زیادہ تیز تھے۔ اور معرکہ اُحد سے قبل جو عسکری کارروائی ہوئی وہ فوجی گشتی دستوں کی مانند ہے جو مسلمانوں نے کی یعنی اس دوران میں معلوم نہیں ہو سکا کہ جن معرکوں میں فریقین نے جنگ کی انہیں کیا نام دیا جائے۔

مسلمانوں کے گشتی دستے

مسلمانوں نے معرکہ بدر و اُحد کے درمیان جو فوجی کارروائیاں کیں ان کا خلاصہ مندرجہ ذیل ہے۔

۱۔ بنو قینقاع کا محاصرہ

مسلمانوں نے مدینہ کے اندر بنو قینقاع کے یہودیوں کا ان کے قلعوں میں محاصرہ کر لیا اور یہ ۳ھ کے ماہ شوال کے اوائل کا واقعہ ہے اور اس محاصرے کے نتیجے میں بنو قینقاع نے تابعداری اختیار کر لی پھر انہیں مدینہ بدر کر دیا گیا اور اس کی تفصیل پہلے بیان ہو چکی ہے

۲۔ کعب بن اشرف کا قتل

حضرت محمد بن مسلمہ انصاری نے انصار کی ایک جماعت کے ساتھ اس کے قتل کی ذمہ داری لی جیسا کہ اس کی تفصیل پہلے بیان ہو چکی ہے۔

۳۔ غزوہ بنی سلیم[1]

یہ[1] ایک جنگی گشتی دستہ تھا جسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بنی سلیم اور غطفان[2] کی منازل تک لے گئے جو قرقرۃ[3]

---

[1] سُلَیم (پہلے حرف کی پیش اور دوسرے کی زبر کے ساتھ) یہ قیس بن عیلان کا ایک عظیم قبیلہ ہے اور عدنانی ہے اور یہ مضر کے مشہور قبائل میں سے ہے اس قبیلہ کی منازل نجد کے بالائی حصے میں ہیں اور یہ قبیلہ متعدد قبائل و بطون میں متفرق ہے جنہوں نے میدانوں اور پہاڑوں کو بھر دیا ہے اور سُلَیم کا نام متعدد غیر عدنانی قبائل پر بھی اطلاق پاتا ہے اور ان قبائل میں سُلَیم قبیلہ بھی ہے جو جذام سے تعلق رکھتا ہے اور وہ قحطانی قبائل میں سے ہے اور سلیم قبیلۂ الازدان کا ایک بطن ہے جو جدنہ سے تعلق رکھتا ہے جو ثمر القحطانیہ سے ہے اور بنی مالک کا ایک قبیلہ بھی ہے جو جہینہ سے تعلق رکھتے ہیں اور اس عظیم قبیلہ کے بطون افریقہ، شام اور عراق میں پھیلے ہوئے ہیں اور عراق سوڈان اور اردن کے متعدد قبائل ہمیشہ ہی آج تک اس نام (سلیم) سے موسوم ہوتے ہیں۔

[2] غطفان بن سعد: یہ کہلان سے تعلق رکھنے والا ایک عظیم یمانی قبیلہ ہے جو قحطانی ہے اور وہ بنو غطفان بن سعد بن مالک بن حرام بن جذام ہیں یہ قبیلہ یمن سے دور ہوا اور اس نے بنو سلیم کے پڑوس میں نجد کو وطن بنایا۔

[3] قرقرۃ الکدر: بنی سلیم کا ایک پانی ہے اسکے اور مدینہ کے درمیان آٹھ مراحل کا فاصلہ ہے۔

الکدر میں واقعہ ہیں اور یہ منطقہ، مکہ اور شام کے درمیان مشرقی تجارتی حیاتیاتی راستے پر واقع ہیں اور اس گشتی دستے کا قیام کا باعث یہ تھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی کہ غطفان اور سلیم کے قبائل نے باہم اتحاد کر لیا ہے اور مدینہ سے جنگ کرنے کے لیئے سب سے بڑی فوج جمع کر رہے ہیں، سو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تادیبی دستے کو بھیجا جو دو سو سواروں پر مشتمل تھا۔

اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان جمع شدہ قبائل کو اچانک ان کے گھر کے صحن میں جا لیا اور وہ اس طرح کہ آپ اپنی سریع افواج کے ساتھ اکٹھ کے مقام پر پہنچ گئے اور غفلت کی حالت میں اچانک ان پر جا پڑے اور وہ صرف مسلمانوں کے پہنچنے پر ہی بھاگ گئے اور وادی میں پانچ سو اونٹ چھوڑ گئے جن پر مدینہ کی فوج نے قبضہ کر لیا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس غنیمت کے چار اخماس کو، فوج کے افراد کے درمیان تقسیم کر دیا اور ان میں سے ہر شخص کو دو اونٹ ملے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی فوج کے ساتھ دیار سلیم و غطفان میں مسلمانوں کی ہیبت کے اظہار کے لیئے اور دشمن کو خوفزدہ کرنے کے لیئے ٹھہرے رہے۔ پھر کسی جنگ کے بغیر اپنے راستے پر مدینہ واپس آ گئے اور گشتی دستہ ۲ھ کے ماہ شوال کے آخر میں تیار ہوا تھا۔

۴۔ غزوہ سویق یہ ایک تعاقب کرنے والا دستہ تھا جسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قرشی فوج کے تعاقب کے لیئے مرتب کیا تھا جس نے ابو سفیان بن حرب کی کمان میں اچانک مدینہ پر رات کو غارت گری کی تھی۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ بدر سے واپسی پر ابو سفیان نے نذر مانی کہ وہ جب تک محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ نہ کرے، خباثت سے اپنے سر کو نہیں دھوئے گا لہذا اس نے قریش کے دو سو سواروں کو تیار کیا اور انہیں مدینہ کے علاقے تک لے گیا لیکن اس نے اس فوج کے ساتھ مدینہ پر حملہ کرنے کی جرأت نہ کی بلکہ اس نے سمندری ڈاکوؤں

کی مانند کارروائیاں کیں اور وہ یوں کہ اس نے اپنی فوج کے ساتھ مدینہ سے دور مسافت پر پڑاؤ کیا پھر رات کی تاریکی میں چھپ کر مدینہ آیا اور بنو نضیر کے سردار سعدم بن مشکم یہودی کے ہاں اُترا اور غدار نے اُسے پناہ دی اور اُسے مسلمانوں کی کمزوریوں سے آگاہ کیا پھر وہ اپنی چھاؤنی کی طرف واپس چلا گیا۔

اور جب وہ اپنے لوگوں کے پاس واپس گیا تو اس نے جانبازوں کی ایک چھوٹی سی جماعت کو بھیجا جس نے مدینہ کی ایک طرف جسے العریض کہا جاتا ہے غارت گری کی تاکہ وہ تخریبی کارروائیاں کر سکیں اور عملاً اس چھوٹی سی جماعت نے چوری چھپے کچھ کھجوروں کے درخت جلا دیئے اور مسلمانوں کے دو آدمیوں کو قتل کر دیا جو وہاں کام کرتے تھے پھر قریشی جماعت وادی میں اپنی چھاؤنی میں بھاگ گئی۔

مسلمانوں کو فوراً اس خفیہ کارروائی کا علم ہو گیا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (اپنے اصحاب کی فوج کا سالار بن کر) ابوسفیان کے تعاقب کے لیئے جلدی سے کام کیا اور اس کے تعاقب میں سنجیدگی اختیار کی لیکن ابوسفیان بھاگ گیا کیونکہ اس کا دستہ ان سواروں کا تھا جنھوں نے اپنے کھانوں کی چیزوں کو بھاگنے کے دوران پھینک دیا تاکہ وہ زیادہ تیزی سے بھاگ سکیں۔

اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم، ابوسفیان کے تعاقب میں متعلقہ قرقرۃ الکدرۃ تک پہنچ گئے پھر بغیر کسی جنگ کے مدینہ واپس آ گئے اور یہ کارروائی ماہ ذوالحجہ ۲ھ میں ہوئی۔

۵۔ غزوہ ذی امر یہ سب سے بڑا فوجی دستہ تھا جس کی کمان حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ سے باہر معرکہ اُحد

---

[1] اس روز قریش کے گزارے کا مواد، ستو تھے اس لیئے اس غزوہ کو اس مواد کے نام پر غزوہ سویق کا نام دیا گیا ہے جن کے پھینکنے سے وہ ہلکے ہو کر خوب بھاگے۔

سے قبل کر رہے تھے اور اس دستہ کے جوانوں کی تعداد چار سو پچاس جانبازوں تک پہنچی ہوئی تھی جو پیدل اور سوار تھے اور اس دستہ کا باعث یہ تھا کہ مدینہ کی انٹیلی جنس[1] نے کمان کو خبر کر دی کہ ثعلبہ[2] اور محارب[3] کی بہت بڑی فوج ذی امر میں اکٹھی ہو ئی ہے اور ان کا مقصد اطراف مدینہ پر حملہ کرنا ہے۔

پس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دستور کے مطابق، اعراب کو خوفزدہ کرنے میں سرعت سے کام لیا اور اس بڑے دستے کو تیار کیا اور ان اعراب کو حرکت کرنے سے قبل ان کے گھروں میں ضرب لگانے کے لیے بنفس نفیس اس کی قیادت کی۔

اسی دوران میں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی فوج کے ساتھ دشمن کی طرف جا رہے تھے کہ آپ کے سپاہیوں نے بنی ثعلبہ کے ایک شخص کو پکڑ لیا جو دستے کا مقصود تھا، اُسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا گیا تو آپ نے اُسے دعوتِ اسلام دی اور وہ مسلمان ہو گیا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے حضرت بلال کے چھوٹے دستے میں شامل کر دیا۔

پھر اس شخص نے (جس کا نام حباب تھا) حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ وہ (بنی ثعلبہ اور محارب) ہرگز آپ سے جنگ نہیں کریں گے خواہ وہ اپنی طرف آپ کی روانگی کے متعلق سُن بھی لیں، وہ پہاڑوں کی چوٹیوں پر بھاگ جائیں گے پھر یہ شخص، دشمن کے علاقے کی طرف جیش نبوی کا راہنما بن گیا۔

---

[1] استخبارات، دشمن کی نیت کے متعلق مختلف طرف سے معلومات حاصل کرنا بعض حکومتوں میں استخبارات کے شعبہ کو امن کا شعبہ کہتے ہیں اور بعض حکومتوں میں تحقیق و مطالعہ کے شعبہ پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ [2] بنو ثعلبہ بن امیہ یہ ان غطفانیوں کا قبیلہ ہے جن کے حالات پہلے بیان ہو چکے ہیں اور ثعلبہ بہت سے قبائل عرب کا نام ہے جن میں سے قبیلہ ثعلبہ بھی ہے جو کہلان قحطانیہ سے ہے۔ [3] محارب ہیت بن بشتہ کا ایک بطن ہے جو سلیم عدنانیہ سے تعلق رکھتا ہے اور یہ قبائل نجد ہیں۔

اور قبل اس کے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان قبائل کے اکٹھ کی جگہ پر پہنچتے انہیں مدینہ کے دستے کی خبر پہنچ گئی اور انہوں نے بھاگنے میں جلدی کی اور پہاڑوں کی چوٹیوں میں منتشر ہو گئے اور اکٹھ کا قائد، نبی محارب کا ایک شخص تھا جس کا نام دعثور بن الحرث غطفانی تھا۔

اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اکٹھ کی جگہ پر پہنچ گئے اور وہ ایک پانی ہے جس کا نام ذی امر ہے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم وہاں پر اپنی فوج کے ساتھ پورا ایک ماہ قیام کرنے کے بعد واپس مدینہ آئے تا کہ اعراب کو مسلمانوں کی طاقت کا پتہ چل جائے اور جس شخص کا نفس اس سے ان کے استخفاف کے متعلق بات کرے وہ ڈر جائے اور اس دستے کو ماہ محرم ۳ھ میں قائم کیا گیا۔

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی کوشش

نبی ثعلبہ اور محارب کے قبائل جو مسلمانوں کی فوج سے ڈر کر بھاگ گئے تھے، کے قائد نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی کوشش کی آپ اس وقت ذی امر میں پڑاؤ کئے ہوئے تھے (قبائل کے اکٹھ کی جگہ پر)

اس کی تفصیل یہ ہے کہ اسلامی فوج کو بارش نے تکلیف دی اور اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کے کپڑے بھیگ گئے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں کپڑے جو آپ کے پاس تھے اتار دیئے اور انہیں درخت پر خشک ہونے کے لیے پھیلا دیا پھر آپ پہلو کے بل لیٹ گئے اس طرح باقی سپاہی بھی بارش کی تکلیف کے باعث مشغول ہو گئے، اس حالت میں دشمن قبائل کے قائد دعثور نے چپکے سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کی مشغولیت کے باعث، آپ کو قتل کرنے کا موقع پالیا اور دعثور، شجاع اور نڈر آدمی تھا اور اس کی قوم نے اُسے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

کے قتل کرنے پر اکسایا تھا اور اس نے انہیں کہا تھا کہ اگر میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل نہ کروں تو اللہ مجھ پر لعنت کرے۔

اور یہ دعثور (بغیر اس کے کہ کسی کو اس کا علم ہو) چپکے سے کھسک جانے میں کامیاب ہوگیا حتیٰ کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ گیا اور آپ کو اس وقت پتہ چلا جب دعثور آپ کے سر پر تلوار سونتے آپ پر حملہ کرنے کے لیئے کھڑا تھا اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نہتے تھے اور آپ کے ہاتھ میں کوئی ہتھیار نہ تھا، پھر دعثور نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا اب آپ کو مجھ سے کون بچا سکتا ہے؟

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ـــــ اللہ

یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ اچانک دعثور اپنی پشت کے بل گر پڑا اور تلوار اس کے ہاتھ سے گر پڑی تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے پکڑ لیا اور پھر دعثور سے کہنے لگے (اور تلوار اس کے سر پر سونتی ہوئی تھی)

تجھے مجھ سے کون بچا سکتا ہے؟

اس نے کہا ـــــ کوئی نہیں، پھر اس نے فوراً اپنے اسلام کا اعلان کر دیا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تلوار اُسے واپس دے دی اور وہ اپنی قوم کی طرف انہیں دعوت اسلام دینے چلا گیا اور اس نے انہیں بتایا کہ جس شخص نے اُسے زمین پر گرایا حتیٰ کہ تلوار بھی اس کے ہاتھ سے گر گئی وہ ایک طویل قامت شخص تھا جس نے اس کے سینے پر ہاتھ مارا، اور اس نے انہیں کہا مجھے معلوم ہے کہ وہ فرشتہ تھا پس میں مسلمان ہوگیا۔

اور ابن کثیر نے البدایۃ والنہایۃ میں بیان کیا ہے کہ جس نے دعثور کو زمین پر گرایا حتیٰ کہ تلوار بھی اس کے ہاتھ سے گر پڑی وہ جبریل تھے جنھوں نے اس کے سینے پر ہاتھ مارا تو وہ زمین پر گر پڑا اور یہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی دوسری کوشش تھی اور اس واقعہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ہے۔

یا ایھا الذین اٰمنوا اذکروا نعمۃ اللّٰہ علیکم اذ ھمّ قوم اَن یبسطوا الیکم اَیدیھم فکف اَیدیھم عنکم، واتقوا اللّٰہ، وعلی اللّٰہ فلیتوکل المومنون[1]۔

۶۔ غزوہ بحران[2]

اور یہ ایک بڑا جنگی گشتی دستہ تھا جو تین سو جانبازوں پر مشتمل تھا، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس اسے دیار بنی سلیم تک لے گئے جن کے متعلق آپ کو اطلاع ملی تھی کہ وہ اس منطقہ کے قبائل سے مدینہ سے جنگ کرنے کے لیے بہت بڑی فوج اکٹھی کر رہے ہیں۔

پس آپ اپنی فوج کے ساتھ جلدی سے ان کی طرف گئے اور تیزی سے چلے تاکہ ان پر ان کے حرکت کرنے سے قبل اچانک حملہ کر دیں جیسا کہ اعراب کی تادیب میں آپ کا دستور تھا۔

لیکن جب بنی سلیم کو اطلاع ملی کہ رسول کریم نے اپنی فوج کے ساتھ ان کی طرف مارچ کر دیا ہے تو وہ پہاڑوں میں منتشر ہو گئے اور جنگ کے لیے نہ ٹھہرے لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم (ان کو خوب خوفزدہ کرنے کے لیے) اپنے گشتی دستے کے ساتھ ان کے گھروں کے درمیان بیٹھ گئے اور دو ماہ قیام کرنے کے بعد وہاں سے کوچ کیا اور اس دستے کا قیام ماہ ربیع الاول ۳ھ میں ہوا۔

۷۔ حضرت زید بن حارثہ کا دستہ

اس دوران میں جو اہم جھڑپیں ہوئیں ان میں وہ فوجی دستہ بھی ہے جس کی کمان حضرت زید بن حارثہ کلبی[3] نے معرکہ بدر کے سات ماہ بعد کی۔

اور اس کی تفصیل یہ ہے کہ معرکہ بدر میں شکست کھانے اور مسلمانوں کے منطقہ یثرب کے غرب میں سمندر تک نگہبان بن جانے کے بعد، قریش اس غربی راستے کے متعلق

---

[1] المائدہ۔ ۱۱ ۔ [2] بحران (با کی زبر اور پیش کے ساتھ) سیرت حلبیہ میں بیان ہوا ہے کہ یہ حجاز میں ایک مشہور جگہ ہے اس کے اور مدینے کے درمیان ۷۲ میل کی مسافت ہے ۔ [3] آپ کے حالات قبل ازیں غزوہ بدر میں بیان ہو چکے ہیں۔

مطمئن نہ تھے جس پر وہ اپنی تجارت کے سلسلہ میں شام سے مکہ جاتے تھے اور وہ راستہ یثرب کے قریب سے گزرتا تھا۔

اور یہ راستہ، مکہ سے شام جانے والے اور شام سے مکہ آنے والے قافلوں کے لیئے بہت آسان اور نزدیک تر تھا اور مکی (سینکڑوں سالوں سے) اپنے قافلوں کے ساتھ اس راستے سے گزرتے تھے اور اردن کی موجودہ حدود کے راستے سے شام میں داخل ہو جاتے تھے اور جزیرہ عرب کی نسبت سے یہ قدیم شام کی پہلی حدود ہیں جب کہ (اس وقت) سوریہ، اُردن، فلسطین اور لبنان سب کو شام کہا جاتا ہے حتیٰ کہ جنگ عالمگیر ثانی ہوئی اور یہ موجودہ تقسیم ہوئی۔

اور جب یہ عربی راستہ تقریباً مسلمانوں کی نگہبانی تلے آگیا تو قریش نے فیصلہ کیا کہ ان کے قافلے مسلمانوں کے قبضہ میں آجانے کے خوف سے دوسری بار اس راستے سے نہ گزریں اور یہ فیصلہ اس کانفرنس کے بعد ہوا جو انہوں نے مکہ میں منعقد کی تھی اس میں صفوان بن امیہ[1] نے قریش سے کہا (اور وہ قریش کے بڑے تاجروں اور لیڈروں میں سے تھا)۔ بلاشبہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور آپ کے اصحاب نے (عربی راستے کے نگہبان بن جانے سے) ہماری قباحت ظاہر کی ہے ہمیں معلوم نہیں کہ ہم آپ کے اصحاب سے کیا کریں اور (وہ ساحل کو نہیں چھوڑتے اور اہل ساحل نے ان سے مصالحت کر لی ہے اور ان کے عوام آپ کے ساتھ شامل ہو گئے ہیں ہمیں معلوم نہیں کہ ہم کہاں چلیں اور اگر ہم نے اپنے ان گھروں میں قیام کیا تو ہم اپنے راس المال کھا جائیں گے اور ان کا کچھ باقی نہیں رہے گا اور مکہ میں ہماری زندگی کا دارومدار، گرمیوں میں شام کی تجارت اور سردیوں میں حبشہ کی تجارت پر ہے اور بحث و مناقشہ کے بعد زعمائے قریش کا اس بات پر اتفاق ہو گیا کہ شام کی طرف ان کے تجارتی سفر شرقی راستے سے ہوں اور وہ عربی راستے کی نسبت بہت طویل اور زیادہ صعوبت والا

---

[1] اس کے حالات ہماری کتاب غزوہ بدر میں پہلے بیان ہو چکے ہیں۔

ہے لیکن انہوں نے اس راستے پر چلنے کا فیصلہ اس خیال پر کیا کہ وہ قدیم راستے کی نسبت جس پر مسلمان نگہبان تھے زیادہ پُرامن اور سلامتی کا زیادہ ضامن ہو گا۔

اور قریش اس جدید راستے سے کلیۃً ناآشنا تھے انہوں نے بنو بکر بن وائل کے ایک شخص کو جس کا نام فرات بن حیانؓ[1] تھا کرائے پر حاصل کیا کہ وہ انہیں راستہ بتائے۔

اور عملاً پہلے قریشی قافلے نے اس نئے راستے پر شام کی طرف سفر کیا اور اس قافلے نے صفوان بن امیہ کی قیادت میں ابوسفیان بن حرب اور دیگر لیڈران قریش کی رفاقت میں سفر کیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی انٹیلی جنس کا قافلہ کو پانا۔

اسلامی فوج کی انٹیلی جنس کے ایک جوان کو اس قافلے کے سفر کی خبر معلوم ہوئی تو اس نے جلدی سے اپنے سالار اعلیٰ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچایا اور آپ کو اس نئے منصوبے کی تفاصیل بھی بتائیں جو قریش نے شام کے ساتھ دوبارہ اپنی تجارت کے متعلق تیار کی تھیں۔

اور اس منصوبے کی تفاصیل کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچانے والے سلیط بن نعمانؓ[2] تھے اور یہ واقعہ یوں ہے کہ آپ مدینہ میں ایک شراب کی مجلس میں موجود تھے (یہ شراب کی حرمت سے پہلے کا واقعہ ہے) اس مجلس نے یہود کے قبیلہ میں (کنانہ بن ابی الحقیق

---

[1] فرات بن ثعلبۃ الیشکری ثم العجلی بن سہم کا حلیف۔ اسے حضرت زید بن حارثہ کے دستے نے ارض نجد میں قریش کے قافلے پر غالب آنے کے بعد قید کر لیا پھر یہ مسلمان ہو گیا اور بہت اچھا مسلمان ہوا۔ ابن سعد نے اہل خندق کے طبقہ میں اسکا ذکر کیا ہے اور یہ ان لوگوں میں سے تھا جنہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کی پھر آپکی مدح کی تو آپؐ نے اسے قبول کیا اور رسول اللہؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے یمامہ میں اسے زمین جاگیر میں دی جو چار ہزار کا غلہ پیدا کرتی تھی اور ابن حبان نے بیان کیا ہے کہ یہ فرات سب لوگوں سے بڑھ کر راستوں کا جاننے والا تھا اسی لیے قریش نے اسے منتخب کیا کہ جدید راستے میں وہ ان کا راہنما ہو۔

[2] مجھے آپ کے حالات معلوم نہیں ہو سکے۔

یہودی، نعیم بن مسعودؓ اور اس سلیط بن نعمان کو جمع کیا اور سلیط اپنی قوم کے دین پر تھے اور جب شراب نے نعیم کے سر پر اثر کیا تو آپ نے قافلے کے قبضے کی تفاصیل اور قریشیوں کے اسے شرقی راستے سے لے جانے کے متعلق بات بیان کر دی، پس سلیط نے جلدی سے جا کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچا دی۔

قافلے کی واپسی

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً ایک سو سواروں کا دستہ تیار کیا اور اس کی کمان، حضرت زید بن حارثہ کلبی کے سپرد کی اور انہیں حکم دیا کہ وہ جدید مشرقی راستے کی طرف جائیں جس پر قریش کا قافلہ کا انتظار کریں اور اس پر قابو پائیں حضرت زید اپنے دستے کے ساتھ سرعت سے نجد کی طرف قافلے کی خبر معلوم کرنے گئے۔

اور ابوسفیان کے خبر رساں، مسلمانوں کے اس دستے کا حال معلوم کرنے میں

ؓ نعیم بن مسعود بن عامر اور شجعی، آپ جلیل القدر صحابی ہیں آپ جاہلیت میں بنو قریظہ کے یہود کے قدیم تھے آپ احزاب کی ایک رات کو مسلمان ہو گئے جبکہ احزاب (ابوسفیان کی کمان میں) مدینہ کا محاصرہ کئے ہوئے تھے یہ ۵ھ کا واقعہ ہے اور نعیم حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف سرگرم عمل تھے (احزاب کی فوج میں) پس اللہ نے اسلام کی طرف آپکی راہنمائی کی اور آپ مسلمان ہو گئے پھر آپ نے (یہود یا احزاب کے علم کے بغیر) حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مسلمان ہو کر ملاقات کی اور اپنے آپ کو خدمت رسول میں دیدیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے فرمایا آپ اکیلے آدمی ہیں جہاں تک ہو سکتا ہے ہم سے الگ رہو بلاشبہ جنگ ایک دھوکہ ہے پس آپ نے احزاب کے قائدین اور بنی قریظہ کے قائدین کے درمیان تفرقہ ڈالنے میں اہم کردار ادا کیا جس کا ان کی کشاکش اور ایک دوسرے پر عدم اعتماد کرنے کے سلسلہ میں بڑا اثر پڑا اس بات نے ابوسفیان کو احزاب کا لیڈر بنا دیا اور وہ واپس جانے اور مدینہ کے محاصرہ کو چھوڑنے میں جلدی کرنے لگا اور اس نے بنی قریظہ کو (ملعون کے (تھوڑے) اپنی غداری کی عظیم سزا بھگتنے کے لیے چھوڑ دیا جیسا کہ ہم اپنی اگلی کتاب (غزوۂ خندق و بنی قریظہ) میں اسے تفصیل سے بیان کریں گے انشاءاللہ، حضرت نعیم حضرت علی کی خلافت کے آغاز میں جنگ جمل میں قتل ہوئے اور بعض کا قول ہے کہ آپ نے حضرت عثمان کے زمانے میں وفات پائی ہے۔

کامیاب ہو گئے تھے جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کمان میں مدینہ سے سات ماہ قبل قریش کے قافلہ پر قبضہ کرنے کے لیئے نکلا تھا اور وہ اس قافلے سمیت بچ گیا جس نے ــــ اپنے بھاگنے کے بعد ــــ بدر کا عظیم معرکہ برپا کیا، بلاشبہ اس دفعہ قافلے کے خبر رسانوں کو حضرت زید بن حارثہ کے اس دستہ کی خبر معلوم نہ ہو سکی جس نے اس پر اچانک حملہ کر دیا اور اسے غفلت میں پکڑ لیا اور شاید وہ قافلہ توقع ہی نہ رکھتا ہو کہ مسلمانوں کے گشتی عسکری دستوں کی سرگرمیاں اس دور دراز جگہ تک پہنچ سکتی ہیں اور نجد کے ایک مقام پر جسے قَرَدَہ[1] کہا جاتا ہے، حضرت زید بن حارثہ نے قریش کے قافلے پر جب کہ وہ پانی پر اترا ہوا تھا اچانک حملہ کر دیا اور صفوان بن امیہ اور ابوسفیان اور ان کے ساتھ جو قافلے کے محافظ تھے ان سے صرف یہی ہو سکا کہ وہ اپنے آپ کو بچالے جائیں پس وہ بھاگ گئے" اور قافلے کو کسی مقاومت کے بغیر چھوڑ گئے۔

پس مسلمانوں کے گشتی دستے نے کسی جنگ کے بغیر اس قافلے پر قبضہ کر لیا اور قافلے کے تین محافظ، گشتی دستے کی قید میں آ گئے جن میں قافلے کا راہنما فرات بن حیان بھی تھا۔

اس جنگ میں بڑی غنیمت حاصل ہوئی جس کی اکثریت چاندی اور برتن تھے اور (ابن کثیر کے بیان کے مطابق) اس کی قیمت کا اندازہ ایک لاکھ لگایا گیا ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے چار خمس، دستے کے افراد میں تقسیم کر دیئے اور ایک خمس مصلحت عامہ کے لیئے محفوظ کر لیا اور اس قافلے کی واپسی سے قریش مسلمان سے بہت مضطرب ہو گئے" اور ان کا کینہ اور غصہ ان پر بڑھ گیا اور انہوں نے ان کے گھروں میں ان سے جنگ کرنے کا پختہ ارادہ کر لیا۔

---

[1] بغدادی نے اپنی کتاب مراصد الاطلاع میں بیان کیا ہے کہ قَرَدَہ، نجد میں الشبوت کا اسفل پانی ہے جو الرمہ وادی میں مبنی نعامہ ہے، الرمہ، نجد کے بالائی حصے میں ایک مشہور وادی ہے اور ابن درید نے بیان کیا ہے کہ الرمہ، نجد میں ایک عظیم میدان ہے جس میں تمام وادیاں گرتی ہیں اور اصمعی نے بیان کیا ہے کہ بطن الرمہ" ایک عظیم وادی ہے جو الفلجۃ اور الرثنیۃ کے دائیں جانب سے ہٹ کر ہے۔

فصل دوم

- — منصوبہ بندیاں ——— تیاریاں
- — مطالبات ——— تحرکات
- — میدان کارزار کی حلہ بندی

معرکہ کے اسباب مسلمانوں اور مشرکوں کے درمیان یہ جنگ ہفتے کے روز، بمطابق ۱۵ شوال ۳ھ کو ہوئی اور مشرکین مکہ کے خلاف مسلمانوں کا یہ دوسرا خونریز تباہ کن معرکہ تھا اور یہ (کثرت استعداد اور اس میں گتھ جانے والی افواج کی ضخامت کے لحاظ سے) معرکہ بدر سے بڑا معرکہ تھا۔

اور اس معرکہ کا سبب یہ تھا کہ جب معرکہ بدر میں قریش کو شکست ہوئی اور مسلمانوں نے ان کے قائدین اور زعماء کو قتل کر دیا اور عربوں کے دلوں میں ان کی ہیبت گرا دی تو انہوں نے مسلمانوں سے انتقام لینے کی ٹھان لی اور اپنی ہیبت کی واپسی کیلئے مسلمانوں کے گھر کے صحن میں ان پر حملہ کرنے کا فیصلہ کیا۔

مکہ کے زعماء ایک دوسرے کے پاس گئے اور شکست کے نتیجہ میں جو انہیں رسوائی اور عار حاصل ہوئی تھی اس پر انہوں نے باہم گفتگو کی اور انہوں نے آپس میں اس امر پر

اتفاق کیا کہ اس عار کو مسلمانوں کے ساتھ ان کے گھروں میں جنگ کرکے ہی دور کیا جا سکتا ہے اور معرکہ بدر میں شکست کھانے کے بعد انہوں نے جزیرہ کے باشندوں کے درمیان اپنی جس ممتاز مرکزی حیثیت کو کھویا ہے اس کی واپسی کا صرف یہی واحد ذریعہ ہے۔

۲ معرکہ کے لیئے تیاری

اسی دوران میں کہ مسلمان (معرکہ بدر کے فوراً بعد) اپنے اقتدار کی مضبوطی اور اپنی دعوت کی ضمانت کے لیئے (مدینہ کے اندر اور باہر) اپنی فوجی حرکات اور اجتماعی تنظیمات قائم کر رہے تھے اس کے پہلو بہ پہلو قریش وسیع پیمانے پر اس فیصلہ کن معرکے میں حصے لینے کی تیاریاں کر رہے تھے۔

اور عکرمہ بن ابوجہل[1] اور صفوان بن امیہ اور ابوسفیان بن حرب اور عبداللہ بن ابی ربیعہ[2] معرکہ میں حصے لینے کے لیئے قریش کے زعماء سے زیادہ سرگرم اور پُرجوش تھے اور یہی لوگ قبائل قریش کو ہمیشہ حرکت دیتے تھے بلکہ ان کے پڑوس میں جو کنانہ اور ثقیف کے قبائل رہتے تھے انہیں بھی حرکت دیتے تھے اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف جنگ کرنے میں انہیں اشتراک کرنے پر ابھارتے تھے۔

دستے کا میزانیہ

اور ان عملی تیاریوں کا آغاز یہ تھا کہ اس جنگ کی مالی امداد کے لیئے، جس کے متعلق مکہ نے فیصلہ کیا تھا کہ اسے مسلمانوں پر ضرب لگانے کے لیئے یثرب میں برپا کیا جائے، ضخیم میزانیہ کا تیار کرنا تھا

قریش کے زعماء اپنی پارلیمنٹ (دارالندوہ) میں اس امر کے مشورہ کے لیئے جمع ہوئے اور بحث و تمحیص کے بعد انہوں نے اس تجویز پر اتفاق کیا جسے عکرمہ بن ابوجہل، صفوان ابن امیہ اور عبداللہ بن ربیعہ نے پیش کیا جو پچاس ہزار دینار کے سونے کے محفوظ سرمائے

---

[1] آپ کے حالات قبل ازیں ہماری کتاب غزوہ بدر میں بیان ہو چکے ہیں۔

[2] میں ان کے حالات سے مطلع نہیں ہو سکا ہاں برہان الدین نے سیرت میں بیان کیا ہے کہ یہ مسلمان ہو گئے تھے۔

کا اندازہ کرتی تھی۔ (جو آج کل کے تقریباً دس لاکھ سعودی ریال کے برابر ہے) جو اس جنگ کا میزانیہ تھا اس طرح (قریش کی پارلیمنٹ) نے بالاجماع اس امر پر اتفاق کیا کہ یہ محفوظ سرمایہ اس منحوس قافلے کے احوال سے ہو جسے ابوسفیان معرکہ بدر سے تھوڑا عرصہ قبل مدینہ کی فوج سے بچا کر لایا تھا۔

قریش نے اس قافلہ کو ریزرو کر لیا اور اُسے دار الندوہ کو وقف کر دیا اور اس کے مالکوں کو اس سے کچھ نہ دیا حتیٰ کہ قریش کی پارلیمنٹ نے وہ تجویز پاس کی جو اس قافلے کے احوال سے میزانیہ کے محفوظ سرمائے کا فیصلہ کرتی تھی[1]

اور اللہ تعالیٰ نے قریش کی جنگی تدابیر کے متعلق یہ آیت نازل فرمائی ہے

ان الذین کفروا ینفقون اموالھم لیصدوا عن سبیل اللہ فسینفقونھا ثم تکون علیھم حسرۃ ثم یغلبون[2]

جنگی رضا کار

(صفوان بن امیہ کی پیش کردہ تجویز) کے مطابق قریش کی پارلیمنٹ نے اس بات سے اتفاق کیا کہ ہمسایہ غیر قریشی قبائل کے لیے مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنے کے متعلق رضاکارانہ طور پر مشارکت کا دروازہ کھولا جائے اور قریش اس مہم کے قیام کے لیے نمائندے بھیجیں تاکہ قبائل کنانہ کی اس رضاکارانہ کام میں حوصلہ افزائی کی جائے۔

اور قریش نے اس مہم کے لیے قبیلہ (جُمَح القرشیہ) کے دو شاعروں کو منتخب کیا ان میں سے ایک مسافع بن عبد مناف بن وھب بن حذافہ بن جُمَح تھا[3] اور دوسرا ابو عزۃ

---

[1] دیکھیے سیرت حلبیہ جلد ۲ ص ۱۳۱

[2] انفال۔ ۳۶

[3] سیرت حلبیہ میں ہے کہ اس مسافع کے اسلام کے متعلق معلوم نہیں لیکن ابن عبدالبر کے بیان میں ہے کہ مسافع بن عیاض بن صخر قرشی تیمی کو صحبت حاصل ہے اور وہ شاعر تھا۔

(عمرو بن عبداللہ الجمحی) تھا، ابوعزہ کو صفوان بن امیہ نے بلایا (اور وہ قریش کے سرمایہ داروں میں سے تھا) اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے جنگ کرنے کے لیئے قبائل کنانہ کو رضاکارانہ طور پر آمادہ کرنے کے لیئے اُسے اس مہم کی ذمہ داری اٹھانے کی اپیل کرتے ہوئے کہا،

اے ابوعزہ تو ایک شاعر آدمی ہے پس تو اپنی زبان سے ہماری مدد کر، اس نے کہا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مجھ پر احسان کیا ہے اور میں آپ کے خلاف مدد دینا نہیں چاہتا۔

صفوان نے اُسے ابھارتے ہوئے کہا

"تو ہماری مدد کر، اگر تو واپس آگیا تو اللہ کی طرف سے میری ذمہ داری ہے کہ میں تجھے غنی کر دوں اور اگر تو مارا گیا تو میں تیری بیٹیوں کو اپنی بیٹیوں کے ساتھ رکھوں گا انہیں جو تنگی و آسائش پہنچے گی انہیں بھی پہنچے گی" پس ابوعزہ، صفوان کی ترغیب کے پیچھے لگ گیا پس دونوں شاعر، قبائل کنانہ کو، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ کرنے میں قریش کے ساتھ اشتراک کرنے کی ترغیب دینے لگے اور مسافع نے بنی مالک کو جو کنانہ میں سے ہیں، رشتہ داری اور ہمسائیگی کا واسطہ دیتے ہوئے کہا ہے

اے مالک جو حسب مقدم کا مالک ہے میں قرابتداری اور عہد و پیمان کا واسطہ دیتا ہوں جو رشتہ دار ہے اور جو رشتہ دار نہیں، وہ شہر حرام کے وسط میں کعبہ کے حطیم منظم کے پاس حلف اٹھائے

اور ابوعزہ نے کنانہ کو مسلمانوں کے ساتھ جنگ کی دعوت دیتے ہوئے کہا ہے

---

[1] اس ابوعزہ کو مسلمانوں نے غزوہ بدر میں قید کر لیا لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے فقر اور اس کی بیٹیوں کی کثرت کی وجہ سے اس پر اس شرط سے احسان فرمایا کہ وہ آپ کے خلاف کسی کو مدد نہیں دے گا لیکن اس نے خیانت کی اور دوسری بار یہ معرکہ اُحد میں قید ہوا اور اسے قتل کر دیا گیا۔

ہاں تم جو گرجنے والے مناۃ کے غلاموں کے بیٹے ہو تم شیر ہو اور تمہارا باپ بھی شیر تھا تم سال کے بعد مجھے مدد دو، مجھے بے یار و مددگار نہ چھوڑو میرا اسلام لانا جائز نہیں۔

اور یہ دونوں شاعر اپنی مہم میں اس طرح کامیاب ہوئے کہ انہوں نے قریش کے ہمسایہ کنانہ قبائل کے بہت سے افراد کو مسلمانوں سے جنگ کرنے کے لیے رضاکارانہ طور پر ملکی فوج میں شامل ہونے پر رضامند کر لیا۔

قریش کی جنگی قوت کا اندازہ

اس فوج میں قریش کی قوت تین ہزار جانبازوں تک پہنچ گئی جن میں سے دو ہزار نو سو قریش اور ان کے موالی اور ان کے احابیش[1] (غیر قریشی قبائل) تھے اور ایک سو کنانہ کے قبائل کے رضاکار تھے۔

اور اس فوج میں بار برداری کے لیے تین ہزار اونٹ تھے اور ان کے پاس سواروں کے ہتھیاروں میں سے دو سو گھوڑے تھے جن کو انہوں نے اُحد تک کوتل رکھا اور بچاؤ کے ہتھیاروں میں سے ان کے پاس سات سو زرہیں تھیں۔

کمان کی تقسیم

قریش نے ابوسفیان کو فوج کا سالار عام منتخب کیا اور سواروں کے ہتھیاروں کی کمان عکرمہ بن ابوجہل کی معاونت سے خالد بن ولید کو دی گئی[2] اور علمبرداری کا کام بنی عبدالدار بن قصی کے سپرد کیا گیا اور پہلے

---

[1] احابیش، غیر قریشی قبائل یعنی بنو المصطلق اور بنوالہون بن خزیمہ تھے جنہوں نے قریش سے معاہدہ کیا تھا اور انکے احابیش نام کی وجہ یہ ہے کہ یہ ایک پہاڑ کے پاس جمع ہوئے جس کا نام حبشی تھا جو مکہ کی ترائی میں واقع ہے اور انہوں نے اسکے پاس باہم عہد و پیمان کیا کہ جب تک رات اندھیرا کرتی اور دن روشنی کرتا ہے ہم دوسروں کے خلاف قریش کے مددگار رہیں گے اور حبشی اپنی جگہ قائم ہے پس پہاڑ کے نام پر انہیں احابیش کا نام دیا گیا۔ [2] خالد بن ولید بن مغیرہ مخزومی قریشی سیف اللہ، مشہور کامیاب سالار اور بڑا فاتح جنرل، آپ جاہلیت میں قریش کے اشراف میں سے تھے اور قریش کی

حملے میں طلحہ بن ابی طلحہ العبدری علمبردار تھا جو ان علمبرداروں میں سے پہلا مقتول تھا جن سب کو مسلمانوں نے معرکہ کی ابتداء میں فنا کر دیا تھا، حتیٰ کہ قریش کا علم زمین پر گر پڑا اور انہیں شکست ہوئی۔

لیڈروں کی بیویاں فوج میں

اور جنگ پر قریش کے ارادہ کو مزید پختہ کرنے کے لیے اور اس لیے بھی کہ ان میں سے کسی کا نفس اُسے میدان کارزار سے بھاگنے کی بات نہ بتائے، قریش کے لیڈر اپنی بیویوں کو بھی میدان کارزار میں لے گئے اور جو عورتیں فوج کے ساتھ اُحد کی طرف گئیں ان کی تعداد پندرہ تھی اور ابوسفیان بھی

(بقیہ حاشیہ)
جنگوں میں ان کے سواروں کے سالار ہوتے تھے آپ حروب اسلامیہ میں مشرکین کے ساتھ عمرۃ الحدیبیہ تک شامل ہوئے آپ نے اور عمرو بن العاص نے فتح مکہ سے قبل ۸ھ میں اسلام قبول کیا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے اسلام سے خوش ہوئے اور آپ کو سواروں کی کمان عطا فرمائی، حضرت ابوبکر نے آپ کو نجد میں مرتدین سے جنگ کرنے بھیجا تو آپ نے مسیلمہ کذاب کے قتل کے بعد انہیں عاجز کر دیا پھر آپ ۱۲ھ میں عراق گئے اور عراق کے بڑے حصے کو فتح کیا پھر حضرت ابوبکر کے حکم سے شام گئے اور وہاں رومیوں سے جنگ کرنے کے لیے فوجوں کی قیادت سنبھالی، حضرت عمر نے خلیفہ بننے کے بعد آپ کو معزول کر دیا اور آپ کی جگہ حضرت ابو عبیدہ بن الجراح کو مقرر کیا مگر اس بات نے آپ کے عزم کو نہ موڑا بلکہ آپ حضرت ابو عبیدہ کے آگے اخلاص سے جنگ کرتے رہے حتیٰ کہ ۱۴ھ میں دونوں کو مکمل فتح حاصل ہوئی، حضرت ابوبکر نے آپ کے بارے میں فرمایا ہے

عورتیں، خالد جیسا جوان پیدا کرنے سے عاجز ہیں، بخاری اور مسلم نے آپ کی اٹھارہ احادیث بیان کی ہیں آپ نے حمص (شام) میں ۲۱ھ میں وفات پائی۔

اپنی بیوی ہندؓ[1] بنت عتبہ بن ربیعہ کے ساتھ گیا

اور عکرمہ بن ابوجہل اپنی بیوی ام حکیمؓ[2] بنت الحارث بن ہشام بن المغیرہ کے ساتھ گیا۔

---

[1] ہند بنت عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس بن عبد مناف، صحابیہ، قرشیہ، بلند شہرت، آپ خلیفہ معاویہ بن ابی سفیان کی ماں ہیں، آپ نے ابوسفیان سے اس وقت نکاح کیا جب آپ کے پہلے خاوند الفاکہ بن المغیرہ مخزومی نے آپ کو چھوڑ دیا آپ فصیح دلیر اور دانشمند خاتون تھیں آپکا مسلمہ قول ہے کہ عورت ایک طوق ہے جس کے لیئے گردن ضروری ہے پس تو دیکھ کہ توکسے اپنی گردن میں ڈال رہا ہے، آپ نے فتح مکہ کے روز اسلام قبول کیا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کے ساتھ جن کا خون مباح کیا تھا آپ کا خون بھی مباح کیا تھا، پس آپ قریش کی کچھ عورتوں کے ساتھ الابطح میں آپ کے پاس آئیں اور اپنے اسلام کا اعلان کر دیا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو خوش آمدید کہا اور جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں سے بیعت لی اور آپ بھی ان کے درمیان موجود تھیں آپؐ نے بیعت کی شرائط کے ضمن میں فرمایا کہ وہ زنا کاری اور چوری نہیں کریں گی ہند نے حیران ہو کر کہا (یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا شریف عورت زنا نہ کاری اور چوری کر سکتی ہے ؟) اور جب آپؐ نے فرمایا کہ وہ اپنے بچوں کو قتل نہیں کرینگی تو ہند نے کہا (ہم نے چھپنے میں ان کی پرورش کی اور بڑے ہونے کی حالت میں آپ نے انہیں بدر میں قتل کر دیا) اور آپ کا ایک بت تھا جس کی آپ اپنے گھر میں عبادت کرتی تھیں پس تب مسلمان ہو گئیں تو آپ اس کے پاس واپس آ کر اُسے کلہاڑے سے مارنے لگیں حتیٰ کہ اُسے توڑ دیا اور آپ کہہ رہی تھیں ہم تمہارے بارے میں دھوکے میں تھے ہند حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جاہلیت میں شدید عداوت رکھتی تھیں، ہند معرکہ یرموک میں شامل ہوئیں اور آپ رومیوں سے جنگ کرنے پر اکساتی تھیں آپ انجام کو دیکھ رہی تھیں ایک دانشمند نے آپ کے بیٹے حضرت معاویہ کیطرف جو آپکے ساتھ تھے دیکھ کر آپ سے کہا اگر یہ زندہ رہا تو اپنی قوم کا سردار بنے گا، ہند نے کہا اگر یہ اپنی قوم کا سردار نہ بنا تو میں اسے کھو دوں گی۔ ہند نے ۱۴ھ میں وفات پائی۔ [2] ام حکیم بنت الحارث بن ہشام مخزومیہ، آپ فتح مکہ کے فوراً

اور حارث بن ہشام بن مغیرہ اپنی بیوی فاطمہ بنت ولید بن مغیرہ[1] کے ساتھ گیا
اور صفوان بن امیہ اپنی بیوی برزہ[2] بنت مسعود بن عمر ثقفیہ کے ساتھ گیا۔
اور عمرو بن العاص اپنی بیوی ریطہ[3] بنت منبہ بن الحجاج کے ساتھ گیا۔

(بقیہ حاشیہ)

بعد مسلمان ہوگئیں اور آپ کا خاوند عکرمہ ان لوگوں میں شامل تھا جن کے خون کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مباح کیا تھا خواہ وہ کعبے کے پردوں سے چمٹے ہوئے ہوں پس آپ کا خاوند یمن کی طرف بھاگ گیا اور آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے لیئے امان حاصل کی اور اس کے پاس جاکر اسے اپنے ساتھ لے آئیں پس وہ مسلمان ہوگیا اور بہت اچھا مسلمان ہوا اور جب آپ کا خاوند یرموک میں شہید ہوگیا تو اس کے بعد شامی فوج کے ایک دستے کے سالار خالد بن سعید بن العاص نے آپ سے نکاح کر لیا اور اس وقت میدان میں حاضر تھے اور جب (شام میں مرج الصفر کا معرکہ ہوا) تو خالد نے آپ کو اندر لانا چاہا اور جنگ دروازے پر تھی تو آپ نے خالد سے کہا کاش آپ پیچھے رہتے حتّٰی کہ اللہ ان افواج کو شکست دے دیتا، خالد رضی اللہ عنہ نے کہا میرا دل کہتا ہے کہ میں قتل ہو جاؤں گا آپ کہنے لگیں، بہتر تو آپ نے اس سے جماع کیا پھر اسی رات کو رومی افواج آگئیں اور رومیوں اور مسلمانوں کے درمیان جنگ ٹھن گئی اور انہوں نے دریا پر جنگ اور آپ کا خاوند خالد بن سعید شہید ہوگیا اور اس طرح آپ بھی اسی روز اس خیمے میں لکڑی سے جس میں خالد نے آپ سے جماع کیا تھا سات رومیوں کو قتل کرنے کے بعد شہید ہوگئیں، ابن حجر نے اصابہ میں اس کا ذکر کیا ہے۔

[1] فاطمہ بنت ولید بن مغیرہ، حضرت خالد بن ولید کی بہن، آپ فتح مکہ کے روز مسلمان ہوئیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی آپ کریمہ صحابیہ تھیں اور دانشمندانہ رائے والی تھیں اور آپ کا بھائی خالد اپنے عظیم فوجی مقام کے باوجود اپنے بعض امور میں آپ سے مشورہ لیتا تھا آپ اپنے خاوند حارث کے ساتھ جنگ میں شام کی طرف گئیں، آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث روایت کی ہے۔

[2] برزہ بنت مسعود بن عمرو بن عمیر ثقفی آپ نے فتح مکہ کے سال اپنے خاوند صفوان بن امیہ کے ساتھ اسلام قبول کیا۔

[3] ریطہ بنت منبہ بن الحجاج سہمیہ آپ عابد الصحابہ (عبداللہ بن عمرو بن العاص) کی والدہ ہیں آپ اپنے خاوند

اور طلحہ بن ابی طلحہ، سلافہ[1] بنت سعد بن شہید الانصاریہ کے ساتھ گئے، اور خناس بنت مالک بن المغرب جو بنی مالک کی ایک عورت تھی اپنے بیٹے ابی عزیز بن عمیر کے ساتھ گئی اور آپ مصعب بن عمیر کی والدہ ہیں جو مسلمانوں کے علمبردار تھے رضی اللہ عنہ، اور عمرۃ بنت علقمہ، جو کنانہ کے بنی حارث بن عبد مناۃ کی ایک عورت ہے وہ بھی گئی۔

حضرت حمزہ کے قتل کی ترغیب

اور مکہ سے فوج کے خروج سے قبل، جبیر[2] بن مطعم نے اپنے حبشی غلام وحشی[3] کو بلایا اور وہ حبشیوں کی طرح نیزہ پھینکتا تھا اور وہ کم ہی خطا جاتا تھا آپ نے اسے بلا کر کہا کہ

(بقیہ حاشیہ) کے بعد مسلمان ہوئیں اور واقدی کے بیان کے مطابق یہ فتح کے روز کا واقعہ ہے اور آپ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کرنے والوں میں شامل ہیں۔

[1] سلافہ بنت سعد انصاریہ اوسیہ، والدہ عثمان بن طلحہ آپ کا خاوند (جو اُحد کے روز مشرکین کے علمبردار دستے کا سالار تھا) آپ کو چھوڑ کر قتل ہو گیا آپ صحابیہ تھیں آپ نے فتح کے سال اسلام قبول کیا اور جس روز رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کو فتح کیا آپ ہی کے پاس کعبہ کی چابی تھی۔

[2] جبیر بن مطعم بن عدی بن نوفل بن عبد مناف قرشی، آپ جاہلیت میں قریش کے زعماء میں سے تھے، آپ نے اسلام قبول کیا اور بہت اچھے مسلمان ہوئے آپ جلیل القدر صحابی ہیں اور آپ قریش کے کبار علماء اور سادات میں سے تھے اور قریش میں سے عرب کے انساب کو سب سے زیادہ جاننے والے تھے اور باخلاف آپ کو تابعین میں شمار کیا ہے اور اصابہ میں ہے کہ آپ قریش کے اور سب عربوں کے بڑے ماہر نساب تھے، بخاری اور مسلم نے آپ کی ساٹھ احادیث روایت کی ہیں آپ نے ۵۹ھ میں وفات پائی۔

[3] وحشی بن حرب، ابو دسمہ، آپ بنی نوفل کے موالی میں سے تھے اور جاہلیت میں موالی کے بہادروں میں سے تھے، آپ صحابی ہیں۔ اہل طائف کے وفد کے ساتھ اسلام لائے اور معرکہ یرموک میں شامل ہوئے اور حضرت خالد بن ولید کے ساتھ مرتدین کی جنگ میں شامل ہوئے آپ ان دو آدمیوں میں سے ایک ہیں جنہوں نے مسیلمہ کذاب کو قتل کیا تھا اور آپ اس کے بعد کہا کرتے تھے میں نے اپنے اس نیزے کے ساتھ بہترین شخص (حضرت حمزہ) اور بدترین شخص (مسیلمہ کذاب) کو قتل کیا ہے، وحشی نے ۲۵ھ میں حمص میں وفات پائی۔

وہ فوج کے ساتھ جائے اور اس سے اپیل کی کہ وہ حضرت حمزہ کی گھات لگائے اور نیزے سے آپ کو قتل کر دے اور آپ نے اُسے کہا۔

اگر تو نے میرے چچا طعیمہ بن عدی کے بدلے میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے چچا (حضرت حمزہ کو قتل کر دیا تو تو آزاد ہو گا اس نے آپ سے اس بات کا وعدہ کیا اور عملاً حبشی سید الشہداء حضرت حمزہ کے قتل کے لیے تیار ہو گیا اور معرکہ اپنی شدت پر تھا جیسا کہ ابھی اس کی تفصیل بیان ہوگی۔

مکی فوج کا مدینہ کی طرف مارچ

مارچ کے تقاضوں کی پوری تکمیل کے بعد قریش، اپنی عظیم فوج کے ساتھ مدینہ کی طرف مارچ کرنے لگے اور اس دفعہ مکی فوج، حد درجہ منظم اور تیار تھی اور اس دفعہ قائدین مکہ نے اختلاف سے اجتناب کیا اور معرکہ کے اختتام تک ان کے درمیان کوئی اختلاف رائے نہ ہوا۔

نبوی انٹیلی جنس کی سرگرمیاں

حضرت عباس بن عبد المطلب (حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا) اپنی قید کا فدیہ دینے کے بعد مکمل طور پر رہا ہو کر مدینہ واپس آئے جیسا کہ ہم نے اپنی کتاب غزوۂ بدر میں اس کی تفصیل بیان کی ہے لیکن اس وقت باوجود مسلمان نہ ہونے کے آپ اپنے بھتیجے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اخلاص رکھتے تھے اور آپ، حضور کے متعلق مصائب سے ڈرتے تھے اس لیے آپ قریش کی حرکات اور ان کی فوجی تیاریوں کی نگرانی کرتے رہتے تھے، اور جب قریش نے اپنی فوج کا سازو سامان مکمل کر لیا اور یہ فوج مارچ کرنے لگی تو آپ نے مکہ سے اپنے ایک امین شخص کے ہاتھ ایک فوری پیغام بھیجا جو مکی فوج کی مکمل تفصیلات پر مشتمل تھا آپ نے اس میں فوجوں کی تعداد اور ان کی روانگی کا دن اور دیگر ضروری باتوں کا ذکر کیا جن کا اپنے دشمن کی فوج کے متعلق جاننا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے ضروری تھا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جنگ کی خبر کیسے ملی

حضرت عباس کا ایلچی (جو غفار کا ایک شخص تھا) خط لے کر جلدی سے گیا اور اس نے چلنے میں خوب کوشش کی حتیٰ کہ اس نے مکہ اور مدینہ کے درمیانی راستہ کو تین دن میں طے کر لیا حالانکہ عموماً وہ راستہ دس دن میں طے ہوتا ہے، حضرت عباس کے ایلچی نے حضرت عباس کے خط کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا آپ اس وقت مسجد قبا[1] میں تھے۔

چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امی تھے پڑھ نہ سکتے تھے اس لیئے آپ نے وہ خط حضرت ابی بن کعب[2] کو دیا کہ وہ آپ کو سنائے اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا حضرت عباس کے خط کے مضمون کو معلوم کر لیا تو آپ نے حضرت ابی سے فرمایا کہ وہ اس خبر کو پوشیدہ رکھیں اور کسی کو اس سے کچھ نہ بتائیں۔

معرکہ کے لیئے مدینہ کی تیاری

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فوراً اٹھے اور مدینہ واپس آئے اور انصار و مہاجرین کے

---

[1] قبا، مراصد الاطلا[redacted] میں ہے کہ مدینہ کے نزدیک ایک بستی ہے اور یہ بنی عمرو بن عوف جو انصار میں سے ہیں کے مساکن ہیں یہ مدینہ سے دو میل کے فاصلے پر مکہ جانیوالے (راہ) کی بائیں جانب واقع ہے اور اس میں مسجد التقوٰی بھی ہے۔

[2] ابی بن کعب بن قیس بن عبید انصاری نجاری، سید القراء، آپ جلیل القدر صحابی ہیں آپ بیعت عقبہ ثانیہ میں شامل ہوئے اور بدر اور تمام معرکوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شامل ہوتے اور آپ ہی کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ابو المنذر کو مشاغل مبارک ہوں (مجھے اللہ نے حکم دیا ہے کہ میں آپ کو سنادوں) اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ آپ کو سید المسلمین کہتے ہیں آپ نے سب سے پہلے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیئے لکھا اور آپ چھ مفتیوں میں شمار کیئے جاتے ہیں اور حضرت عمرؓ آپ سے نوازل کے بارے میں دریافت فرماتے تھے اور مشکل معاملات میں آپ سے فیصلے کرواتے تھے آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ۱۶۵ حدیثیں روایت کی ہیں، حضرت کعبؓ نے حضرت عثمانؓ کے زمانے میں سنہ ۳۰ھ میں وفات پائی ہے۔

قائدین سے ملاقاتیں کرنے لگے تاکہ اس امر کے متعلق، موقف کے مقابلہ کے لیئے ان سے باری باری بات چیت کریں۔

آپؐ نے انصار کے سردار حضرت سعد بن ربیع کو بلایا اور انہیں حضرت عباس کے خط کی خبر کے بارے میں مطلع کیا تو انہوں نے کہا قسم بخدا مجھے امید ہے کہ بہتری ہوگی اور آپ نے ان سے بھی اسے پوشیدہ رکھنے کو کہا اور جب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سعد کے گھر سے باہر نکلے تو آپ کی بیوی نے آپ سے کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے کیا بات کی ہے؟

آپ نے اُسے کہا تیری ماں مر جائے تو کہاں اور وہ بات کہاں، اس نے کہا، آپ نے مجھ سے جو بات کی ہے میں نے اُسے سن لیا ہے اور جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو رازدارانہ طور پر بتایا تھا اس نے وہ بات آپ کو بتا دی تو حضرت سعد نے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن کہا اور اپنی بیوی کے ہاتھ کو پکڑ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلے گئے اور آپ کو اس کی بات بتائی اور کہنے لگے یا رسول اللہ میں ڈرا کہ خبر افشا ہو جائے گی اور سمجھیں گے کہ میں نے اُسے افشا کیا ہے حالانکہ آپ نے مجھے اُسے چھپانے کو کہا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے چھوڑ دو۔

مدینہ میں ہنگامی حالات

جب مسلمانوں کو یقین ہو گیا کہ مکی فوج نے ان کی طرف مارچ کر دیا ہے تو اس کے بعد وہ بیدار رہنے لگے اور مدینہ عام لام بندی کی حالت میں ہو گیا اور اس کے جوان ہتھیار بند رہنے لگے حتیٰ کہ وہ نمازوں کے اوقات میں بھی ہنگامی حالات کے لیئے تیار رہتے تھے اور اسلام کے سپاہی مدینہ کے راستوں کے ارد گرد پھیل گئے وہ اس خوف سے ان کی حفاظت کرتے تھے کہ انہیں غفلت میں نہ پکڑ لیا جائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں آپ کی حفاظت کے لیئے ایک چھوٹی سی جماعت کو منتخب کیا گیا اور اس جماعت میں انصار کے تین

سردار شامل تھے (حضرت سعد بن معاذ، حضرت اسید بن حضیر[1] اور سعد بن عبادۃ) انہوں نے ہتھیار بند ہو کر، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے پر آپ کی حفاظت کرتے ہوئے مسجد میں رات گزاری۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ کی قبر اکھیڑنے کی کوشش

مکی افواج، مسلسل مدینہ کی طرف رواں تھیں اور وہ اس معتاد غربی راستے پر چلیں جو عسفان پھر خلیص، جحفہ، رابغ ابواء اور مدینہ سے گزرتا ہے[2]۔

اور جب فوج، ابواء مقام پر پہنچی (اسی جگہ پر رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ حضرت آمنہ بنت وھب[3] دفن ہیں) تو ہند بنت عتبہ (ابو سفیان سالار عام کی بیوی) نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ کی قبر اکھیڑنے کا مشورہ دیا اس نے کہا اگر تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی والدہ کی قبر کھود دو تو اگر تم میں سے کوئی قید ہو جائے تو تم تمام انسانوں کے سب اجزاء کو چھڑا دو گے لیکن دانشمندانِ فوج نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ کی

---

[1] ان دونوں کے حالات ہماری کتاب غزوۂ بدر میں قبل ازیں بیان ہو چکے ہیں۔

[2] ان مقامات کی تحقیق و تحدید، قبل ازیں ہماری کتاب غزوۂ بدر میں بیان ہو چکی ہے۔

[3] سید الانبیا کی والدہ آمنہ بنت وھب بن عبد مناف بن زہرۃ بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لؤی بن غالب، حضرت عبد اللہ بن عبد المطلب نے آپ سے نکاح کیا، آپ قریش میں نسب اور مقام کے لحاظ سے افضل عورت ہیں آپ کی والدہ برۃ بنت عبد العزی بن عثمان بن عبد الدار قرشیہ ہیں سید الانبیاء کی والدہ حضرت آمنہ نے اپنے بیٹے صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش سے چھٹے سال وفات پائی اور آپکی وفات ابواء میں ہوئی اور اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ اپنے بیٹے صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جب کہ آپ بچے ہی تھے آپ کے ماموؤں کی ملاقات کیلئے مدینہ آئیں آپ کے ماموں بنی عدی بن النجار مدینہ میں رہتے تھے اور مکہ کی طرف واپسی پر آپ ابواء میں وفات پا گئیں اور وہیں دفن ہوئیں جیسا کہ بعض مورخین نے بیان کیا ہے۔

قبر کے اکھیڑنے سے انتباہ کیا اور اس بات سے روکا انہوں نے کہا یہ دروازہ نہیں کھولا جائے گا بصورت دیگر بنو بکر اپنی آمد پر ہمارے مردوں کو اکھیڑ دیں گے[1] پس ہند بنت عتبہ کی خواہش پوری نہ ہوئی۔

مدینہ کے ریکی (RECCE) گشتی دستے

اور مسلمانوں کے گشتی دستے دشمن کے حالات معلوم کرنے کے لیے سرگرم ہو گئے اور وہ ان راستوں کے ارد گرد اپنی کارروائیوں کو مسلسل جاری رکھے رہے جن کے متعلق احتمال تھا کہ مشرکین، مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لیے ان پر چلیں گے، اسی اثنار میں کہ دو مسلمان اپنی گشتی کارروائیاں کر رہے تھے (رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص طور پہ ان دونوں کو دشمن کی کارروائیاں معلوم کرنے کے لیے بھیجا تھا) کہ اچانک انہوں نے مکہ کی عظیم فوج کو دیکھا کہ اس نے مدینہ سے کئی میل کے فاصلے پر پڑاؤ کر لیا ہے پس وہ اسکی خبر دینے کے لیے واپس آئے اور انٹیلی جنس نے مکی فوج کی کارروائیوں کی آخری خبر پہنچا دی اور وہ یہ کہ یہ فوج وادی عقیق میں چلی ہے اور اس سے دائیں جانب مڑ گئی ہے اور اس نے وادی قناۃ میں جو مدینہ کے شمال میں ہے کی دلدلی زمین میں ایسی جگہ پڑاؤ کر لیا ہے جو اس جبل عینین کے قریب واقع ہے جسے بعد میں جبل الرماۃ کا نام دیا گیا ہے۔

اعلیٰ فوجی مجلس

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ یقین حاصل کرنے کے بعد کہ مشرکین نے وادی قناۃ کی دلدلی زمین کو اپنا پڑاؤ بنا لیا ہے آپ نے موقف کی تحقیق کے لیے فوج کی اعلیٰ مشاورتی کانفرنس کے انعقاد میں جلدی کی جس میں جیش نبوی کے تمام سالار اور مدینہ کے اہل الرائے شامل ہوئے اور اس مجلس میں عبداللہ بن ابی بن سلول (منافق) بھی خزرج کے ایک زعیم کی صورت میں شامل ہوا یہ مجلس ۱۴ شوال ۳ھ کو منعقد ہوئی۔

---

[1] دیکھیے سیرت حلبیہ جلد ۲ ص ۳

اختلاف رائے

اس مجلس میں اس جگہ کے متعلق خاص طور پر گفتگو ہوئی جس میں مسلمانوں کو اپنے دشمن سے جنگ کرنا تھی، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے یہ تھی کہ مسلمان، قریش کو مدینہ پر حملہ پر مجبور کرنے کے لیئے مدینہ میں قلعہ بند ہو جائیں اور اس منصوبے پر عمل کرنے کا مقصد یہ تھا کہ مسلمان مشرکین کے مقابلہ میں) گلی کوچوں میں جنگ کے منصوبے پر عمل کریں اس لیئے کہ اس طرح کوئی قابل ذکر نقصان اٹھائے بغیر مسلمان مشرکین کو بڑے نقصانات پہنچائیں گے نیز یہ کہ مسلمان ایسے مقامات پر قلعہ بند ہو کر جنگ کریں گے جن کا مشرکین کو بالکل پتہ ہی نہیں ہے، اس پر مستزاد یہ کہ اس منصوبے پر عملدرآمد کرنے سے عورتیں، مشرکین پر جب وہ مدینہ کی گلیوں میں گھسیں گے، بھاری پتھر پھینک کر، مشرکین کے ساتھ جنگ میں شامل ہو جائیں گی۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کانفرنس میں اپنے اس رائے کا اظہار یوں کیا

" اگر آپ چاہیں تو مدینہ میں قیام کریں اور جہاں اترے ہیں وہاں انہیں چھوڑ دیں پس اگر انہوں نے قیام کیا تو وہ بُرے مقام پر قیام کریں گے اور اگر وہ ہمارے پاس آئے تو ہم مدینے میں ان سے جنگ کریں "

اور عبداللہ بن ابی کی بھی رائے یہی تھی اس نے اس مجلس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں قیام فرمایئے اور ان کے مقابلہ میں نہ جایئے قسم بخدا جب کبھی بھی ہم اس سے اپنے دشمن کے مقابلہ کے لیئے نکلے ہیں۔ ہمیں نقصان پہنچا ہے اور جب کوئی ہمارے پاس آیا ہے ہم نے اسے نقصان پہنچایا ہے، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں چھوڑیئے اگر انہوں نے قیام کیا تو وہ بُرے قید خانے میں قیام کریں گے اور اگر وہ آئے تو جوان ان کے سامنے ان سے لڑیں گے اور اوپر سے عورتیں اور بچے انہیں پتھر ماریں گے اور اگر وہ واپس لوٹے تو وہ ناکام و نامراد ہو کر واپس لوٹیں گے جیسے کہ

آئے تھے۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اکثریت کیلئے اپنی رائے کو ترک کرنا

لیکن بہت سے نوجوان، باہر جانے اور مدینہ سے باہر مشرکین سے جنگ کرنے کے لیئے بہت پُرجوش تھے اور ان میں سے ایک نے کہا —— یارسول اللہ! ہم آج کے دن کی تمنا کر رہے تھے اور خدا تعالیٰ سے دعائیں کر رہے تھے پس اللہ آپ ہمارے پاس لے آیا ہے اور روانگی قریب آ گئی ہے

اور خروج کے لیئے ان پُرجوش نوجوانوں کے سردار، حضرت حمزہ بن عبدالمطلب تھے جنہوں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا

اس ذات کی قسم جس نے آپ پر کتاب نازل فرمائی ہے میں جب تک مدینہ سے باہر ان سے اپنی تلوار کے ساتھ جنگ نہ کروں کھانا نہیں کھاؤں گا[1] اور اسی طرح وہ بہت سے لوگ بھی (جنہیں معرکہ بدر میں شامل ہونے کا شرف حاصل نہ ہوا تھا) اس آخری رائے کی طرف مائل ہو گئے اور ان کے ایک شخص نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا

نہیں، ہمارے دشمنوں کے پاس لے چلیئے وہ نہیں سمجھتے کہ ہم ان سے بزدل اور کمزور ہو گئے ہیں، خدا کی قسم ہم عربوں کی اطاعت نہیں کریں گے خواہ وہ ہمارے گھروں میں داخل ہو جائیں۔

ان مناقشات کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ بات واضح ہو گئی کہ اکثریت آپ کی رائے کے خلاف رائے رکھتی ہے اور آپ کو اس اکثریت کی رائے کو قبول کرنے کے سوا، کوئی چارا نہ رہا اور آپ نے اعلان کر دیا کہ آپ دشمن سے جنگ کرنے کے لیئے وادی قناۃ میں جانے والے ہیں حالانکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم خروج کو پسند نہ کرتے تھے۔

---

[1] سیرت حلبیہ جلد ۲ صفحہ ۱۲۱

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پہلی رائے کی طرف رجوع سے انکار

مجلس کے اختتام کے بعد مسلمان نماز جمعہ کی ادائیگی کے لیے چلے گئے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کو نماز پڑھانے کے بعد اپنے گھر گئے اور ہتھیار بند ہوئے اور دو زرہیں پہنیں پھر اپنی پوری حربی تیاری کے ساتھ اپنی قوم کے پاس آئے اور ان میں دشمن کے مقابلے میں جانے کا اعلان کیا۔

اور جب اصحاب الرائے کو معلوم ہوا کہ انہوں نے دشمن سے لڑنے کے لیئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو منصوبے پر عملدرآمد کرنے کے لیئے مجبور کیا ہے اور دوسرے منصوبے کو اس پر ترجیح دی ہے تو وہ پشیمان ہوئے اور انہوں نے آپ کو اطلاع دی کہ وہ اپنی رائے سے دستبردار ہونے کو تیار ہیں اور آپ کی پہلی رائے کی طرف رجوع کرتے ہیں انہوں نے آپ سے کہا ہم آپ کی مخالفت نہیں کر سکتے اور نہ آپ کو خروج پر مجبور کرتے ہیں، آپ جو چاہیں کریں آپ ٹھہرے رہیں جیسے کہ آپ نے ہمیں حکم دیا ہے۔

مگر آپ نے ان کی پیش کش کو قبول نہ کیا اور انہیں (خروج کا مصمم ارادہ کیئے ہوئے) کہا "نبی جب مکمل طور پر ہتھیار بند ہو جاتے تو اسے مناسب نہیں کہ وہ ہتھیار اتارے حتی کہ اللہ تعالیٰ اس کے اور اس کے دشمن کے درمیان فیصلہ کر دے اور میں نے تمہیں اس بات کی طرف دعوت دی مگر تم نے خروج کے سوا، ہر بات سے انکار کیا، پس جنگ کے وقت تم پر اللہ کے تقویٰ اور صبر کو اختیار کرنا ضروری ہے اور میں جو تمہیں حکم دوں اس کا انتظار کرو اور اس پر عمل کرو۔"

فوج کا مدینہ سے مارچ کرنا

اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تقریباً ایک ہزار جانبازوں کی فوج کے سالار بن کر دشمن کی طرف گئے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فوج کو تین دستوں میں تقسیم کیا۔

۱۔ مہاجرین کا دستہ: آپؐ نے اس کا علم، حضرت مصعب بن عمیر العبدری القرشی

کو عطا کیا۔

۲۔ اوس انصار کا دستہ : آپؐ نے اس کا علم حضرت خباب بن المنذر بن الجموح کو عطا کیا۔

۳۔ خزرج انصار کا دستہ : آپؐ نے اس کا علم حضرت اُسید بن حضیر کو عطا کیا[1]

مدنی فوج کی تعداد

جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے، منافقین کے تمرد سے قبل، جیش نبوی کی تعداد ایک ہزار جانباز تھی اور ان کے بالمقابل مشرکین کے تین ہزار جانباز تھے اور منافقین کے تمرد کے بعد جیش نبوی، فقط سات سو جانبازوں پر مشتمل رہ گیا، اور مسلمانوں کے پاس سات سو زرہوں کے سوا، بچاؤ کا کوئی ہتھیار نہ تھا جبکہ مشرکین کی فوج میں سات سو زرہ پوش تھے اور مسلمانوں کے پاس تعاقب کے ہتھیاروں میں سے صرف ایک گھوڑا تھا جب کہ مکی فوج میں دو سو گھوڑے تھے۔

ہم اہل کفر کے ساتھ فتح نہیں پائیں گے

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی فوج کے ساتھ مدینہ سے روانہ ہوئے اور ثنیۃ الوداع[2] سے گزرے تو آپ نے ایک خوب مسلح دستہ دیکھا اس کا ایک پیادہ دستہ بقیہ فوج سے الگ تھا آپ نے پوچھا یہ کیا ہے؟ تو انہوں نے آپ کو بتایا کہ یہ دستہ یہودیوں سے مؤلف ہے جو عبداللہ بن ابی کے حلیف ہیں جو مشرکین کے ساتھ جنگ کرنے میں مسلمانوں کے ساتھ شریک ہونا چاہتے تھے۔

آپ نے دریافت کیا ——— یہ مسلمان ہو گئے ہیں

انہوں نے کہا ——— یا رسول اللہ، نہیں

---

[1] ان تینوں کے حالات قبل ازیں ہماری کتاب غزوہ بدر میں بیان ہو چکے ہیں۔

[2] ثنیۃ الوداع، مراصد الاطلاع میں ہے کہ یہ ایک گھاٹی کا نام ہے جو مدینہ پر جھانکتی ہے اور جو مکہ جانا چاہے وہ اسے پامال کرتا ہے۔

تو آپ نے حکم صادر فرمایا کہ انہیں اطلاع دے دی جائے کہ ان کی ضرورت نہیں واپس چلے جائیں آپ نے فرمایا

انہیں حکم دو کہ وہ واپس چلے جائیں ہم اہل کفر کے ساتھ، مشرکین پر فتح نہیں پائیں گے۔

فوج کا جائزہ

جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی فوج کے ساتھ اس مقام پر پہنچے جسے الشیخان[1] کہا جاتا ہے تو آپ نے اپنی فوج کا جائزہ لیا اور جب جانبازوں کو آپ کے سامنے پیش کیا گیا تو آپ نے بعض چھوٹے جوانوں کو واپس کرنے کا حکم دیا جو فوج کی لڑی میں شامل ہو گئے تھے آپ نے ان کی کمسنی کی وجہ سے انہیں جنگ میں شامل ہونے کی اجازت نہ دی ان جوانوں میں حضرت عبداللہ بن عمر بن الخطاب[2]، حضرت زید بن ثابت[3]

---

[1] یہ اطراف مدینہ میں دو پہاڑ ہیں۔ [2] عبداللہ بن عمر بن الخطاب عدوی قرشی، ابو عبدالرحمٰن، جلیل القدر صحابی، آپ جاہلیت میں قریش کے معزز گھرانے سے تعلق رکھتے تھے اور متقی، جری اور بلند آواز تھے آپ نے اسلام میں پرورش پائی اور اپنے باپ کے ساتھ مدینہ کی طرف ہجرت کی اور دو دفعہ افریقہ سے جنگ کی جب حضرت عثمان شہید ہو گئے تو آپ کو بیعت خلافت لینے کی پیش کش کی گئی مگر آپ نے انکار کر دیا۔ آپ کبار محدثین میں سے تھے، حضرت عثمان کی شہادت کے بعد جنگ سے الگ رہے اور زندگی کے آخری میں آپ کو نظر بند ہو گئی آپ ہجرت سے دس سال قبل پیدا ہوئے اور ۷۳ھ میں وفات پائی آپ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ۲۶۳۰ احادیث روایت کی ہیں

[3] زید بن ثابت بن الضحاک النجاری الانصاری الخزرجی۔ اکابر صحابہ میں سے تھے اور کاتب وحی تھے آپ کا باپ ہجرت سے پانچ سال قبل جنگ بعاث میں قتل ہوا، زید مدینہ میں پیدا ہوئے اور مکہ میں پرورش پائی اور گیارہ سال کی عمر میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت کی آپ قضاء اور فتویٰ کے سرخیل تھے اور حضرت ابن عباس۔ اپنی جلالت قدر کے باوجود۔ آپ سے علم حاصل کرنے کے لیے آپ کے گھر آتے تھے زید رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں قرآن جمع کرنے والوں میں سے ایک تھے اور آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور یہود کے درمیان مترجم کا کردار ادا کرتے تھے کیونکہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے عبرانی سیکھی تھی اور زید، صحابہ میں سب سے زیادہ فرائض کو جاننے والے

حضرت اسامہ بن زید[1]، حضرت زید بن ارقم[2]، حضرت البراء بن عازب[3]، حضرت اسید بن ظہیر[4]

(بقیہ حاشیہ) تھے اور آپ کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "افرضکم زید"۔ آپ ہجرت سے گیارہ سال قبل پیدا ہوئے اور ۴۵ھ میں وفات پائی، زرکلی کے الاعلام میں بیان ہے کہ صحیحین میں آپ کی ۹۲ احادیث ہیں۔

[1] آپ کے حالات ہماری کتاب غزوہ بدر میں بیان ہو چکے ہیں۔

[2] زید بن ارقم بن زید بن قیس انصاری خزرجی، آپ نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ۱۷ جنگیں لڑیں اور سب سے پہلے آپ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ خندق میں شامل ہوئے اور آپ ہی نے رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی کو غزوہ بنی مصطلق میں کہتے سنا کہ اگر ہم مدینہ واپس گئے تو سب سے معزز آدمی، سب سے ذلیل آدمی کو وہاں سے ضرور نکال باہر کرے گا۔ آپ نے یہ بات رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچا دی تو آپ نے ابن ابی سے پوچھا تو اس نے انکار کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے زید کی تصدیق میں آیات نازل فرمائیں، زید جنگ صفین میں حضرت علی کے ساتھ شامل ہوئے اور مختار کے زمانے میں ۶۸ھ میں کوفہ میں فوت ہوئے، بخاری اور مسلم نے آپکی ۷۰ احادیث روایت کی ہیں۔

[3] البراء بن عازب بن الحارث انصاری اوسی، جلیل القدر صحابی، آپ نے بدر و احد کے معرکوں میں شمولیت کی کوشش کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی کمسنی کی وجہ سے آپ کو واپس کر دیا، آپ سب سے پہلے غزوہ خندق میں شامل ہوئے، حضرت عثمان نے آپ کو ایران میں رَی کا والی بنایا اور آپ نے قزوین اور اس کے ارد گرد کے علاقے کو جو ایران کے شمال میں ہے، فتح کیا اور حضرت مصعب بن زبیر کے زمانے تک زندہ رہے اور ۷۱ھ میں وفات پائی۔

[4] اسید بن ظہیر بن رافع الحارثی الانصاری (مشہور صحابی حضرت رافع بن خدیج کے عم زاد) آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فقط دو حدیثیں روایت کی ہیں آپ نے عبدالملک بن مروان کی خلافت میں وفات پائی۔

حضرت عرابہ بن اوس[1]، حضرت ابوسعید خدری[2]، حضرت زید بن حارثہ انصاری[3]، حضرت رافع بن خدیج[4]، حضرت سمرہ بن جندب[5] اور حضرت سعد بن حبتہ[6] شامل تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب کو واپس کر دیا کیونکہ ان کی عمر ۱۵ سال سے کم تھی لیکن اس

---

[1] عرابہ بن اوس بن قیظی الاوسی الانصاری، آپ جود و کرم میں مشہور تھے اور جلیل القدر صحابی تھے اور آپ ہی کے متعلق الشماخ شاعر نے کہا ہے ؎ جب بزرگی کے لیے جھنڈا بلند ہو تو عرابہ اسے دائیں ہاتھ میں لے لیتے ہیں عرابہ، حضرت معاویہ کے زمانے تک زندہ رہے اور آپ کے ساتھ ان کے کچھ واقعات ہیں۔

[2] ابوسعید خدری، آپ کا نام سعد بن مالک بن جید بن ثعلبہ بن الابجر الحارثی الخزرجی الانصاری ہے (آپ اپنی کینت سے مشہور ہیں) اور جلیل القدر صحابی ہیں آپ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے افقہ اور افاضل صحابہ میں سے تھے آپ نے علم سے وافر حصہ پایا اور آپ ابھی نوعمر تھے اور آپ حدیث کی بہت روایت کرنے والوں میں سے ہیں آپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ۱۱۷۰ حدیثیں روایت کی ہیں۔ آپ نے ۸۴ سال کی عمر میں وفات پائی (اس میں اختلاف بھی پایا جاتا ہے)

[3] آپ کے حالات ہماری کتاب غزوہ بدر میں بیان ہو چکے ہیں۔

[4] رافع بن خدیج بن رافع الانصاری الاوسی الحارثی، آپ جلیل القدر صحابی ہیں، آپ مدینہ میں اپنی قوم کے سردار تھے، آپ احد، خندق اور ان کے بعد کے معرکوں میں شامل ہوئے، کتب حدیث میں آپ کی ۷۸ احادیث روایت کی گئی ہیں آپ نے ایک زخم سے متاثر ہو کر ۷۴ھ میں وفات پائی۔

[5] سمرۃ بن جندب بن ہلال الفزاری آپ (معاہدہ کی رو سے) انصاری تھے آپ احد میں شامل ہوئے اور اموی دور میں آپ والیوں میں تھے اور زیاد (خوارج کی جنگوں کے زمانے میں) جب کوفہ جاتا تو بصرہ کی امارت آپ کو دے دیتا اور حضرت سمرہ، مشہور فقیہوں میں سے تھے اور خوارج پر سب لوگوں سے بڑھ کر سخت گیر تھے آپ نے ۵۹ھ میں وفات پائی ہے۔

[6] آپ کا نام سعد بن بجیر بن معاویۃ البجلی ہے۔ آپ (معاہدہ کی رو سے) انصاری ہیں اصابہ میں ہے کہ آپ احد میں شامل ہوئے تھے۔

کے بعد آپ نے ان میں سے کچھ جوانوں کو اجازت دے دی اور حضرت رافع بن خدیج اور حضرت سمرۃ کو باوجود ان کی کمسنی کے جنگ کی اجازت دے دی۔

اور اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت رافع بن خدیج تیر اندازی کے ماہر تھے اور حضرت سمرہ بن جندب نے اپنی ماں سے کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رافع کو اجازت دے دی ہے اور میں اُسے پچھاڑ دیتا ہوں یعنی میں اس سے زیادہ طاقتور ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات بتائی گئی تو آپ نے دونوں سے فرمایا کہ وہ آپ کے سامنے کشتی لڑیں تو ان دونوں نے کشتی کی اور جب سمرہ، رافع پر غالب آگئے تو آپ نے اُسے بھی اجازت دیدی

اُحد اور مدینہ کے درمیان، شبستان

الشیخان کے علاقے میں (جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی فوج کا جائزہ لیا تھا) انہیں شام کا وقت ہوگیا اور حضرت بلال نے مغرب کی اذان دی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو نماز پڑھائی پھر انہوں نے عشاء کی اذان دی اور آپ نے اس جگہ پر جو مشرکین کے پڑاؤ کے نزدیک تھی رات گزاری

اور آپ نے پڑاؤ کی حفاظت کے لیئے ایک چھوٹی سی جماعت کو منتخب کیا جو پچاس جوانوں پر مشتمل تھی انہوں نے پڑاؤ کے ارد گرد گشتی کارروائیاں کرتے ہوئے چکر لگاتے رات بسر کی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس محافظ دستے کی کمان حضرت محمد بن مسلم انصاری کو عطا فرمائی اور ذکوان بن عبد قیس نے اس شب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کی حفاظت کی ذمہ داری سنبھالی۔

مدنی فوج میں تمرد

طلوعِ فجر سے تھوڑا عرصہ پہلے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی فوج کے ساتھ سفر کیا اور جب یہ لوگ الشوط[1] میں تھے تو صبح کی نماز کا وقت ہوگیا تو آپ نے اپنے اصحاب کو نماز پڑھائی اور وہ ہتھیار بند

[1] مدینہ اور اُحد کے درمیان ایک باغ ہے۔

تھے کیونکہ دشمن ان کے نزدیک تھا وہ اُسے دیکھ رہے تھے اور وہ انہیں دیکھ رہا تھا۔

اس مقام پر عبداللہ بن ابی نے تمرد اختیار کیا اور تین سو جانبازوں کے ساتھ مدینہ واپس آگیا حالانکہ وہ جیش نبوی میں شامل ہو کر نکلے تھے اور یہ سب منافقین تھے اور یہ منافق (ابن ابی) منافقین کے اس دستے کے ساتھ واپس آگیا اور اس نازک وقت میں اس احتجاج کا مظاہرہ کرتے ہوئے جیش نبوی سے الگ ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بات نہیں مانی اور دوسرے نوجوان کی بات مان لی ہے حالانکہ جب آپ نے دشمن کی طرف جانے کا فیصلہ کیا تو وہ اس میں آپ کا معارضہ کرتا تھا اور اس منافق نے اس بات کو (اس نازک وقت میں سپاہیوں کو نافرمانی کی ترغیب دیتے ہوئے) یوں بیان کیا کہ

آپؐ نے میری بات نہیں مانی اور بچوں کی بات مان لی ہے اور ان کی بات مانی ہے جن کی کوئی رائے ہی نہیں ہے عنقریب آپ کو معلوم ہو جائے گا، ہم نہیں جانتے کہ ہم اپنے آپ کو کیوں قتل کریں؟ اے لوگو واپس چلے جاؤ، پس منافقین اور متشکین اس کے ساتھ واپس چلے گئے۔

تمرد سے منافقین کا مقصد

بلا شبہ اس تمرد کا سب سے بڑا باعث (جیسا کہ منافقین کے زعیم نے دعویٰ کیا ہے) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عبداللہ بن ابی کی رائے کی مخالفت کرنا نہ تھا جو اس جگہ کے بارے میں تھی جس میں مسلمانوں نے مشرکین سے جنگ کرنی تھی، اس نازک وقت میں اس تمرد کا حقیقی باعث، دشمن کے دیکھتے اور سنتے ہوئے مسلمانوں کی فوج میں اضطراب اور غم پیدا کرنا تھا تاکہ یہ ان کا جلد خاتمہ کر دے اور قریب تھا کہ رئیس المنافقین، مسلمانوں کی فوج کو پارا پارا کرنے اور اس کی وحدت کو توڑنے کے مقصد کو حاصل کر لیتا اور قریب تھا کہ اس منافقین کے ٹولے کے واپس چلے جانے کے بعد جیش نبوی کے اندر اختلاف و اضطراب پیدا ہو جاتا

اور اوس[1] میں سے بنو حارثہ اور خزرج میں سے بنو سلمہ نے اس عظیم منافق کے رویہ سے متاثر ہو کر مدینہ واپس جانے کا ارادہ کر لیا۔

اور اگر یہ واپس چلے جاتے اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بے یار و مددگار چھوڑ دیتے تو یہ ایک غم انگیز واقعہ ہوتا مگر اللہ نے ان دونوں قبیلوں کی دستگیری کی اور ان کو ثابت قدم رکھا اور یہ واپسی سے باز آ گئے اور معرکہ کے آخر تک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دوستی پر قائم رہے اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی مراد یہی دو قبیلے ہیں۔

اذ ھمت طائفتان منکم ان تفشلا واللہ ولیھما وعلی اللہ فلیتوکل المومنون[2]

متمردین کو نصیحت کی کوشش

خزرج کے ایک سرکردہ لیڈر (عبداللہ بن عمرو بن حرام) نے ان منافقین کو واپسی سے باز آنے اور مسلمانوں کے ساتھ ثابت قدم رہنے پر رضامند کرنے کی کوشش کی، اس نے انہیں نصیحت کرتے ہوئے کہا کہ ان کی یہ کارروائی شرف اور مردانگی کے وسیع تراصولوں کے خلاف ہے کیونکہ وہ اپنے نبی اور اپنے بھائیوں کو اس وقت بے یار و مددگار چھوڑ رہے

---

[1] اوس اور خزرج دو آدمیوں کے نام ہیں اور یہ دونوں انصار کے اجداد ہیں اور حارثہ بن ثعلبہ بن عمرو (مزیقیاء) بن عامر (جس کا لقب ماء السماء ہے) بن حارثہ (الغطریف) بن امرئ القیس (البطریق) بن ثعلبہ بن مازن بن الأزد بن الغوث بن نبت بن مالک بن کہلان (حمیر کا بھائی) بن سبا بن یشجب بن یعرب بن قحطان کے بیٹے ہیں اور (اوس اور خزرج) کا وطن بلید و یمن ہے پس انہوں نے یثرب (حجاز) کی طرف ہجرت کی اور یہ ان کا وطن بن گیا اور جاہلیت میں ان دونوں قبیلوں کے درمیان جرب میں متعدد مشہور جنگیں ہوتی ہیں اور جب اسلام آیا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کے درمیان جو اختلافات تھے ان کے تصفیہ کی ذمہ داری لی اور ان دونوں کے درمیان مواخات کرادی اور یہ اسلام کی مدد کرنے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید کرنے میں سب سے بڑے فعال عناصر بن گئے اس لئے ان کو انصار کا نام دیا گیا۔

[2] آل عمران - ۱۲۲

ہیں جب کہ ہر جانب سے خطرات نے ان کا گھیراؤ کر لیا ہے اور اس جلیل القدر صحابی نے انہیں (خیر خواہی اور اخلاص سے) آواز دیتے ہوئے کہا۔

اے لوگو میں تمہیں اپنی قوم اور اپنے نبی کو ان کے دشمن کے آجانے کے موقع پر چھوڑنے پر اللہ کو یاد کراتا ہوں مگر ان منافقین کا انکاری جواب ان کے اس قول میں ملا ہوا تھا۔

اگر ہمیں معلوم ہوتا کہ تم جنگ کرتے ہو تو ہم تمہیں نہ چھوڑتے لیکن ہماری رائے یہ ہے کہ جنگ نہیں ہوگی۔

پس عبداللہ بن عمرو بن حرام نے مایوس ہونے کے بعد انہیں چھوڑ دیا اور یہ کہتے ہوئے واپس آگیا کہ

اللہ تمہیں ہلاک کرے، اللہ کے دشمنو! اللہ اپنے نبی کو تم سے عنقریب بے نیاز کر دے گا اور عبداللہ بن ابی اور اس کی غدار جماعت کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

یومئذ اقرب منھم للایمان یقولون بافواھھم مالیس فی قلوبھم واللہ اعلم بما یکتمون[1]

تمرد کی سازش کی ناکامی بلا شبہ رئیس المنافقین نے ان حالات میں جو تمرد کی خبیث تحریک کی وہ ایک گھٹیا سازش تھی جس سے منافقین کا مقصد، جیش اسلامی کی وحدت کو پارا پارا کرنا اور اس کی قوت کو کمزور کرنا تھا حالانکہ اس وقت وہ زندگی اور موت کی جنگ کے دروازہ پر تھا، بلا شبہ انجام کے لحاظ سے یہ ایک گھناؤنی سازش تھی۔

لیکن یہ سازش (خدا کا شکر ہے) بری طرح ناکام ہوئی اور رئیس المنافقین صرف اپنے ان متشکک اصحاب ہی کو واپس لیجانے میں کامیاب ہوا، جن کا جیش محمدی کے اندر

[1] آل عمران - ۱۶۷

موجود رہتے تو وہ جیش کے اندر سے مسلمانوں پر حملہ کر دیتے اور انہیں (گھمسان کے رن کے وقت) مارتے پھر دشمن کے ساتھ جا ملتے۔

پس اللہ نے ان کے خبیث ارادوں کو نمایاں کر دیا اور وہ ہمیشہ راستے کے بیچ رہے اور اس جگہ سے ان کی واپسی، جیش اسلامی کے صاف کر دینے کے قائم مقام ہو گئی اور اللہ نے اس سے اس جیش کو ڈکٹیٹر شپ اور انہزام و خذلان کے عناصر سے پاک کر دیا تاکہ مسلمان دشمن سے جنگ کریں اور وحدت متماسکہ اور ایک دوسرے سے پیوست دھڑا ہوں۔

اور ان منافقین پر یہ قول الٰہی منطبق ہوا کہ

لو خرجوا فیکم ما زادوکم الا خبالا، ولا اوضعوا خلالکم یبغونکم الفتنۃ، وفیکم سمّاعون لھم واللہ علیم بالظالمین[1]۔

فوج کے اندر نیا اختلاف

فوج سے منافقین کی واپسی کے بعد، مسلمانوں نے اس بارے میں اختلاف کیا کہ وہ اس خطرناک تمرد کے مقابلہ میں کیا کارروائی کریں، جس کی قیادت عبداللہ بن ابی نے ان خطرناک حالات میں کی ہے جن سے مسلمان فوج گزر رہی ہے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی فوج کے سالاروں کے ایک گروپ کی رائے یہ تھی کہ مشرکین کی فوج کے ساتھ گتھنے سے قبل ان متردین سے نجات حاصل کرنے کے لیے ان کی تادیب کی جائے اور ان کا خاتمہ کر دیا جائے۔

اور دوسرے فریق (جس کے لیڈر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سالار اعلیٰ تھے) کی رائے، پہلی رائے کے خلاف تھی ان کی رائے تھی کہ ان متردین کو اس وقت ان کے حال پر چھوڑ دیا جائے۔

اور یہ رائے (بلا نزاع) نہایت حکیمانہ اور درست تھی کیونکہ ان نازک حالات میں متردین سے جنگ کرنے میں، جیش اسلامی کی سلامتی کو ایسا خطرہ تھا جو کسی بھی نتائج

---

[1] التوبہ - ۴۷

کا اندازہ لگانے والے ماہر فوجی سے مخفی نہیں، اس وقت متمردین سے جنگ کرنا مسلمانوں کو دو آگوں کے درمیان ڈال دیتا، یعنی مشرکین کی فوج اور ان متمردین کے درمیان، اور یہ وہ بات ہے جو مکی فوج کے لیے مدنی فوج کا گھیراؤ کرنا اور اسے تباہ کن اور فیصلہ کن ضرب لگانا آسان کر دیتی۔

اور اس موقف میں جس میں فوج کی ہائی کمان، اس خائن تمرد کے بالمقابل اعصاب پر قابو پا گئی، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ثابت کر دیا کہ آپ (لیاقت اور استحقاق سے) دانائی، سمجھداری، نظم و نسق اور تجربہ کے لحاظ سے دنیا کے ماہر ترین سالاروں کے سرخیل ہیں۔

تمرد کے بعد فوج کا خلاصہ

منافقین کے تمرد اور ان کے مدینہ کی طرف واپسی کے واقعہ کے بعد، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم صرف سات سو جانبازوں کے ساتھ باقی رہ گئے آپ ان کو مسلسل جبل اُحد کی طرف چلاتے گئے تاکہ ان کے ساتھ تین ہزار جوانوں سے جنگ کریں جو عقیدہ اور ایمان کے سوا ان سے اسلحہ اور خوراک اور ہر چیز میں برتری رکھتے تھے۔

اُحد کی طرف

مشرکین، وادی قناۃ کی طرف، مسلمانوں سے سبقت کر گئے اور مدینہ سے مسلمان کے خروج سے قبل وہاں نمکین اور دلدلی زمین میں پڑاؤ کر لیا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس منطقہ میں نیا نیا آنے کی وجہ سے اُحد کی طرف جانے والے تمام راستوں سے ناآشنا تھے، پس آپ نے ان لوگوں کو طلب کیا جنہیں اس منطقہ کے راستوں کی واقفیت تھی کہ وہ آپ کو وہ راستہ بتائیں جو آپ کو وادی کی نمکین اور دلدلی زمین میں منتشر مکی فوج کے پاس سے گزرے بغیر جبل اُحد کی گھاٹی تک پہنچا دے، وہ فوج (بہت سے مناطق میں) مسلمانوں اور اُحد کی گھاٹی کے درمیان حائل تھی۔

اُحد کا راہنما

اسی لیئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تجربہ کار راہنما کی تلاش کرتے ہوئے فرمایا کون شخص ہمیں لوگوں کے ساتھ لڑنے کے لیئے ایسے نزدیکی راستے سے لے جائے گا جو ہمیں ان کے پاس سے نہ گزارے۔

ابو خیثمہ (بنو حارث کا بھائی) نے کہا یا رسول اللہ میں لے جاؤں گا، پس اسلامی فوج نے مارچ کیا اور ابو خیثمہ راہنما اُسے چھوٹے راستے سے لے گیا اور اُسے مکی فوج کے پاس سے گزرے بغیر اُحد کی گھاٹی تک پہنچا دیا، اور راہنما مسلمانوں کو بنی حارثہ کی سیاہ سنگ زمین اور ان کی کھیتیوں کے درمیان شمال کی طرف منہ کیئے اور مشرکین کی فوج کو اس کے شمال میں غرباً چھوڑتے ہوئے جبل اُحد کی طرف لے گیا۔

قلب و نظر کا اندھا

بنو حارثہ کی کھیتیوں کے درمیان سے، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنی فوج کے ساتھ گزرنے کے دوران ایک واقعہ رونما ہوا۔ جسے معزز قارئین کیلئے بیان کرنا مناسب ہے کیونکہ اس میں اسلامی پود (بلکہ ہر انسان کے لیئے) اخلاقی تربیت اور ضبط نفس کے اعلیٰ قیمتی سبق ہیں حتیٰ کہ نازک ترین حالات اور سخت ترین اضطرابات میں بھی عملی اسباق ہیں جو رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اُمت کو دیئے تاکہ جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ ان کی زندگی میں ان کی نہج کے مطابق چلنے کی توفیق دے وہ ان سے بلندی حاصل کریں۔

بنو حارثہ کی سیاہ سنگ زمین سے، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنی فوج کے ساتھ گزرنے کے دوران یہ واقعہ ہوا کہ آپ ایک شخص جسے مربع بن قیظی کہا جاتا تھا، کی کھیتی کے پاس سے گزرے یہ آنکھوں سے اندھا منافق تھا، جب اس نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی فوج کی حرکت کی آواز سنی تو یہ اس شدید بغض کی وجہ سے جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیئے اس کے دل میں جوش زن تھا، اپنے اعصاب پر قابو نہ رکھ سکا اور اس کی وجہ سے غضب ناک ہو کر اُٹھ کھڑا ہوا اور فوج کے چہروں پر مٹی

ڈالتے ہوئے کہنے لگا،

اگر آپ اللہ کے رسول ہیں تو میں آپ کو اپنی کھیتی میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دوں گا پھر اس نے مٹی کی ایک مٹھی لی اور کہنے لگا قسم بخدا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر مجھے معلوم ہو کہ میں آپ کے سوا کسی اور کو اس سے تکلیف نہیں دوں گا تو میں اسے آپ کے چہرے پر دے مارتا۔

پس فوج کے بعض افراد نے اُسے قتل کرنے کے لیے سبقت کی تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جلدی سے ان کے اور اس کے درمیان یہ کہتے ہوئے حائل ہو گئے کہ

اسے قتل نہ کرنا، یہ اندھا، قلب و نظر کا اندھا ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس شریفانہ عمل میں ایک عظیم سبق ہے، خصوصاً حکام اور قائدین کے لیے انہیں چاہیئے کہ وہ اپنے انتقام کو اپنے پاؤں تلے رکھیں حتیٰ کہ ان لوگوں کے انتقام کو بھی جنہوں نے ان سے بُرائی کی ہوتی ہے یا ان سے شر کا ارادہ کیا ہوتا ہے تاکہ وہ خوشی اور اختیار سے دلوں پر چوکڑی مار کر بیٹھ جائیں۔

اُحد میں نبوی پڑاؤ

پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم، فوج کے ساتھ چلے حتیٰ کہ آپ نے وادی قناۃ کو طے کر لیا اور جب آپ اُحد کے درے کے دہانے پر پہنچے (وہ اس وادی قناۃ پر جھانک رہا تھا جس میں مشرکین نے پڑاؤ کیا تھا) تو آپ نے مدینہ کی طرف منہ کر کے اور جبل اُحد کی چوٹیوں کی طرف پشت کر کے اپنی فوج کے ساتھ پڑاؤ کر لیا۔

اس طرح دشمن کی فوج نے، مسلمانوں کی فوج کے درمیان اور مدینہ کے درمیان جس میں منافقین، یہود اور جنگ سے عاجز مسلمانوں اور عورتوں اور بچوں کے سوا تقریباً کوئی شخص باقی نہ رہا تھا، رکاوٹ ڈالتے ہوئے صبح کی۔

جنگ کی تیاری

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سپاہیوں کو تیار کرنے اور جنگ کے لیئے ان کی صفیں بنانے کے لیئے اٹھے پھر آپ نے ان میں انہیں جہاد کی ترغیب دی آپ نے اس تقریر میں انہیں فرمایا۔

میں تم کو اللہ تعالیٰ کے قریب کرنے والا جو عمل بھی جانتا ہوں میں نے تمہیں اس کا حکم دے دیا ہے اور دوزخ کے قریب کرنے والے جس عمل کا مجھے علم ہے اس سے میں نے تمہیں روک دیا ہے اور جبرئیل نے میرے دل میں ڈالا ہے کہ اپنے رزق کو پورا لیئے بغیر کوئی نفس ہرگز نہیں مرے گا اس سے کچھ کوئی چیز کم نہ ہوگی خواہ وہ اُسے دیر سے ملے پس اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور خوش اسلوبی سے رزق تلاش کرو، اس کا دیر سے ملنا تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم اُسے معصیت الٰہی سے طلب کرو اور مومن، مومن کے لیئے ایسے ہی ہے جیسے جسم کیلئے سر ہوتا ہے جب وہ بیمار ہوتا ہے تو اس کے جسم کے بقیہ اعضا اس کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں[1]۔

تیر اندازوں کا دستہ پہاڑ پر

تیاری کے دوران (حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکیمانہ منصوبے کے حصے کے طور پر) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پچاس ماہر تیر اندازوں کو منتخب کیا اور (حضرت عبداللہ بن جبیر کی کمان میں جو ایک ذمہ دار حکم دینے والے تھے) جبل عینین میں فوجی چوکی قائم کرنے کی مہم ان کے سپرد کی آج کل اُسے جبل الرماۃ (تیر اندازوں کا پہاڑ) کہا جاتا ہے یہ چھوٹا سا پہاڑ، مسلمانوں کے پڑاؤ کے جنوب مغرب میں جنوبی وادی کے کنارے پر، اور اسلامی فوج کی کمان کے ہیڈ کوارٹر سے تقریباً ایک سو پچاس میٹر پر واقع ہے اور تیر اندازوں کی جماعت (جو ہمارے آج کل کے زمانے میں توپ خانے کے قائمقام ہے) کو پہاڑ پر مقرر کرنے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد، مسلمانوں

---

[1] سیرت حلبیہ جلد ۲ ص۲۲۱

کی فوج کو باہم ملنے کا خطرے سے یا پیچھے سے مسلمانوں کو مارنے سے بچانا تھا خصوصاً معرکہ کے گھمسان کے وقت،

سواروں کو تیر اندازی سے ہم سے ہٹاؤ

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم تھا کہ مشرکین کے پاس سواروں کی بڑی قوت ہے جسے معمولی نہیں خیال کیا جاسکتا، وہ دو سو سواروں سے کم نہ تھے اور ان کی کمان خالد بن ولید جیسا دلیر بہادر کر رہا تھا۔ اور جب جنگ کے حالات مشرکین کو مجبور کرتے تو وہ پیچھے سے مسلمانوں کو ضرب لگانے کے لیے اس اکیلے دستے سے ہی باہم گتھ جانے کی حرکات کی قوت پا سکتے تھے اس لیے (خاص طور پر) (حضرت) خالد بن ولید کے سوار جبل الرماۃ کے اردگرد ہی متحرک رہے کیونکہ اس پہاڑ کی جانب ہی وہ واحد پہلو تھا جس سے مشرکین کے سواروں سے گھمسان کے رَن کے وقت مسلمانوں کے پچھلے حصے کو ضرب لگانے کیلئے کام لیا جاسکتا تھا یا (جنگ برپا ہونے سے قبل) مسلمانوں کی صفوں کے پیچھے کھسک کر جانے کی کوشش کی جاسکتی تھی، اس لیے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس پہاڑ پر قبضہ کرنے اور اس میں تیر اندازوں کی جماعت کے مقرر کرنے کے بہت خواہشمند تھے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں تاکید کی کہ وہ مشرکین کے سواروں کی (شدت سے) نگرانی کریں اور انہیں فرمایا۔ سواروں کو تیر اندازی سے ہم سے ہٹاؤ وہ پیچھے سے ہمارے پاس نہ آئیں۔

جب تک میں تمہیں اطلاع نہ دوں اپنی جگہ نہ چھوڑنا

جس شخص کو میدان کارزار کے دیکھنے اور اس جبل الرماۃ کے جائے وقوع سے جو وادی قناۃ کے کنارے پر ٹیکا ہوا ہے واقفیت حاصل کرنے کا موقع میسر آیا ہے، اُسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم عسکری تجربہ کا علم ہو جائے گا جس سے آپ معرکوں کی منصوبہ بندی اور فوجی قوی کی تنظیم کی وسیع مہارت

اور تیاری کے ممتاز مواقع کے انتخاب میں جو معرکہ جیتنے کے لیے ضروری ہوتے ہیں ـــــ ممتاز تھے۔

اور جب تیر اندازوں کا دستہ (سالار رسول کے حکم سے) پہاڑ پر قبضہ کرنے گیا تو آپ نے انہیں سخت احکام دیئے کہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص حکم کے بغیر (خواہ حالات اور تغیرات کچھ ہی ہو جائیں) اپنی جگہوں کو نہ چھوڑیں آپ نے انہیں فرمایا

ہماری پشتوں کی حفاظت کرو وہ ہمارے پیچھے سے نہ آئیں اور انہیں تیر مارو، بلاشبہ گھوڑے، تیروں کی طرف نہیں بڑھتے، جب تک تم اپنی جگہ پر ثابت قدم رہو گے ہم ہمیشہ غالب رہیں گے۔

تیر اندازوں کو اس عظیم حربی ذمہ داری کا جوان کے کندھوں پر ڈالی گئی تھی یقین کرنا چاہیے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سخت فوجی حکم کو اس بات پر ختم کیا ـــــ

اے اللہ میں تجھے ان پر گواہ بناتا ہوں ـــــ

اس طرح آپؐ نے ان کے ذمہ دار سالار کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا ـــــ

سواروں کو، تیروں کے ذریعے ہم سے ہٹاؤ وہ ہمارے پیچھے سے نہ آئیں اور آپ اپنی جگہ پر ڈٹے رہیں خواہ ہمیں فتح ہو یا شکست ـــــ

(اور ایک روایت کے مطابق) آپ نے ایک اور حکم میں انہیں فرمایا

اگر تم پرندوں کو ہمیں اچکتا دیکھو تو اپنی جگہ کو نہ چھوڑنا حتیٰ کہ میں تمہاری طرف اطلاع بھیجوں اور اگر تم دیکھو کہ ہم دشمنوں پر غالب آگئے ہیں اور ہم نے انہیں روند دیا ہے تو میرے اطلاع بھیجنے تک تم اپنی جگہ نہ چھوڑنا اور اگر تم ہمیں غنیمت حاصل کرتا دیکھو تو ہمارے ساتھ شریک نہ ہونا اور اگر تم ہمیں جنگ کرتا دیکھو تو ہماری مدد نہ کرنا اور نہ ہمارا دفاع کرنا۔[1]

---

[1] دیکھئے سیرت حلبیہ جلد ۲ ص۱۵ اور دائرۃ معارف وجدی جلد ۱ ص۹۶

معرکہ کی تیاری

تیر اندازوں کے دستے کو پہاڑ میں مقرر کرنے کے بعد رسول صلی اللہ علیہ وسلم مطمئن ہو گئے اور صفوں کو تیار کرنے لگے اور سالاروں کو ذمہ داریاں تقسیم کرنے لگے۔

مسلمانوں کی نسبت سے پوزیشن بہت کمزور تھی، تعداد، ساز و سامان اور ہتھیاروں کی عمدگی کے لحاظ سے فریقین میں بہت تفاوت تھا، عددی نسبت کے لحاظ سے ایک مسلمان کم از کم چار مشرکین کے مقابل تھا۔ اس طرح مشرکین کی فوج، سواروں کے دستے کے ہتھیار سے بھی ممتاز تھی جو دو سواروں پر مشتمل تھا جب کہ اس وقت اسلامی فوج میں اس ہتھیار میں سے فقط ایک ہی گھوڑا تھا، اس پر مستزاد یہ کہ اسلامی فوج کے اکثر جوان بے زرہ تھے اور ان میں صرف ایک سو زرہ پوش تھے جب کہ مکی فوج میں سات سو زرہ پوش جانباز تھے اور یہ تعداد ساری مدنی فوج کے برابر تھی۔

یہ سب تفاوت، منصوبہ بندی میں، اہتمام، نگرانی، باریک بینی اور درجہ بندی اور بہادروں کے ہمسروں کے انتخاب کا متقاضی تھا تاکہ وہ موقف کا سامنا کرنے اور پہلے حملے کے وقت ثابت قدم رہنے کے لیے صفوں کے ہراول میں ہوں۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جوانوں کی کمی کے عوض میں مسلمانوں کے ممتاز سرداروں اور مشہور جانباز اور بہادر جوانوں کے انتخاب میں کامیاب ہو گئے جو ہزاروں کے ہم پایہ تھے اور آپ نے انہیں صفوں کے ہراول میں رکھا تاکہ جب فوجیں جنگ کریں تو وہ آپ کی فوج کا ہراول ہوں۔

اور ان کے ہراول میں حضرت حمزہ بن عبد المطلب، حضرت علی بن ابو طالب، حضرت عمر بن ابو طالب، حضرت زبیر بن العوام، حضرت ابوبکر صدیق، حضرت مصعب بن عمیر، حضرت طلحہ بن عبید اللہ، حضرت عبد اللہ بن جحش، حضرت سعد بن معاذ[1]، حضرت

---

[1] ان نو حضرات کے حالات ہماری کتاب غزوۂ بدر میں بیان ہو چکے ہیں۔

سعد بن عبادہ[1]، حضرت سعد بن ربیع، حضرت ابو دجانہ[2] اور حضرت انس

[1] سعد بن عبادہ بن دلیم بن حارثہ انصاری خزرجی، آپ جلیل القدر صحابی اور خزرج کے سردار تھے اور اسلام اور جاہلیت میں دیکھے جانے والے اشراف امراء میں سے تھے اور آپ ان بارہ نقیبوں میں سے ایک تھے جنہوں نے (اپنی قوم کی طرف سے) منیٰ میں معاہدۂ عقبہ کی ذمہ داری لی تھی کہتے ہیں کہ آپ بدر میں ایک بیماری کی وجہ سے شامل نہیں ہو سکے اور آپ عرب کے مشہور اسخیاء میں سے تھے اور آپ ہی کے لیے اور آپ کے اہلِ بیت کے لیے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی ہے کہ (اللھم صلواتك ورحمتك علی آل سعد بن عبادۃ۔ اے اللہ سعد بن عبادہ کی آل پر تیری رحمت اور برکت ہو) آپ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلافت کی امید رکھتے تھے اس لیے آپ نے حضرت ابوبکر کی بیعت سے انکار کر دیا اور جب حضرت عمر نے خلافت سنبھالی تو آپ نے بیعت سے تخلف کرنے پر آپ کو ملامت کی تو حضرت سعد نے آپ سے کہا قسم بخدا آپ کے دوست (حضرت ابوبکر) ہمیں آپ سے زیادہ محبوب تھے اور میں آپ کی ہمسائیگی کو پسند نہیں کرتا، حضرت عمر نے فرمایا جو اپنے ہمسایہ کی ہمسائیگی کو پسند نہیں کرتا، وہ کسی دوسری طرف رخ کرے، پس حضرت سعد فوراً مہاجر بن کر شام کی طرف روانہ ہو گئے اور حوران میں ٹھہر گئے حتیٰ کہ وہیں ۱۴ھ میں وفات پا گئے۔ حضرت سعد نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ۲۱ حدیثیں روایت کی ہیں۔

[2] ابو دجانہ، آپ کا نام سماک بن خرشہ خزرجی بیاضی انصاری ہے آپ جلیل القدر صحابی اور دلیر شجاع ہیں آپ نے اسلام میں عظیم کارنامے کیے ہیں آپ بدر میں شامل ہوئے اور اُحد کے روز آپ نے مشرکین کو ڈرایا اور پہاڑ کے واقعہ کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ثابت قدم رہے اور (جب لوگ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر تتر بتر ہو گئے) تو آپ نے حضور کو تیروں سے بچانے کے لیے اپنے آپ کو حضورؐ کی ڈھال بنا دیا اور تیر آپ کی پشت پر لگتے تھے اور آپ بالکل بے پرواہ تھے اور آپ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا شاندار دفاع کیا اور اُحد کے روز آپ کو بہت زخم لگے، حضرت ابو دجانہ، جنگ یمامہ میں شامل ہوئے اور مسیلمہ کذاب کے قتل میں شامل ہوتے اور اس جنگ میں شہید ہو کر قتل ہوتے۔

بن النضر[1] جیسے بہادر، جنگجو اور یقین والے لوگ تھے۔

اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فوج کے ایک دستہ کو (حضرت زبیر بن العوام اور حضرت مقداد بن الاسود[2]) کی کمان میں (حضرت) خالد بن ولید کے سواروں کے سامنے ڈٹے رہنے کی مہم سپرد کی تاکہ معرکہ کے آغاز میں سوار جو بھی حملہ کریں اسے روک کر تیراندازوں کی مدد کی جائے۔

اس تلوار کا حق کون ادا کرے گا

اور جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سپاہیوں کی تیاری کی تکمیل کر چکے تو آپ نے ایک شمشیر براں نکالی پھر اس تلوار کو اپنے اصحاب پر پیش کیا اور ان میں اعلان کیا (تاکہ بہادری کے اظہار کے لیے رغبت کو ابھاریں)

اس تلوار کا حق کون ادا کرے گا

نوجوان اسے لینے کے لیے آپ کے پاس گئے تو آپ نے اسے ان سے روک لیا، اور ان جوانوں میں حضرت علی بن ابی طالب، حضرت زبیر بن العوام اور حضرت عمر بن الخطاب شامل

---

[1] انس بن النضر بن ضمضم خزرجی انصاری، آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم حضرت انس کے چچا ہیں، حضرت انس اُحد کے روز ثابت قدم رہے اور جب آپ نے بعض مسلمانوں کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی خبر پھیل جانے کے باعث اپنے ہتھیار پھینکتے دیکھا تو آپ نے فرمایا تم حضورؐ کے بعد زندگی کو کیا کرو گے (یعنی اگر وہ فی الواقعہ قتل ہو گئے ہیں تو) پھر آپ نے اپنی تلوار لی اور مشرکین کی فوج میں یہ کہتے ہوئے گھس گئے اے اللہ جو کچھ ان مسلمانوں نے کیا ہے میں تیرے حضور اس کی معذرت کرتا ہوں اور جو کچھ مشرکین لائے ہیں میں تیرے حضور اس سے برأت کرتا ہوں۔ آپ معرکہ بدر میں شامل نہیں ہو سکے اس لیے آپ معرکہ اُحد میں حاضر ہونے کے مشتاق تھے آپ نے اسی معرکہ میں شہادت پائی ہے۔ رضی اللہ عنہ

[2] ان دونوں کے حالات ہماری کتاب غزوہ بدر میں بیان ہو چکے ہیں۔

تھے پھر حضرت ابو دجانہ آپ کے پاس گئے (اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصود بھی آپ ہی تھے) آپ نے پوچھا ــــ یارسول اس کا حق کیا ہے؟ حضور علیہ السلام نے فرمایا، اس سے شمشیر زنی کر دحتی کہ یہ ٹیڑھی ہو جائے۔ حضرت ابو دجانہ نے کہا۔ میں اسے لیتا ہوں..... تو آپ نے انہیں یہ تلوار دیدی۔

جنگ کے سوا، اللہ کو یہ چال ناپسند ہے

حضرت ابو دجانہ انصاری ایک مشہور بارعب شجاع جوان تھے اور جنگ کے وقت تبختر سے چلتے تھے اور آپ کا ایک سرخ عمامہ تھا جس کا نام موت کا عمامہ تھا آپ جب اُسے باندھتے تو لوگوں کو معلوم ہو جاتا کہ آپ عنقریب، موت تک جنگ کریں گے، اس لیئے جب آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تلوار لی (کہ آپ اس کا حق ادا کریں گے) تو آپ نے اپنا سرخ عمامہ نکالا اور اسے اپنے سر پر باندھا پھر دونوں صفوں کے درمیان نازد تبختر سے چلتے نکلے جیسا کہ جنگ کے وقت آپ کا قدیمی دستور تھا اور جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپکو متبخترانہ چال چلتے دیکھا تو فرمایا ــــ بلاشبہ اس چال کو اللہ پسند نہیں کرتا مگر اس قسم کے میدان میں پسند کرتا ہے۔

دشمن کا جنگ کیلئے تیار ہونا

اور مشرکین بھی وادی قناۃ کے نشیب میں اپنی فوج کو تیار کرنے لگے اور اس جگہ پر انہیں معرکہ کے قبول کرنے میں مجبور کیا گیا تھا، یہ جگہ، مسلمانوں کی فوج کی نسبت جو درّے کی بلند جگہ پر اتری تھی، نشیب میں تھی اور اس نے اس میں اپنی صفوں کو منظم کیا۔

اور اس دفعہ بھی فوج کی تیاری، نظام صفوف کے مطابق تھی اور یہ پہلا موقع تھا جس میں بھی صفوں میں لڑے جب کہ وہ ہمیشہ اپنی جنگوں میں سرخ ہنود کے طریق پر لڑتے تھے اور وہ کرو فر کا طریق ہے اور اسی طریق کے مطابق وہ بدر میں

مسلمانوں سے لڑے تھے پس اس روز اچانک حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں صفوں میں جنگ کرتے پایا جسے انہوں نے کبھی دیکھا نہ تھا اور یہ ان اسباب میں سے ایک سبب تھا جنہوں نے اس روز انہیں شکست تک پہنچایا۔

معلوم ہوتا ہے کہ مشرکین نے معرکہ بدر میں مسلمانوں سے نظام صفوف کا سبق لیا پھر اُحد کے روز اس پر عمل کیا۔

مکی فوج کا سالار عام

مشرکین نے بھی اس دفعہ اپنی فوج کے لیے ایک ذمہ دار سالار عام منتخب کیا جو ابوسفیان صخر بن حرب اموی تھا اور یہ کام انہوں نے معرکہ بدر میں نہیں کیا تھا، ان کی فوج نے کسی ایک کمان کے بغیر جنگ لڑی بلکہ زعماء کے درمیان قیادت متناز [illegible] تھی اور مشرکین نے اپنا جھنڈا ایک چھوٹے سے دستے کو دیا جو سب کا سب بنی عبدالدار کے قرشی قبیلے سے تھا اور یہ دستہ صفوں کے ہراول میں طلحہ بن ابی طلحۃ العبدری کی کمان میں کھڑا ہوا اور قبائلی نظام، قریش کے قبائل کے درمیان متفقہ اور جنگوں میں قدیم سے قابل اتباع ہے کہ علمبردار دستہ ہمیشہ بنی عبدالدار سے ہوگا جیسا کہ فوجوں کی کمان بنوامیہ کے پاس تھی اور سواروں کی کمان خاص طور پر بنی مخزوم میں تھی۔

ابوسفیان کا علمبردار دستے کو اکسانا

بنو عبدالدار کے جھنڈا پکڑنے کے بعد سالار عام ابوسفیان نے (انہیں ڈٹ جانے کی ترغیب دیتے ہوئے اور اس بات کی طرف ان کی نظر پھیرتے ہوئے کہ جنگ کے دوران جھنڈا گرنے سے جنگ کرنے والوں کے دلوں پر کیسا برا اثر پڑتا ہے نیز جب ان کا علمبردار النضر بن الحارث بن کلدۃ العبدری، بدر کے روز مسلمانوں کی قید میں آگیا تو قریش کو ان کے ہاتھوں جو زک اٹھانی پڑی اس کی یاددہانی کراتے ہوئے) انہیں کہا

اے بنی عبدالدار تم نے بدر کے روز ہمارا جھنڈا سنبھالا اور اس سے جو ہمیں تکلیف پہنچی تم اُسے دیکھ چکے ہو اور لوگوں کو صرف ان کے جھنڈوں کی جانب سے شکست ہوتی ہے جب جھنڈے گر جاتے ہیں تو وہ ہلاک ہو جاتے ہیں، یا تو ہمارے جھنڈے کے بارے میں ہمیں کفایت کر دیا ہمارے اور اس کے درمیان سے ہٹ جاؤ ہم تمہیں اسکے بارے میں کفایت کریں گے'

پس بنو عبدالدار، ابوسفیان کی اس بات سے سخت برافروختہ ہوئے اور اس کا قصد کیا اور اُس سے وعدہ کیا اور اُسے کہنے لگے۔

ہم اپنا جھنڈا تمہارے سپرد کرتے ہیں؟ کل جب ہماری مڈبھیڑ ہو گی تو تو دیکھے گا کہ ہم کیا کرتے ہیں اور ابوسفیان کا بھی یہی مقصد تھا اور ابوسفیان کے اضطراب نے علمبردار دستے پہ بڑا سخت اثر ڈالا جس نے انہیں گھمسان کے رن کے وقت ثابت قدمی پر آمادہ کر دیا اور مکہ کا جھنڈا ان کے ہاتھوں سے اس وقت گرا جب وہ سب کے سب تباہ کر دیئے گئے جیسا کہ اسکی تفصیل ابھی بیان ہو گی۔ انشاء اللہ

قریش نے اپنی فوج کو کیسے مرتب کیا

قریش نے اپنی فوج کو صفوں میں مرتب کیا اور اس کا میمنہ میسرہ بنایا اور میمنہ کی کمان، خالد بن ولید کو، اور میسرہ کی کمان عکرمہ بن ابوجہل کو دی اور سالار عام ابوسفیان، پیادوں کی کمان صفوان بن امیہ[1] کے سپرد کرنے کے بعد قلب میں ٹھہرا اور تیراندازوں کی کمان قریش نے عبداللہ بن ابی ربیعہ کو دی جو مسلمانوں کے ساتھ جنگ پر اکسانے والے زعماء میں سے ایک تھا جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے قریش نے اپنا جھنڈا بنو عبدالدار کو دیا۔

---

[1] اس کے حالات ہماری کتاب غزوہ بدر میں بیان ہو چکے ہیں۔

معرکہ سے قبل سیاسی داؤ پیچ

معرکہ سے قبل (باوجودیکہ قریش کو ہر مادی چیز میں مسلمانوں پر برتری حاصل تھی) مسلمانوں کا خوف قائدین قریش کے دلوں پر مسلط تھا اس لیے کہ انہیں (تجربہ سے) مسلمانوں کا شوقِ جنگ معلوم تھا اور عددی کمی، مسلمانوں کے تمام معرکوں میں ان کے ساتھ شامل رہی جس کی قائمقام (ہمیشہ) زبردست معنوی قوت، دقیق تنظیم اور وہ اتحاد ہو جاتا جو اس سچے عقیدہ کی وحدت سے پیدا ہوا تھا جس سے مسلمان ممتاز تھے جو ایک یکتا قائد سے ارتباط رکھتے تھے جو ہمیشہ حق اور درست بات کہتا تھا۔

اس لیے قریش نے (معرکہ سے تھوڑا سا وقت پہلے) وہ خبیث سیاسی داؤ پیچ کیے، جن سے ان کا مقصد، مسلمانوں کے درمیان تفرقہ پیدا کرنا اور ان کی صفوں کے اندر جھگڑا پھیلانا تھا۔

ابوسفیان نے خاص طور پر انصار کو پیغام بھیجا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے الگ ہو جائیں اور اس نے انہیں یہ بھی کہا کہ وہ ان کے ساتھ جنگ کرنے نہیں آیا وہ صرف اپنی قوم قریش سے جنگ کرنے آیا ہے اس نے کہا

> اے گروہ قریش ہمارے اور ہمارے عمزاد (یعنی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) کے درمیان سے ہٹ جاؤ ہم تم سے واپس چلے جائیں گے ہمیں آپ لوگوں سے لڑنے کی کوئی ضرورت نہیں لیکن انصار رضی اللہ عنہم نے اسے سخت جواب دیا اور اسے اس کی ناپسندیدہ بات سنانے کے بعد، اس کی پیش کش کو ٹھکرا دیا۔

ابوعمر راہب غدار

جب ابوسفیان اپنی اس کوشش میں ناکام ہوگیا تو قریش نے دوسری کوشش کا بیڑا لیا جس کی ذمہ داری اہل مدینہ کے غدار اجنبٹ ابوعمر راہب[1] (عبدعمرو بن صیفی اوسی نے لی) قریش نے (معرکہ برپا ہونے سے قبل) اس غدار کو، انصار میں سے اپنی قوم اوس کو اس طرف مائل کرنے کے لیے بھیجا کہ وہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ دیں اور مشرکین کی طرف مائل ہو جائیں۔

اس نے صفوں کے درمیان کھڑے ہو کر، مسلمانوں کے پڑاؤ میں سے اپنی قوم اوس کو آواز دی اور کہا

اے گروہِ اوس میں ابوعامر راہب ہوں (اور یہ اسلام سے قبل اوس کا رئیس اور سردار تھا)

لیکن اس کی قوم کے لوگوں نے اس کی آواز سنتے ہی اُسے کلام کو جاری رکھنے کا موقع نہ دیا اور انہوں نے بیک آواز اسے جواب دیا (اے فاسق تجھے خوش آمدید نہ ہو)

---

[1] یہ ابوعامر، جاہلیت میں اپنی قوم اوس کا سردار تھا اور ان کے درمیان بلند مرتبہ تھا پس جب اسلام آیا تو اسے غصہ آگیا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کہنے سے اس کا دل لبریز ہوگیا اور اس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے غصے کی وجہ سے مدینہ چھوڑ دیا اور مکہ چلا آیا اور اس کے ساتھ اوس کے پچاس غدار بھی تھے۔ جو سب کے سب مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے مشرکین کو بھڑکانے کے لیے چلے گئے پھر وہ مشرکین کی فوج کے ساتھ مل گئے اور انہوں نے اپنے لیڈر ابوعامر کی کمان میں مسلمانوں سے جنگ کی اور یہ ایک عجیب بات ہے کہ اس غدار ابوعامر کا ایک نوجوان بیٹا تھا جس کا نام حنظلہ تھا جو قوتِ ایمان اور متانتِ یقین اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے دین اسلام سے محبت کا ایک خوبصورت نمونہ تھا اور معرکہ کی رات اس مومن نوجوان کی شبِ زفاف تھی اور اس شب کو یہ اپنی پہلی بیوی کو اندر لایا لیکن صبح کو جب اس نے جہاد کی آواز کو سنا تو اس نے اُسے چھوڑ دیا اور اپنی تلوار اٹھائی اور جلدی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

پس جب غدار نے ان کا جواب سُنا تو کہنے لگا، میرے بعد میری قوم کو شر پہنچا ہے اور یہ ابو عامر غدار مکہ میں قریش کو یہ تاثر دیتا ہے کہ اس کی قوم اوس میں اس کی بات سنی جاتی ہے اور جونہی انہوں نے اُسے دیکھا اور اس کی آواز کو سنا تو وہ جیش اسلامی میں اپنی جگہوں کو چھوڑ دیں گے اور اس کی کمان میں مکی فوج کے ساتھ شامل ہو جائیں گے۔

اور کعبہ کی کمان نے اس ابو عامر راہب کو، غلاموں اور احابیش کے ایک گروہ کی کمان دی تھی انہوں نے اس کی کمان میں مسلمانوں کے خلاف معرکہ میں حصہ لیا۔

معرکہ میں قریش کی عورتوں کی کوشش

اور فوج کے ساتھ قریش کے لیڈروں کی جو عورتیں نکلی تھیں، معرکہ میں ان کی شراکت کا پارٹ، بہادروں کے غصے کو بھڑکانا اور سواروں کے جذبات کو برانگیختہ کرنا اور جانبازوں کے احساسات کو حرکت دینا اور بدلہ لینے کے جذبے کو پھیلانا اور مسلمانوں کو سزا دینے کی آگ کے جذبے کو پھیلانا اور مسلمانوں کو سزا دینے کی آگ کو بھڑکانا اور بدر کے روز مسلمانوں کے ہاتھوں اہل مکہ کو جو زک پہنچی تھی اس کی یاد دلانا تھا۔

اور ان عورتوں میں، مسلمانوں کے خلاف سب سے بڑھ کر انگیخت کرنے والی

کے ساتھ آملا، اور آپ کے ساتھ مل کر بہادرانہ جنگ کی حتیٰ کہ قتل ہو گیا اور اسی حنظلہ بن ابی عامر کو غسیل الملائکہ کہا جاتا ہے کیونکہ وہ جنبی ہونے کی حالت میں معرکہ میں شامل ہوا تھا اور غسل کرنے سے قبل ہی جلدی سے میدان کارزار میں آگیا تھا کہ کہیں وہ جہاد سے پیچھے نہ رہ جائے اور جیسا کہ حدیث میں بیان ہوا ہے کہ ملائکہ نے اُسے غسل دیا، ہم آئندہ اسے تفصیل سے بیان کریں گے، ان شاء اللہ۔

ہند بنت عتبہ تھی جس کے باپ عتبہ اور بھائی ولید اور چچا شیبہ اور بیٹے حنظلہ کو بدر کے روز مسلمانوں نے قتل کر دیا تھا، یہ مخالف عورت اپنے خاوند (سالار عام) ابو سفیان بن حرب کے ساتھ نکلی تاکہ بنفس نفیس معرکہ انتقام کو دیکھے تاکہ شاید وہ مسلمانوں سے اپنے کینے کو ٹھنڈا کرے۔

ان عورتوں نے قریشی فوج کے مورال کو بلند کرنے اور ثابت قدمی اور قربانی کے جذبہ کو ان کے دلوں میں بھڑکانے میں بڑی طاقت صرف کی، یہ عورتیں ان جنگجوؤں کی صفوں کے درمیان پھیل گئیں جو جنگ کے لیئے تیار تھے اور وہ مسلمانوں کو سزا دینے اور میدان کارزار میں ان کے خلاف ثابت قدم رہنے کی ترغیب دینے والے اشعار پڑھ رہی تھیں۔

اے بنی عبدالدار

وہ خاص طور پر بنی عبدالدار کے علمبرداروں کو ترغیب دے رہی تھیں کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ (پہلے مرحلہ میں) مکی فوج کا انجام، ان لوگوں کے انجام سے مرتبط ہے کیونکہ وہ فوج کے علمبردار ہیں اور اس زمانے میں اگر علمبردار شکست کھا جائیں یا قتل ہو جائیں تو انہی کی جانب سے فوج کو شکست آتی تھی۔

اور اسی بات نے سالار عام (ابوسفیان) کو بنی عبدالدار کے علمبرداروں کو یہ بات کہنے پر مجبور کیا تھا کہ

تم نے بدر کے روز ہمارا جھنڈا سنبھالا اور اس سے جو تکلیف ہمیں پہنچی تم اسے دیکھ چکے ہو اور لوگوں کو صرف ان کے جھنڈوں کی جانب سے شکست ہوتی ہے جب جھنڈے گر جاتے ہیں تو وہ ہلاک ہو جاتے ہیں۔

اور قریش کی عورتیں مکہ کے عبدری علمبرداروں کے آگے انگیجمنٹ کرنے والے اشعار پڑھتے ہوتے نکلیں جو خاص طور پر ان کے لیئے تھے۔

اے بنی عبدالدار، اے پشتوں کے بچانے والو اور ہر شمشیر براں سے مارنے والو، پھر کبھی وہ صفوں کے آگے اور کبھی ان کے پیچھے چکر لگانے لگیں اور ان کے ہاتھوں میں ڈھول تھے جنہیں وہ پیٹتیں اور ساری فوج کی عورتوں کے نام سے اشعار گاتیں جن میں وہ مردوں کو دھمکاتیں کہ اگر انہوں نے جنگ سے فرار کیا تو وہ ان سے الگ اور جدا ہو جائیں گی اور انہوں نے ان سے وعدہ کیا کہ اگر وہ ثابت قدم رہے اور فرار نہ کیا تو ان سے ہر عورت اپنے خاوند کے پاس رہے گی اور اس کی مدد کرے گی اور اس کی خدمت کریگی اور انہوں نے یہ اشعار بھی پڑھے۔

اگر تم آگے بڑھے تو ہم معانقہ کریں گی اور تکیے بچھائیں گی اور تم نے پشت پھیری تو ہم محبت نہ کرنے والے کی طرح جدا ہو جائیں گی۔

بلاشبہ مکی فوج کے دلوں میں قریش کی عورتوں کی تحریص کا بڑا اثر ہوا اور خاص طور پر بنی عبدالدار کے ان علمبرداروں پر جنہوں نے میدان میں جان کی بازی لگا دی اور وہ جھنڈے کا ثابت قدمی سے دفاع کرنے لگے حتیٰ کہ مسلمانوں نے سب کو تباہ کر دیا۔

---

[1] علمبردار، یہ ایک فوجی منصب ہے جو عربوں کے ہاں جاہلیت اور اسلام میں مشہور و معروف ہے جیساکہ وہ قدیم افواج جیسے یونانی فوج، ایرانی فوج اور رومی فوج میں معروف ہے اور قریش جاہلیت میں دس بطون تھے اور ہر بطن کی ایک ڈیوٹی تھی اور علمبرداری، بنو عبدالدار میں تھی۔

۱

فصل سوم

- صفر کی گھڑی
- گھمسان کا رَن
- حضرت حمزہؓ بن عبدالمطلب کی شہادت
- مسلمانوں کی فتح
- مکی فوج کی پسپائی

صفر کی گھڑی نزدیک آگئی اور فریقین اپنی تیاری کی تکمیل اور سالار اور سپاہی اپنی اپنی مقررہ جگہوں کو سنبھالنے کے بعد ایک دوسرے کے آمنے سامنے ہو گئے۔ مشرکین کے تین ہزار سواروں اور بہادروں کی کمان، جاہلیت کی نخوت کر رہی تھی اور بدلہ لینے کی رغبت انہیں زبردست تیاری اور بہترین ہتھیار بندی پر آمادہ کر رہی تھی اور وہ سات سو مسلمانوں کا سامنا کر رہے تھے۔ جنہیں رغبت مارقہ راہ خدا

میں شہادت پانے اور خدا کا بول بالا کرنے کے لیے فتح حاصل کرنے کے لیے لا رہی تھی اور وہ اپنے مخالفین پر قوتِ ایمانی کے اسلحہ اور ٹھوس اور سچے عقیدہ کے سامان کے سوا، کوئی برتری نہ رکھتے تھے اور یہ کتنا بڑا ہتھیار اور کتنا شاندار سامان تھا۔

ہر فریق، اپنے جوانوں کو صبر و ثبات کی ترغیب دینے لگا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تیاری کے وقت اپنی فوج کو خطاب کیا اور اپنے احکام صادر فرمائے کہ اسلامی فوج، دفاع کی پوزیشن میں رہے حتیٰ کہ اس نے آپ سے خاص احکام حاصل کیے آپ نے فرمایا۔

تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک جنگ نہ کرے جب تک ہم اسے جنگ کا حکم نہ دیں[1]

اور بنو عبدالدار نے صفوں کے آگے مشرکین کا جھنڈا گاڑ دیا اور ابوطلحۃ العبدری کے دو بیٹوں نے اس کا گھیراؤ کر لیا اور ان کا شاعر کہتا ہے۔

علمبرداروں پر واجب ہے کہ نیزہ خون سے رنگین ہو جائے یا ٹوٹ جائے۔

تیاری کی تکمیل کے بعد دونوں فوجیں قریب آگئیں اور جذبات، جوش زن ہو گئے اور جذبات کے درمیان دل دھڑکنے لگے اور آنکھیں سرخ ہو گئیں اور رگوں میں خون کا جوش بڑھ گیا اور گھوڑوں کی ہنہناہٹ، ہتھیاروں کی جھنکار کے ساتھ اور جوانوں کی آوازیں اور سواروں کی چیخیں ایک دوسرے سے مل گئیں۔

مشرکین کا حملہ

اُحد کے روز مشرکین، حملہ کی ابتدا کرنے والے تھے اور ان کی پیادہ فوج، غدار (ابو عامر راہب اوسی) کی کمان میں کھڑی ہوئی اور سواروں کا ایک دستہ عکرمہ بن ابی جہل کی کمان میں مسلمانوں کے

---

[1] سیرت ابن ہشام جلد ۲ ص ۶۵

بائیں پہلو کے خلاف اس کی امداد کر رہا تھا اس کا مقصد، اس بازو کو توڑنا اور مسلمانوں کو پیچھے سے ضرب لگانے کے لیئے درّے کے اندر چلا جانا تھا تاکہ ان کی صفوں میں گنجلک پیدا ہو جائے۔

لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معرکہ سے قبل اپنی فوج کے پڑاؤ اور جبل الرماۃ میں اس فوج کی عظیم تیاری کے لیئے درّے کے مدخل کے پاس جو جگہیں منتخب کیں، اس نے اس کوشش کو مکمل طور پر بیکار کر دیا اور یہ اس طرح ہوا کہ اس حملے کو (خصوصاً سواروں کے حملے کو) پہاڑ سے تیر اندازوں کے تیروں کے سیل رواں کا سامنا کرنا پڑا اور پیادوں نے (حضرت زبیر اور حضرت مقداد کی کمان) حملہ آوروں کا پیچھا کیا اور ان کی سخت مقاومت کی جس نے حملہ آوروں کو واپسی پر مجبور کر دیا اور حملہ آوروں کو پراگندہ کرنے میں (جیسا کہ معلوم ہوتا ہے) ان جوانوں نے بھی مدد کی جنہوں نے جبل اُحد کے منتخب مقامات پر پڑاؤ کیا ہوا تھا، انہوں نے حملہ آوروں کو پتھر مارے اور انہوں نے ان پر بڑی بڑی چٹانیں مسلط کر دیں اور انہیں ان کی طرف لڑھکا دیا، پس انہوں نے ان کے انتظامات میں گنجلک پیدا کر دی اور انہیں دامنِ کوہ سے دُور ہونے پر مجبور کر دیا۔

مکی سواروں نے تین دفعہ بار بار حملہ کیا لیکن وہ ان سب میں ناکام ہو گئے اور اس کی وجہ یہ تھی کہ پہاڑ میں تیر انداز الرٹ تھے اور یہ معرکہ کے آغاز کا واقعہ ہے اور اس کے آخر میں پہاڑ سے تیر اندازوں کے اپنی جگہوں کے چھوڑ دینے کی وجہ سے مکہ کے سواروں کا حملہ کامیاب ہو گیا جیسا کہ ہم ابھی اس کی تفصیل بیان کریں گے۔

حکیمانہ منصوبے کے پہلے پہل

اپنے پہلے حملے میں مشرکین کی ناکامی اس حکیمانہ اور دقیق منصوبے کا پہلا پھل تھا جسے سالار رسول ؐ نے معرکے کے پہلو کے انتظام کے لیئے بنایا تھا اور اسی کے بموجب درّے کی اس مضبوط اور محدود جگہ کو تیاری کے لیے منتخب کیا گیا۔

اور اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم درّے کی اس بلند جگہ کو جو تین جہات سے جبل اُحد کی بلند چوٹیوں سے گھری ہوئی تھی انتخاب نہ کرتے تو مشرکین کے سوار پیچھے سے ضرب لگانے اور مکی فوج کے اگلے حصے کے مقابلہ سے غافل کرنے کے لیے سرعت سے اسلامی فوج کے پچھلے حصے میں گھس جاتے۔

سواروں کے حملے کی ناکامی اور مسلمانوں کی سخت مقاومت کے سامنے ابو عامر راہب کی پسپائی کے بعد صورت حال سنگین ہوگئی پھر تنور گرم ہوگیا اور فریقین کے سالاروں نے عام حملے کے احکام جاری کر دیئے اور دونوں فوجیں باہم ٹکرا گئیں۔

اور جیسا کہ ہر معرکے کا دستور ہے، معرکے کے پہلے لمحات میں فریقین نے میدان پر قابو پانے کے لیے ثابت قدمی اور جاں بازی کی کوشش کی اور دونوں فوجوں کے سرداروں نے بہادری اور شجاعت کا اظہار کیا اور مشرکین (جب معرکے کو بھڑکانے کے لیے پہلا شرارہ اُڑا) اپنی کثرت اور اسلحی قوت اور عربوں کے مشہور بہادروں کی بہتات پر نازاں تھے اسی لیے وہ حملہ کی ابتدا کرنے والے اور ہمیشہ مبارزت کی دعوت دینے والے ہوتے تھے۔

قریش کے جھنڈے کے گرد بھاری معرکہ

مشرکین کے جھنڈے کے گرد سخت جنگ ہو رہی تھی اور خاص طور پر اس جھنڈے کے علمبردار، مسلمانوں کے مخالفانہ حملے کا مرکز تھے اس لیے اس جھنڈے کے گرد سخت اور زبردست جنگ ہوئی اور اس کے علمبردار قریش کے وہ سردار تھے جو شجاعت اور ثبات میں مشہور تھے اور علمبرداروں پر ہر حملے کی ترکیز سے مسلمانوں کا مقصد اس جھنڈے کو تباہ کرنا تھا کیونکہ (خاص طور پر اس زمانے میں) جن کا جھنڈا گر جائے انہیں جلد شکست ہو جاتی تھی اسی لیے ان معرکوں میں علمبرداری کی ذمہ داری صرف غارت گر بہادر ہی اٹھاتے تھے۔

علمبردارانِ مکہ کے سالار کا قتل

عبدری علمبرداروں نے کئی قسم کی شجاعت وثبات کا مظاہرہ کیا جس نے ثابت کر دیا کہ وہ مثلاً علمبرداری کی ذمہ داری کے اہل ہیں، انہوں نے اپنے علم کے گرد سختی، تندی اور شدت سے جنگ کی اور اس کی حفاظت کرتے ہوئے اُسے اٹھائے رہنے اور انہوں نے نڈر ہو کر اس کا دفاع کیا حتیٰ کہ مسلمانوں نے ان کی چھوٹی سی جماعت کے سب افراد کو تباہ کر دیا اور معرکہ کا پہلا ایندھن، مشرکین کے علمبرداروں کا سالار (طلحہ بن ابی طلحۃ العبدری) ہوا جو قریش کے بڑے بہادر سواروں میں سے تھا اور وہ اُحد کے روز، اونٹ پر سوار تھا اور اس کے پاس مکہ کا علم تھا اور مسلمان (اس کی شجاعت کی وجہ سے) اُسے فوج کا مینڈھا کہتے تھے۔

اس طلحۃ العبدری نے مسلمانوں کو دعوتِ مبارزت دی تو لوگ اس سے جھجکے لیکن حضرت زبیر بن العوام نے اس کی دعوتِ مبارزت کو قبول کیا چونکہ طلحہ اونٹ پر سوار تھا اس لیے حضرت زبیر نے اُسے زمین پر آنے کی مہلت نہ دی بلکہ شیر کی طرح چھلانگ لگا کر اس کے ساتھ اونٹ پر سوار ہو گئے پھر اُسے زمین پر گرا کر اس کے اوپر بیٹھ گئے پھر جلدی سے اُسے اپنی تلوار ماردی اور اس کے سر کو اس کے جسم سے جدا کر دیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حواری

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، علمبردارانِ مکہ کے سالار سے حضرت زبیر کی کشتی کو دیکھ رہے تھے پس جب حضرت زبیر نے طلحہ بن ابی طلحۃ العبدری (وہ فوج کا مینڈھا تھا جیسا کہ ابن سعد نے طبقات میں بیان کیا ہے) کو قتل کر دیا تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت خوشی ہوئی اور آپ نے بلند آواز سے اللہ اکبر کہا تو مسلمانوں نے بھی آپ کے اللہ اکبر کہنے کی وجہ سے اللہ اکبر کہا اور ابن کثیر نے البدایۃ والنہایۃ میں بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے، مشرکین کے علمبردار کے قتل کرنے کی وجہ سے

حضرت زبیر کی تعریف کی اور آپ کے بارے میں فرمایا ــــ ہر نبی کا ایک حواری ہوتا ہے اور میرا حواری زبیر ہے[1] اور جب حضرت زبیر نے علمبردار کو قتل کر دیا تو اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ــــ اگر زبیر اس کے مقابلہ میں نہ نکلتے تو میں خود اس کے مقابلہ میں نکلتا کیونکہ میں نے لوگوں کو اس سے جھجکتے دیکھا ہے[2] ــــ

مشرکین کے دستے کی تباہی

جب حضرت زبیر نے علمبرداروں کے سالار طلحہ بن ابی طلحۃ العبدری کو قتل کر دیا تو اس کے بعد بنو عبدالدار جھنڈے کو اٹھانے کے لیے باری باری آئے حتیٰ کہ مسلمانوں نے سب کو تباہ کر دیا اور ابو طلحہ کے بعد اس کے بھائی ابو شیبہ عثمان بن ابو طلحہ نے علم اٹھایا اور جنگ کے لیے آگے بڑھا اور وہ کہہ رہا تھا ــــ

علمبرداروں پر واجب ہے کہ نیزہ کو خون سے رنگین کیا جائے یا وہ ٹوٹ جائے۔

سو حضرت حمزہ بن عبدالمطلب نے اس پر حملہ کر دیا اور اس کے کندھے پر تلوار ماری جس نے اس کے کندھے کے ساتھ اس کے ہاتھ کو بھی کاٹ دیا حتیٰ کہ وہ اس کی ناف تک پہنچ گئی اور اس کے پھیپھڑے کو الگ کر دیا۔

اور اس کا کام تمام کرنے کے بعد آپ واپس لوٹے تو آپ کہہ رہے تھے، میں پسرِ ساقی حجاج ہوں

اور اس وقت ابو سعید بن ابی طلحہ نے جھنڈا اٹھایا تو حضرت سعد بن ابی وقاص نے اُسے تیر مارا جو اس کے نرخرہ پر لگا اور اس کی زبان منہ سے باہر نکل گئی اور وہ اسی وقت مر گیا اور مکہ کا جھنڈا اس کے ہاتھ سے گر پڑا اور مسافع بن طلحہ بن ابی طلحہ نے اس کے اٹھانے میں جلدی کی تو حضرت عاصم بن ثابت بن الافلح نے اُسے تیر مارا جس نے اُسے قتل کر دیا اور اس کے بعد اس کے بھائی کلاب بن طلحہ بن ابی طلحہ نے جھنڈا اٹھایا تو

---

[1] آپ کے حالات ہماری کتاب غزوہ بدر میں بیان ہو چکے ہیں۔

حضرت زبیر اس پر ٹوٹ پڑے اور اس سے جنگ کر کے اُسے قتل کر دیا۔

پھر الجلاس بن طلحہ بن ابی طلحہ (کلاب اور مسافع کے بھائی) نے جھنڈا اٹھایا تو حضرت طلحہ[1] بن عبید اللہ نے اُسے مہلت دیئے بغیر نیزہ مارا جس نے اس کی زندگی کا خاتمہ کر دیا یہ چھ اشخاص ایک ہی گھرانے کے تھے (اور وہ گھرانہ ابو طلحہ عبد اللہ بن عثمان بن عبد الدار کا تھا) جو سب کے سب مشرکین کے جھنڈے کے گرد قتل ہو گئے پھر ان کے بعد (بنی عبد الدار میں سے) ارطاۃ بن شرحبیل نے جھنڈا اٹھایا اور حضرت علی نے اُسے مہلت دیئے بغیر قتل کر دیا اور بعض کا قول ہے کہ حضرت حمزہ نے اُسے قتل کیا ہے پھر شریح بن قارظ نے جھنڈا اٹھانے میں جلدی کی تو قزمان[2] نے اُسے قتل کر دیا پھر شرجیل بن ہاشم العبدری کے بیٹے نے اُسے اٹھایا تو قزمان نے اُسے بھی قتل کر دیا اس طرح مسلمانوں نے عبدریوں کے تمام علمبرداروں کا کام تمام کر دیا۔

اور جب مسلمان، بنی عبد الدار بن قصی بن کلاب کے تمام علمبرداروں کو قتل کر چکے تو ان کے بعد ان کے حبشی غلام جسے صواب کہا جاتا تھا نے اس کے اٹھانے میں جلدی کی اور اس غلام نے کئی قسم کی شجاعت و ثبات کا اظہار کیا جس نے اُسے اپنے سے پہلے مرنے والے سب علمبرداروں پر برتری دے دی۔

ابن کثیر نے بیان کیا ہے کہ جب اس غلام نے جھنڈا پکڑا تو وہ اس کے تلے جنگ کرنے لگا حتّٰی کہ اس کے دونوں ہاتھ قطع ہو گئے تو وہ اس خیال سے کہ جھنڈا زمین پر نہ گر پڑے

---

[1] آپ کے حالات ہماری کتاب غزوہ بدر میں بیان ہو چکے ہیں [2] قزمان، یہ بنی ظفر کا حلیف تھا اور مسلمان نہیں تھا بلکہ منافق تھا، یہ اسلام کی وجہ سے نہیں بلکہ حمیت کی وجہ سے مسلمانوں کے ساتھ ہو کر لڑا جیسا کہ اس نے موت کے وقت اس کا اعتراف کیا ہے اور جب لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی شجاعت کا ذکر کیا تو آپ نے اس کے بارے میں فرمایا کہ وہ اہل نار میں سے ہے اور عملاً قزمان خودکشی کر کے مرا، کیونکہ معرکہ میں جو زخم اُسے لگے انکی تکلیف کی شدت سے اس نے خودکشی کر لی۔

اس پر اپنے سینے اور گردن کے بل بیٹھ گیا حتیٰ کہ قتل ہوگیا اور وہ کہہ رہا تھا کیا میں معذور ہوں ؟

جنگ کا بھڑکنا

اسی دوران میں کہ مکہ کے جھنڈے کے گرد خوفناک جنگ ہو رہی تھی معرکہ کی آگ کی زبان باہر نکل گئی اور میدان کے ہر ٹکڑے پر فریقین کے درمیان سخت جنگ ہوئی اور فریقین ایک دوسرے سے مختلط ہو گئے اور بدر[1] میں قریش کے جو اشراف و سادات مر گئے تھے ان کے بدلے کی جستجو ان کی رگوں میں جوش مارنے لگی اور وہ جنگ کی طرف آگئے اور مومنین مجاہدین کی صفوں میں ایمانی روح چھاگئی اور وہ ــــ شرک کی صفوں کے درمیان ــــ سیلاب کی طرح چلے جس کے سامنے رکاوٹیں ،کٹ کر رہ گئیں[2]

اور حضرت حمزہ بن عبدالمطلب اور حضرت ابو جانہ انصاری ، بہادری کی دوڑ میں دو دوڑنے والے گھوڑوں کی طرح تھے یہ جہاں جاتے مشرکین کی صفوں کو پامال کر دیتے ۔

حضرت حمزہ نے ــــ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جنگی احکام کے صدور کے بعد ایک تعارفی بات کہی جس پر مسلمانوں کا اتفاق ہے اور وہ یہ ہے (اَمِت اَمِت) پھر آپ بجلی کی طرح شرک کی فوج کے قلب کی طرف گئے (اور آپ کے ہاتھ میں دو تلواریں تھیں) کوئی آدمی ، آپ کے سامنے ٹھہرا نہ ہوتا تھا۔

اور مشرکین کے علمبرداروں کی تباہی میں فعال مشارکت کے علاوہ ، آپ نے ان کے دوسرے بہادروں کے ساتھ بھی کارنامے سرانجام دیئے اور آپ بہادروں کو اپنے آگے یوں چکر دیتے تھے جیسے ہوا اپنے آگے خشک پتے کو چکر دیتی ہے اس لیے کہ بہادروں کے دلوں میں آپ کی ہیبت تھی ۔

قریش کے یگانہ مشہور سواروں میں سے ایک سوار آپ کے درپے ہوا اور وہ سباع بن

---

[1] الرسول القائد صـ۱۱۱ ، [2] فقہ السیرۃ صـ۱۹۲

عبدالعزیٰ الغبشانی تھا، حضرت حمزہ نے (مذاق سے) اُسے مقابلے کے لیئے آواز دی، میری طرف آؤ، تو سباع پُر جوش سانڈ کی طرح بڑبڑاتا ہوا جلدی سے آپ کے پاس آیا تو حضرت حمزہ، اُسے ایک ہاشمی مسلمہ عزب سے ملے جس نے اُسے گزرے ہوئے کل کی طرح کر دیا اور مشرکین کے دلوں پر سباع کے قتل کا بہت بُرا اثر پڑا کیونکہ حملہ کے وقت وہ ان کے قابل بھروسہ بہادروں میں سے تھا۔

مکی فوج کو شکست

اور مسلمانوں نے، مشرکین کی صفوں پر حملہ کر کے انہیں ہلا دیا اور ان میں خوف پھیلا دیا اور مکی فوج کی صفوں میں اضطراب نمایاں ہوگیا اور جب مسلمانوں نے علمبرداروں کے تمام افراد کو قتل کر دیا تو اس کے بعد ان کا جھنڈا زمین پر گر گیا اور ان کی صفوں پر اضطراب چھا گیا اور ان کا مورال گرنے لگا اور یہ ان کے جھنڈا گرنے کے بعد ایک طبعی بات تھی۔ اس لئے کہ (خاص طور پر اس زمانے میں) جھنڈے کے گرنے کا مفہوم شکست کی ابتدا ہوتی تھی۔

اور ابوسفیان نے بنی عبدالدار کو مکہ کا جھنڈا دیتے وقت جو بات کہی تھی اس کی بھی یہی مراد تھی (کہ لوگوں کو صرف ان کے جھنڈوں کی طرف سے شکست ہوتی ہے اے بنی عبدالدار یا تو ہمارے جھنڈے کے بارے میں ہمیں کفایت کر دیا ہمارے اور اس کے درمیان سے ہٹ جاؤ ہم تمہیں اس کے بارے میں کفایت کریں گے۔

اور بنو عبدالدار نے آخر تک عہد کو پورا کیا اور انہوں نے جھنڈے پر جاہلی تندی اور عناد سے جنگ کی حتیٰ کہ اسلامی شمشیروں نے ان سب کو فنا کے گھاٹ اتار دیا اور اور اس موقع پر ان کے ہاتھوں سے جھنڈا زمین پر گر پڑا اور وہ گرا ہی رہا حتیٰ کہ دیہاڑ کی مصیبت کے بعد، عمرۃ الحارثیہ نے اُسے اٹھایا اور قریش نئے سرے سے اس کے گرد اکٹھے ہوگئے اور اسی کی طرف حضرت حسان بن ثابت نے قریش کو عار دلاتے ہوئے اشارہ کیا ہے ۔

پس اگر الحارثیہ کا جھنڈا نہ ہوتا تو وہ بازاروں میں درآمدہ عورتوں کی طرح فروخت ہوتے۔

مسلمانوں کی فتح

جھنڈے کی اس جنگ کے بعد، موقف واضح ہوگیا اور میدان کارزار میں مسلمانوں کے پلڑے کا بھاری ہونا نمایاں ہوگیا، پس مسلمانوں نے دہرے حملے کیے اور قریش نے ان مسلمانوں کے سامنے ٹھہرنے کی تھوڑی سی کوشش کی جو میدان پر قابو پا چکے تھے لیکن اس کا کچھ فائدہ نہ ہوا، مشرکین (اپنی کثرت کے باوجود) مسلمانوں کے سامنے (ان کی قلت کے باوجود) بے یار و مددگار ہوگئے اور وہ پشت پھیر کر بھاگنے لگے اور مکی فوج پر شکست یوں نازل ہوئی جیسے تند و تیز سیلاب، گرنے والی شکستہ دیوار کی طرف آتا ہے۔

شیر کا قتل

اور جب سیلاب نے مشرکین کی صفوں کو بہانا شروع کیا تو مسلمانوں نے (اور وہ فتح کے نشے میں تھے) اپنے بڑے بہادروں میں سے ایک عظیم بہادر اور ماہر سالار کو کھو دیا اور وہ اللہ اور اس کے رسول کے شیر (حضرت حمزہ بن عبدالمطلب) حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا اور آپ کے رضاعی بھائی تھے، اس شیر کی طرف خیانت اور دھوکے سے قتل کرنے کا ہاتھ اس وقت بڑھا جب آپ اپنی تلوار سے شرک کی صفوں کو تباہ کر رہے تھے۔

اور جس شخص نے حضرت حمزہ کو قتل کیا (اور مسلمان جوش کے نشے میں تھے) وہ ایک حبشی غلام تھا جس کا نام وحشی اور لقب ابو دسمہ تھا اس نے دھوکہ سے شیر کو قتل کیا اس نے دور سے نیزہ مار کر آپ کو قتل کیا اس نے آپ کو وہ نیزہ ایک درخت کے پیچھے سے چھپ کر مارا۔

حضرت حمزہ کے قاتل کا واقعہ کو بیان کرنا

لیجئے اب ہم اس خائن قاتل سے اس دردناک واقعہ کو سنتے ہیں جس کے خائن نیزے نے مسلمانوں پر مصیبت نازل کی جب کہ اُحد کے روز وہ فتح کی چوٹی پر تھے۔

وحشی نے بیان کیا کہ میں جبیر بن مطعم کا غلام تھا (اور اس کے چچا طعیمہ بن عدی کو حضرت حمزہ نے بدر کے روز قتل کیا تھا) اور جب قریش اُحد کی طرف روانہ ہوئے تو جبیر نے مجھے کہا (اگر تُو میرے چچا کے بدلے میں محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے چچا حمزہ کو قتل کر دے تو تُو آزاد ہے)

راوی کا بیان ہے کہ میں لوگوں کے ساتھ گیا اور میں ایک حبشی جوان تھا اور میں حبشیوں کی طرح نیزہ مارتا تھا اور وہ کم ہی خطا جاتا تھا پس جب لوگوں نے مڈبھیڑ کی تو میں حضرت حمزہ کو دیکھنے کے لیئے نکلا حتیٰ کہ میں نے آپ کو لوگوں کی وسعت میں دیکھ لیا گویا آپ خاکستری اونٹ ہیں آپ لوگوں کو اپنی تلوار سے گرا رہے تھے اور کوئی چیز آپ کے سامنے نہ ٹھہرتی تھی، قسم بخدا میں آپ کو مارنے کے لیئے تیاری کرنے لگا اور میں درخت یا پتھر کی آڑ لینے لگا کہ اچانک سباعؓ بن عبد العزیٰ آپ کے سامنے آ گیا، جب حضرت حمزہ نے اُسے دیکھا تو آپ نے فرمایا اے مختون کے بیٹے میری طرف آ، کیا تو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتا ہے، راوی کا بیان ہے کہ آپ نے اُسے تلوار ماری گویا وہ اس کے سر پر نہیں لگی۔ وحشی کا بیان ہے کہ میں نے اپنے نیزے کو ہلایا اور جب وہ مجھے پسند آیا تو میں نے اُسے آپ کی طرف پھینکا اور وہ آپ کے پہلو میں لگا اور آپ کی ٹانگوں کے درمیان سے نکل گیا اور آپ مشکل سے میری طرف اُٹھ کر چلے حتیٰ کہ مغلوب ہو گئے۔

اور میں نے آپ کو اور نیزے کو چھوڑ دیا حتیٰ کہ آپ فوت ہو گئے پھر میں آپ کے پاس آیا اور میں نے اپنا نیزہ لیا پھر میں پڑاؤ کی طرف واپس گیا اور اس میں بیٹھ گیا اور

مجھے اس کے سوا، اور کوئی کام نہ تھا میں نے آپ کو آزاد ہونے کے لیئے قتل کیا تھا، پس جب میں مکہ آیا تو میں آزاد ہو گیا پھر میں نے قیام کیا حتیٰ کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کو فتح کیا تو میں طائف بھاگ گیا اور وہاں ٹھہر گیا اور جب طائف کا وفد، مسلمان ہونے کے لیئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا تو میں نے راستوں کو طے کیا اور میں کہنے لگا میں شام یا یمن یا کسی اور ملک میں چلا جاؤں گا اور قسم بخدا میں اس کی وجہ سے پریشان تھا کہ اچانک ایک شخص نے مجھے کہا تو ہلاک ہو جائے قسم بخدا آپ؟ لوگوں میں سے اس شخص کو جو آپ کے دین میں داخل ہو جائے یا حق کی شہادت دے قتل نہیں کرتے۔

وحشی کا بیان ہے کہ جب اس نے مجھے یہ بات کہی تو میں چل کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مدینہ آ گیا اور آپ نے مجھے اپنے سر پر کھڑے ہو کر حق کی شہادت دیتے دیکھا اور جب آپؐ نے مجھے دیکھا تو مجھ سے پوچھا

کیا تو وحشی ہے؟ میں نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہؐ آپ نے فرمایا مجھے بتاؤ تم نے حضرت حمزہ کو کیسے قتل کیا ہے راوی کا بیان ہے، میں نے آپ سے واقعہ بیان کیا اور جب میں اپنی بات سے فارغ ہوا تو آپؐ نے فرمایا تو ہلاک ہو جائے مجھ سے اپنے چہرے کو چھپا لے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جہاں ہوتے میں آپ سے پہلو تہی کرتا تاکہ آپ مجھے دیکھ نہ لیں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو وفات دے دی۔

اور یہ بات ذکر کرنے کے قابل ہے کہ یہ وحشی، مسلمانوں کے ساتھ مل کر مسلسل جہاد کرتا رہتا تھا (اور یہ ایک دلیر شجاع تھا) اس نے رومیوں کے خلاف معرکہ یرموک میں شمولیت کی اور اسی وحشی نے مسیلمہ کذاب کو قتل کیا۔

بخاری نے روایت کی ہے کہ وحشی نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے اور مسیلمہ کذاب نے خروج کیا تو میں نے کہا میں مسیلمہ کی طرف جاؤں گا شاید

میں اُسے قتل کر دوں اور اس کے ذریعے حضرت حمزہ کو کفایت کروں وحشی کا بیان ہے کہ میں لوگوں کے ساتھ گیا تو اس کا جو معاملہ ہوا سو ہوا کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص دیوار کے ایک شگاف میں کھڑا ہے گویا وہ پراگندہ سر خاکستری اونٹ ہے (اور وہ میلمہ تھا) وحشی کا بیان ہے کہ میں نے اُسے اپنا نیزہ مارا حتّٰی کہ میں نے اُسے اس کے دونوں پستانوں کے درمیان رکھ دیا اور وہ اس کے دونوں کندھوں کے درمیان سے پار ہو گیا اور انصار کے ایک شخص نے اس کی طرف لپک کر اُسے تلوار ماری۔

اور اس کے بعد وحشی کہا کرتا تھا، اگر میں نے میلمہ کذاب کو قتل کیا ہے تو میں نے اس شخص کو بھی قتل کیا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بہترین آدمی تھا (یعنی حضرت حمزہ بن عبدالمطلب کو) اور میں نے بدترین آدمی کو بھی قتل کیا ہے (یعنی میلمہ کذاب کو)

ہزاروں کا ہم پایہ جوان

اس طرح مسلمانوں نے (حضرت حمزہ بن عبدالمطلب کے قتل سے) ایک ایسے جوان کو کھو دیا جو ہزاروں جوانوں کے ہم پایہ تھا، آپ جنگوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے بڑا بازو تھے آپ اُحد میں (بدر کی طرح) معرکہ کے درخشندہ ستارے تھے اور مشرکین، حضرت حمزہ سے کینہ رکھتے تھے اور ان کے دل آپ کے کینے سے جوش زن تھے کیونکہ آپ نے بدر کے روز ان کے محبوب سواروں کو قتل کیا تھا اور جن لوگوں کو حضرت حمزہ نے بدر کے روز ان کے رشتہ داروں کے بارے میں دکھ دیا تھا وہ انتقاماً آپ کے قتل کے خواہاں تھے

لیکن وہ سب کہتے تھے کہ حضرت حمزہ بن عبدالمطلب کا سامنا کرنا آسان کام نہیں ہے، آپ کی جنگی شہرت اور آپ کے شوقِ قتال کی خبر کی اشاعت نے آپ کو ایسا بنا دیا تھا کہ محض اس بہادر کی ملاقات کے خیال سے ہی بڑے سے بڑا بہادر گھبرا جاتا تھا۔ اس لیے حضرت حمزہ سے بدلہ نہ لے سکنے والوں نے، فریب سے قتل کرنے کا طریق

اپنایا اور جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے) جبیر بن مطعم اور اس کے غلام وحشی کے درمیان طے پایا کہ حضرت حمزہ کے قتل کرنے کے مقابل میں اُسے آزاد کر دیا جائے گا اور فریب سے قتل کرنے کا ذلیل منصوبہ کامیاب ہوا، استاد محمد حسین ہیکل نے بیان کیا ہے کہ

اور حمزہ شیر قتل ہو گئے "(اس طرح نہیں جیسے میدان جنگ میں بہادر ایک دوسرے کے آمنے سامنے ہو کر قتل ہوتے ہیں بلکہ یوں جیسے شرفاء کو اندھیرے کی تاریکی میں فریب سے قتل کر دیا جاتا ہے) کیا عرب کے سب بہادروں میں سے کوئی ایک بھی اپنے آپ کو حضرت حمزہ کا ہم پایہ اور آپ کی جنگ کا ہم پایہ خیال کرتا تھا؟

اور کیا کوئی خیال کرتا تھا کہ وہ معرکہ میں موت کی صفوں کے درمیان ناز سے چلتے ہوئے حضرت حمزہ کی موت کو دیکھے گا لیکن جب تاریکی شب میں چھپ کر قتل کی فریب کارانہ کارروائی ہو تو شجاعت و شرافت کام نہیں دیتی اور وہ شجاع آدمی کی موت لے آتی ہے[1]

میدان کارزار پر قبضہ

باوجودیکہ حضرت حمزہ کے قتل سے مسلمانوں کو زبردست نقصان ہوا مگر ان کی افواج میدان کارزار پر قابض رہیں اور اس فتح کے جوار میں جو انہوں نے مکی فوج کے خلاف ریکارڈ کی تھی کوئی بھاٹا پیدا نہ ہوا، خصوصاً اس لئے کہ مسلمانوں کو حضرت حمزہ کے قتل کا علم اس معرکہ کے آخر پر ہوا جس میں انہوں نے اپنے بہت سے بہادروں کو کھو دیا تھا اس لئے کہ حضرت حمزہ کا قتل فتح کے نشے میں فریب کاری سے ہوا اور مسلمان شکست خوردہ دشمن کا تعاقب کر رہے تھے۔

عمامے والا سوار

حضرت ابو دجانہ، معرکہ کے دوسرے رکن تھے، معرکہ سے قبل رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اپنی تلوار

---

[1] فی مہبط الوحی ص۳۵۵

کو اپنے اصحاب پر پیش کیا تو آپ کے سوا اُسے کسی اور کو دینے سے انکار دیا، آپ نے بڑی شجاعت کا اظہار کیا اور اُحد کے روز آپ کے مقابلہ میں کوئی ٹھہر نہ ہو سکتا تھا اور معرکہ کے پہلے مرحلے میں مشرکین کے ہٹانے میں آپ کی جانبازی کا بڑا اثر تھا۔

حضرت زبیر بن العوام کا بیان ہے کہ جب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تلوار مانگی اور آپ نے مجھے اس سے منع کر دیا اور اُسے ابو دجانہ کو دے دیا تو میں اپنے دل میں غمگین ہوا اور میں نے کہا میں آپ کی پھوپھی حضرت صفیہ کا[1] بیٹا ہوں اور قریش

---

[1] صفیہ بنت عبدالمطلب بن ہاشم القرشیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی اور حضرت حمزہ کی سگی ہمشیرہ اور حضرت زبیر بن العوام کی والدہ، آپکی ماں حالتہ بنت وھب (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خالہ) ہے سب سے پہلے حضرت صفیہ سے الحارث بن حرب بن امیہ نے نکاح کیا اور جب وہ آپکو چھوڑ کر مر گیا تو ام المومنین حضرت خدیجہ کے بھائی العوام بن خویلد نے بعد میں آپ سے نکاح کیا آپ سابقات الاسلام میں سے ہیں آپ نے اپنے بیٹے حضرت زبیر کے ساتھ ہجرت کی اور آپ شجاع اور دلیر عورت تھیں مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ جب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خندق میں احزاب سے جنگ کیلئے نکلے تو آپ نے عورتوں کو فارع نامی قلعے میں رکھا اور حضرت حسان بن ثابت کو ان کے ساتھ مقرر کیا آپنے ایک یہودی کو قلعے پر چڑھتے پایا حضرت صفیہ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت حسان سے کہا اٹھ کر اسے قتل کر دیجئے انہوں نے کہا اگر مجھ میں یہ قابلیت ہوتی تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوتا حضرت صفیہ کہتی ہیں میں نے اسکے پاس جا کر اسے تلوار ماری اور اسکے سر کو کاٹ دیا اور میں نے حضرت حسان سے کہا اٹھ کر اسکے سر کو یہودیوں کی طرف پھینک دیجئے وہ قلعے کے نیچے تھے حضرت حسان نے کہا خدا کی قسم مجھ سے یہ نہیں ہو سکتا حضرت صفیہ کہتی ہیں، میں نے اسکے سر کو پکڑ کر انکی طرف پھینک دیا اور وہ کہنے لگے ہمیں طعنہ مارا گیا ہے اور یہ (نبی) اپنے اہل کو خالی نہیں چھوڑتا، ان کے ساتھ کوئی بھی نہ تھا پس وہ پراگندہ ہو گئے اور حضرت صفیہ پہلی عورت ہیں جنہوں نے کفار کے ایک نوجوان کو قتل کیا ہے ابن حجر نے اصابہ میں بیان کیا ہے کہ جب اُحد میں لوگوں نے شکست کھائی تو حضرت صفیہ کے ہاتھ میں نیزہ تھا جسے آپ انکے چہروں پر مارتی تھیں آپنے ۲۰ھ میں وفات پائی حضرت صفیہ نے اپنے بہادر بھائی حضرت حمزہ کا بہت غم کیا اور آپ نے نہایت شاندار اشعار میں آپ کا مرثیہ کہا ہے جس کا ایک شعر ہے کہ ؎

جو دن مجھ پر آیا ہے وہ ایسا دن ہے جس کے سورج کی روشنی ختم ہو گئی ہے حالانکہ وہ روشن تھا۔

میں سے ہوں اور میں نے آپ سے تلوار کو ابودجانہ سے پہلے مانگا ہے اور آپ نے مجھے چھوڑ کر تلوار اُسے دے دی ہے ؟ قسم بخدا میں دیکھوں گا کہ وہ کیا کرتا ہے اور میں ان کے پیچھے پیچھے ہوں، پس آپ نے سرخ عمامہ نکالا اور اُسے اپنے سر پر باندھا تو انصار کہنے لگے، ابودجانہ نے موت کا عمامہ نکالا ہے اور جب آپ عمامہ باندھتے تھے تو وہ ایسے ہی کہا کرتے تھے اور آپ جس سے بھی جنگ کرتے اُسے قتل کر دیتے اور مشرکین میں ایک جوان تھا جو کسی زخمی کو قتل کیے بغیر نہ چھوڑتا تھا پس یہ دونوں ایک دوسرے کے قریب ہونے لگے اور میں نے اللہ سے دُعا کی کہ وہ ان دونوں کو اکٹھا کرے پس دونوں ایک دوسرے سے ملے اور تلوار کے دو دو وار ہوئے پس مشرک نے ابودجانہ کو تلوار ماری تو آپ نے اپنی ڈھال سے بچاؤ کیا اور وہ اسکی تلوار سے کٹ گئی اور ابودجانہ نے تلوار مار کر اُسے قتل کر دیا [1]

اور حضرت کعب بن مالک[2] نے بیان کیا ہے کہ میں بھی جنگ میں جانے والے مسلمانوں

---

[1] البدایۃ والنھایۃ جلد ۴ ص۱۷

[2] کعب بن عمرو بن مالک بن القین الانصاری اسلمی الخزرجی، آپ مشہور صحابی ہیں اور جاہلیت اور اسلام کے اکابر مشہور شعراء میں سے ہیں اور آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شعراء میں سے تھے اور بیعت عقبہ میں شریک ہونیوالے لوگوں میں سے ایک ہیں، آپ بدر میں پیچھے رہ گئے اور اُحد میں شامل ہوئے اور تبوک کے سوا، سب معرکوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شامل ہوئے اور آپ تین پیچھے رہنے والوں میں سے تھے اور اللہ نے ان کو معاف فرمایا جیسا کہ قرآن کریم میں بیان ہوا ہے، حضرت کعب، آزمائش کے ایام میں حضرت عثمان خلیفہ کے مددگاروں میں شامل تھے اور آپ نے انصار کو آپ کی مدد پر اکسایا اور بغاوت کے روز آپ کی مدد کی حضرت علی اور حضرت معاویہ کی جنگ میں حضرت کعب جنگ سے الگ رہے اور روح بن زنباع جذالی نے کہا ہے کہ کعب بن مالک نے اپنی قوم کے ایک شخص کی توصیف میں سب سے بہادرانہ شعر کہا ہے ؎

جب تلواروں کے پھل کسی روز ہمارے پاؤں سے کوتاہی کریں اور ہم سے نہ ملیں تو ہم (باقی اگلے صفحہ پر)

میں شامل تھا، جب میں نے دیکھا کہ مشرکین، مسلمانوں کا مسلہ کرتے ہیں (شکست کے بعد) تو میں اُٹھ کر آگے بڑھا کیا دیکھتا ہوں کہ ایک مشرک پورے سامان حرب کے ساتھ لیس ہے اور مسلمانوں کے پاس سے کہتا گزر رہا ہے کہ (یوں اکٹھے ہو جاؤ جیسے ذبح ہونیوالی بکریاں اکٹھی ہوتی ہیں) اور ایک مسلمان اس کا انتظار کر رہا ہے اور وہ زرہ پہنے ہوئے ہے پس میں چلا حتیٰ کہ اس کے پیچھے ہو گیا پھر میں اپنی آنکھ سے مسلمان اور کافر کا اندازہ لگانے کے لیئے اٹھا کیا دیکھتا ہوں کہ کافر سامان اور تیاری کے لحاظ سے بڑھ کر ہے اور میں مسلسل ان دونوں کو دیکھتا رہا حتیٰ کہ وہ دونوں ایک دوسرے سے ملے اور مسلمان نے کافر کو ایسی تلوار ماری جو اس کی ران تک پہنچ گئی اور وہ دو ٹکڑے ہو گئی پھر مسلمان نے اپنے چہرے کو کھولا اور پوچھنے لگا اے کعب تو نے کیسے پایا؟ میں ابو دجانہ ہوں[1]

پس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے تمام اصحاب میں سے حضرت ابو دجانہ کو منتخب کرنا اور آپ کو تلوار عطا کرنا، جوانوں کے بارے میں آپ کی واقفیت و معرفت پر دلالت کرتا ہے کہ نازک مقامات اور فیصلہ کن معرکوں کے نازک اوقات میں آپ ہمسروں کو کیسے منتخب کرتے تھے

قریب تھا کہ آپ ہند بنت عتبہ کو قتل کر دیتے

اور اتفاق کے عجائبات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ قریب تھا کہ حضرت ابو دجانہ اس مخالف عورت ہند بنت عتبہ کو قتل کر دیتے جو مکی فوج کے سالار عام کی بیوی تھی اور لوگوں کو خونریزی پر اکسانے کیلئے حاضر ہوئی تھی، حضرت ابو دجانہ نے اس سے ملاقات کی وہ مردوں کی طرح میدان

وہیں جا ملتے ہیں اصحاب حدیث نے اپنی کتب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت کعب کی ۸۰ احادیث بیان کی ہیں، حضرت کعب نے ۵۰ھ میں وفات پائی۔

[1] البدایۃ والنہایۃ جلد ۴ ص۱۷

میدان جنگ کا لباس پہنے تھی اگر آپ اس کے زنانہ پن کو محسوس نہ کرتے تو قریب تھا کہ اس کے سر کو تلوار سے پھاڑ دیتے اور جب اس نے موت کو اپنے نزدیک آتے محسوس کیا تو اس نے خوف سے چیخ ماری حضرت ابو دجانہ نے اس واقعہ کو اُحد کے واقعات میں بیان کیا ہے آپ بیان کرتے ہیں۔

میں نے اُحد کے روز ایک شخص کو لوگوں کو جوش دلاتے دیکھا (یعنی ان کو جنگ پر اکساتے ہوتے) پس میں نے اس کا قصد کیا اور جب میں نے تلوار سے اس پر حملہ کیا تو اس نے خوف سے چیخ ماری، کیا دیکھتا ہوں کہ وہ ایک عورت ہے پس میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار کو ایک عورت کے مارنے سے بچایا اور وہ عورت ہند بنت عتبہ تھی حضرت زبیر بن العوام نے بیان کیا ہے کہ

میں نے حضرت ابو دجانہ کو ہند بنت عتبہ کی مانگ پر تلوار اٹھاتے دیکھا پھر آپ نے تلوار کو اس سے موڑ لیا مسلمانوں نے شکست خوردہ مشرکین کو موقع نہ دیا کہ وہ اپنی ان صفوں کو اکٹھا کر سکیں جنہیں مسلمانوں کے مہلک حملوں نے پراگندہ کر دیا تھا اور حقیقت میں یہ ایک شاندار منظر تھا، سات سو جانباز، تین ہزار جانبازوں کو، جو ایمان کے سوا ہر چیز میں ان سے برتری رکھتے پراگندہ کر رہے تھے۔

قریش کی شکست اس حد تک بڑی تھی کہ وہ بت جسے کمان نے تبرک کیلئے اٹھایا ہوا تھا وہ اس اونٹ کے اوپر سے جس نے اسے اٹھایا ہوا تھا اور بغیر اس کے کہ کوئی اس کے بارے میں غور و فکر کرے وہ اپنے پرستاروں کے پاؤں تلے آکر ٹوٹ پھوٹ گیا کیونکہ شکست نے انہیں ہر چیز بھلا دی تھی۔

اور مشرکین کو اس حد تک شکست ہوئی کہ وہ اپنے پڑاؤ سے بھاگ گئے اور مسلمانوں نے اس پر قبضہ کر لیا اور اس میں مشرکین کی جو عورتیں تھیں ان کا گھیراؤ کر لیا۔

ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ پھر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر اپنی مدد اتاری اور اپنے وعدہ

کو پورا کر دیا اور انہوں نے تلواروں سے انہیں کاٹ دیا حتی کہ انہوں نے انہیں پڑاؤ سے بھگا دیا اور شکست میں کوئی شک نہ رہ گیا۔ سیرت حلبیہ میں ہے کہ

پھر جب مشرکین کے علمبردار یکے بعد دیگرے قتل ہو گئے اور کوئی اس کے قریب آنے کی سکت نہ پا سکا تو مشرکین شکست کھا گئے اور پشت پھیر گئے اور وہ کسی چیز کی طرف توجہ نہ دیتے تھے اور ان کی عورتیں، دف بجانے اور خوشی کرنے کے بعد، ہلاکت پکارتی تھیں اور انہوں نے دف پھینک دیئے اور اپنی پنڈلیوں سے کپڑا اٹھا کر اور ان کو ننگا کر کے پہاڑ کا قصد کیا اور مسلمانوں نے مشرکین کو ہتھیار مارتے ہوئے اور غنائم لوٹتے ہوئے ان کا تعاقب کیا۔

فصل چہارم

- ــ تیراندازوں کی قبیح غلطی
- ــ فتح کے بعد مسلمانوں کی شکست
- ــ جنگ کے رُخ کا مشرکین کے مفاد میں پھر جانا
- ــ اسلامی فوج کا گھیراؤ
- ــ معرکہ میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا زخمی ہونا

یوں (دوسری دفعہ) ایمان کے سامنے کفر نے شکست کھائی (حالانکہ تعداد اور تیاری میں بڑا تفاوت تھا) مشرکین کے تین ہزار جانباز، مسلمانوں کے سات سو مجاہدین کے سامنے یوں منتشر ہو گئے" جیسے سخت آندھی کے سامنے خشک پتے بکھر جاتے ہیں۔

اور قریب تھا کہ مدینہ دوسری بار مکہ کے خلاف تباہ کن فتح ریکارڈ کرتا جو خوبصورتی اور مقابلیت میں اس فتح سے کم نہ ہوتی جسے اس نے پہلی جنگ کے روز (جنگ بدر) میں ریکارڈ کیا تھا۔

لیکن (جیسا کہ لوگ کہتے ہیں) دہان پیالے اور ہونٹ کے درمیان پھیلنے کی جگہیں تھیں اور یہ واقعہ یوں ہے کہ عسکری نظام[1] وانضباط کے خلاف باغیانہ کارروائیوں میں سے ایک کارروائی نے جس کا ارتکاب تیراندازوں نے کیا (جو پہاڑ پر مقرر تھے) مسلمانوں کی موید فتح کو ایک سخت غم انگیز معاملہ میں بدل دیا۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم (فوجی سالار کی طرح) تجربہ کار ذمہ دار تھے آپ نے رٹے شدہ منصوبے کے مطابق) ذمہ دار حاکم کی کمان میں تیر اندازوں کا ایک دستہ منتخب کیا اور اسے حکم دیا کہ وہ جبل عینین پر ڈٹا رہے (جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں) اور آپ نے اس دستے کو سمجھایا کہ اس کا سب سے بڑا کام اسلامی فوج کی پشت کی حفاظت کرنا، اور اس کوشش کو جو مسلمانوں کو پیچھے سے مارنے کیلئے (مشرکین کے سوار کسی وقت بھی کریں) روکنا ہے اور آپ نے انہیں سخت دانشمندانہ احکام دیے کہ وہ پہاڑ میں اپنی اپنی جگہوں پر ڈٹے رہیں حتیٰ کہ انہیں آپ کی طرف سے خاص احکام ملیں تاکہ وہ اس فرض کی اہمیت کو جان لیں جو ان کے کندھوں پر ڈالا گیا ہے اور (کسی وقت بھی) اسلامی فوج کا انجام اس پہاڑ میں ان کی بقا سے مرتبط ہو سکتا ہے آپ نے انہیں اس کے چھوڑنے سے انتباہ کیا خواہ وہ پرندوں کو مسلمانوں کو اُچکتا دیکھیں۔

---

[1] عسکری انضباط، ایک فوجی اصطلاح ہے جس کا مقصد، وسعت صدر کے ساتھ اوامر کی نفاذ اور رد و تنقید کرنا ہے اور عسکری انضباط فوج کی ایک فطری خصلت ہے جو سویلین لوگوں سے الگ ہوتی ہے اور بعض حکومتوں میں اسے عسکری ضبط کہا جاتا ہے اور وہ تردد کے بغیر احکام کی تنفیذ کرنا اور اطاعت کرنا ہے۔

سواروں کے پہاڑ میں گھسنے کا خوف

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جس بات کا سب سے زیادہ خوف تھا وہ یہ تھی کہ مشرکین کے سوار، گھمسان کے رَن کے وقت مسلمانوں پر اچانک حملہ کر کے پیچھے سے انہیں ضرب لگانے کا قصد کریں گے اور جس وقت قریش کے سوار یہ قابل خوف کارروائی کریں گے تو اس سے صرف اس طریق سے ہی نپٹا جا سکتا ہے جس پر وہ پہاڑ جھانکتا ہے جس میں مسلمانوں کے تیرانداز ڈیرہ لگائے ہوئے ہیں، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص طور پر مکہ کے سواروں کے خطرہ کے باعث ان تیراندازوں کی طرف نظر پھیری اور ان کو حکم دیا کہ وہ ہمیشہ سواروں کی نگرانی کریں اور اگر وہ پیچھے سے مسلمانوں کو ضرب لگانے کی کوشش کریں تو انہیں تیر ماریں۔

اور عملاً وہ واقعہ رونما ہو گیا جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خائف تھے اور اس کے رونما ہونے کی توقع کرتے تھے، مشرکین کے سواروں کے سالار (حضرت) خالد بن ولید نے پہلے لمحہ ہی میں اس کے بارے میں سوچا اور ابن ولید بڑی باریک بینی سے پہاڑ میں تیراندازوں کے مقامات کی نگرانی کرتے رہے اور موقع کی تاک میں رہے کہ شاید انہیں پہاڑ میں گھسنے اور مرابطین (فوجی چوکی قائم کرنے والے جوانوں) کو نکال باہر کرنے یا انہیں تباہ کرنے کا موقع مل جائے پھر وہ معرکہ کے آغاز میں مسلمانوں کو پیچھے سے ضرب لگانے اور ان کی صفوں میں گنجلک پیدا کرنے کے لیے درّے کے دہانے سے گھس جائیں۔

اور عملاً آپ نے جنگ کے آغاز میں غربی جانب سے (جو گھوڑوں کے) آنے کے لیے واحد مناسب جانب تھی) درّے میں گھسنے کے لیے تین حملے کیے لیکن آپ ان تینوں حملوں میں مکمل طور پر ناکام ہوئے اس لیے کہ پہاڑی چوکی والوں نے اپنے تیروں کی گرم آگ میں آپ کو ڈال دیا پس آپ اپنے سواروں کے ساتھ واپس لوٹ گئے کیونکہ سوار، تیروں کے مقابل میں گھوڑوں کو آگے نہیں بڑھا سکتے تھے۔

معرکہ کے آغاز میں تیراندازوں کا اپنے فرض کو ادا کرنا

اس طرح تیراندازوں نے معرکہ کے آغاز میں اپنے فرض کو اچھی طرح ادا کیا اور معرکہ کے میں (حضرت) خالد بن ولید کے سواروں نے درّے کے دہانے میں گھسنے کی جو کوششیں کیں ان تمام کو ان کے تیز تیروں نے روک دیا اور مسلمانوں کی فوج کا پچھلا حصہ، معرکہ کے تمام مراحل میں ان بہادر تیراندازوں کی نگرانی میں محفوظ رہا حتیٰ کہ شکست کی گھڑی میں بھی، اس کا مفہوم یہ ہے کہ تیراندازوں کے دستے نے اس فتح کے حصول میں جسے معرکہ کے آغاز میں مسلمانوں نے مشرکین کے خلاف حاصل کیا بڑا پارٹ ادا کیا ہے۔

تیراندازوں کی شنیع غلطی

لیکن یہ تیرانداز جن کا معرکہ کے آغاز میں یہ حال تھا وہ انجام کار خوفناک مصیبت کا باعث بن گئے جس نے اس فتح کے تمام ثمرات کو جنھیں مسلمانوں نے اپنی جانبازی سے حاصل کیا تھا ضائع کر دیا اس طرح یہ تیرانداز مدنی فوج کے ساتھ سے زیادہ مسلمانوں کے قتل کرانے کا سبب بن گئے اور قریب تھا کہ یہ نبی اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کا بھی سبب بن جاتے جنہیں ان تیراندازوں کی غلطی کے نتیجے میں بہت سے زخم لگے۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ جب ان تیراندازوں نے (جن کی تعداد پچاس تھی) دیکھا کہ مسلمانوں نے مشرکین کو ان کے پڑاؤ سے ہٹا دیا ہے اور قتل کرتے ہوئے اور غنیمت حاصل کرتے ہوئے ان کی پشتوں پر سوار ہو گئے ہیں نیز انہوں نے ان کے جھنڈے کو زمین پر گرے دیکھا تو انہیں دشمن کی ہزیمت کا یقین ہو گیا اور اس موقع پر انہوں نے باہم اختلاف کیا، اس دوران میں کہ عام اسلامی فوج، شکست خوردہ دشمن کے خلاف پیہم ضربیں لگا رہی تھی، پہاڑ پر تیراندازوں کے درمیان اس بارے میں تیز بحث وتمحیص ہو رہی تھی کہ دشمن کے تعاقب میں شامل ہونے کے لیے اپنی جگہوں کو چھوڑنا اور ان غنائم سے جو میدان کارزار میں بکھری پڑی

ہیں ان سے اپنا حصہ لینا ان کا حق ہے اور غنائم کے لیئے ان کی اکثریت کی رال ٹپک پڑی اور تیر اندازوں کی اکثریت غنائم کے اکٹھا کرنے میں اشتراک کے لیئے پہاڑ کو چھوڑنے کی طرف مائل ہوگئی حتیٰ کہ ان میں سے ایک نے کہا

تم یہاں بلا وجہ کیوں ٹھہرتے ہو، اللہ تعالیٰ نے تمہارے دشمن کو شکست دیدی ہے اور یہ تمہارے بھائی ان کی فوج کو لوٹ رہے ہیں، پس تم داخل ہو جاؤ اور غنیمت حاصل کرنے والوں کے ساتھ غنیمت حاصل کرو پھر انہوں نے پہاڑ کے چھوڑنے کی اجازت طلب کی۔

تیراندازوں کا اپنے سالار کے خلاف سرکشی کرنا

لیکن موقع کے امیر اور ان تیر اندازوں کے ذمہ دار سالار (حضرت عبداللہ بن جبیر) اس رائے کے خلاف رائے رکھتے تھے آپ کی رائے تھی کہ ضروری ہے کہ سالار عام حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی حرف بحرف پابندی کی جائے جو اس کے بات کے مقتضی ہیں کہ آپ کے ماضی حکم کے بغیر پہاڑ کو نہ چھوڑا جائے اور جب تیر اندازوں کے درمیان شور بڑھ گیا تو ان کے سالار نے ان میں کھڑے ہو کر تقریر کی اور جن لوگوں نے اپنی جگہیں چھوڑنے کی اجازت طلب کی تھی انہیں انتباہ کیا اور انہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سخت احکام یاد دلائے جو آپ کے حکم کے بغیر پہاڑ کو نہ چھوڑنے کے مقتضی تھے خواہ حالات کچھ بھی ہو جائیں۔

پھر اس سالار نے اعلان کیا کہ وہ پہاڑ پر ٹھہرنے کا مصمم ارادہ کیئے ہوئے ہے حتیٰ کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اسے خاص احکام ملیں یا وہ فنا ہو جائے گا پھر اس نے اجازت طلب کرنے والوں کو منع کیا اور انہیں پہاڑ چھوڑنے کی اجازت نہ دی بلکہ انہیں اپنے مراکز پر ٹھہرنے کا حکم دیا۔

لیکن تیر اندازوں کی اکثریت نے (خدا کی منشاء کے مطابق) اپنے سالار کے خلاف سرکشی

کی اور پہاڑ میں اپنی پوسٹوں کو چھوڑ دیا اور غنائم جمع کرنے میں مشارکت کے لیئے عام فوج کے ساتھ مل گئے (تم میں سے کچھ دنیا کے طلبگار تھے اور کچھ آخرت کے طلبگار تھے)[1] اور سالار حضرت ابن جبیر پہاڑ پر اکیلے ہی اس اقلیت کے ساتھ رہ گئے جو دس سے بھی کم تھے جنہوں نے آپ کی اطاعت کی تھی۔

مسلمانوں پر مصیبت کا نزول

تیراندازوں کی اکثریت کے ہٹ جانے سے اسلامی فوج کا پچھلا حصہ مکمل طور پر نمایاں ہوگیا اور وہ کافی حفاظت کے بغیر رہ گیا اس لیئے کہ دس تیراندازوں کے لیئے دو سو آہن غرق سواروں کے سامنے ٹھہرنا ممکن نہ تھا اور جو کچھ ہوا اس کی مسلمانوں کو اطلاع دینا آسان نہ تھا کیونکہ (حضرت) خالد بن ولید نے تیراندازوں کے سالار اور اس کے ساتھیوں کو موقع ہی نہ دیا کہ جو کچھ ہو چکا ہے وہ کم از کم اس کی اطلاع ہی مسلمانوں کو دے سکیں۔

مکی سواروں کے سالار نے (جو پہاڑ میں تیراندازوں کی جگہ کی سخت نگرانی کر رہا تھا) دیکھا کہ اکثر تیراندازوں نے اپنی پہاڑی پوسٹوں کو چھوڑ دیا ہے تو اس نے جلدی سے اس موقع سے فائدہ اٹھایا اور اس نے سوار دستے کو، مسلمانوں پر پیچھے سے حملہ کرنے کا حکم دے دیا پس مشرکین کے سوار (جن کی کمان خالد بن ولید اور عکرمہ بن ابی جہل کر رہے تھے) ہوا کی طرح تیراندازوں کی پہاڑی پوسٹوں کی طرف بڑھے تاکہ (سب سے پہلے) ان تیراندازوں کا خاتمہ کر دیں جو پہاڑ پر موجود ہیں اور تیراندازوں کا سالار اپنے بچے کھچے ساتھیوں کے ساتھ مکی سواروں کے مقابلہ میں ڈٹ گیا اور انہوں نے بہادروں کی طرح مقابلہ کیا لیکن تیس پیادوں کو (خواہ وہ شجاعت کے کسی مقام پر بھی ہوں) دو سو بہترین مسلح سواروں کے مقابلہ سے کیا نسبت؛ جن کی کمان (حضرت) خالد بن ولید کر رہے تھے لہذا ابھی ایک لمحہ بھی نہ گزرا تھا کہ خالد کے سواروں نے پہاڑ پر موجود سب تیراندازوں کو تباہ کر دیا جن میں ان کا ہیرو

---

[1] آل عمران - ۱۵۱

سالار (عبداللہ بن جبیر) بھی شامل تھا اللہ ان سب پر رحم فرمائے۔

مسلمان دو آگوں کے درمیان

پھر ابن ولید، سرعت کے ساتھ گھومے اور اپنے سواروں کو ایسی آواز دینے کے بعد، جس سے شکست خوردہ مشرکین نے سمجھ لیا کہ ابن ولید نے مدنی فوج کے خلاف کامیاب جنگی کارروائی کی ہے، اپنے سواروں کے ساتھ اسلامی فوج کے پچھلے حصے پر ٹوٹ پڑے پس مشرکین مسلمانوں کی طرف پلٹ پڑے اور انہوں نے ان کے خلاف مخالفانہ حملہ کر دیا اور عمرۃ الحارثیہ نے مشرکین کے زمین پر گرے ہوئے جھنڈے کی طرف جلدی کی اور اُسے اُٹھا لیا شکست خوردہ مشرکین نے ایکدوسرے آوازیں دیں اور انہوں نے نئے سرے سے اپنے جھنڈے کو بلند دیکھنے کے بعد، میدان کی طرف واپس آنے پر ایک دوسرے کی حوصلہ افزائی کی، اس طرح موقف پوری طرح تبدیل ہو گیا اور جنگ کا رُخ مشرکین کے مفاد میں پھر گیا۔

اور مسلمان دو آگوں کے درمیان پھنس گئے اور (اس بُرے وقت میں) ان کا واحد مقصد اپنی جانوں کو اس حصار سے بچانا تھا جو مشرکین نے ان کے ارد گرد قائم کیا تھا۔

اور خالد کی اچانک کارروائی نے جسے تیر اندازوں کی غلطی نے کامل کامیابی کا موقع فراہم کیا تھا، مسلمانوں سے اس حکیمانہ منصوبے کے نشانات ضائع کر دیئے جسے سالار رسول نے جنگ کے پہلو کو پھیرنے کے لیئے بنایا تھا پس وہ بے ترتیبی سے جنگ کرنے لگے جب کہ انہوں نے اپنے آپ کو اور اچانک طریق سے (جب کہ تیر اندازوں نے اپنی سرکشی سے جنگ کے اس منصوبے کو جسے سالار رسول نے جنگ کے لیئے بنایا تھا تباہ کرنے کے بعد) جنگ کے ایک نئے اسلوب کے سامنے پایا

پس ان کی حالت یوں ہو گئی گویا وہ ایک نئے معرکے میں گھس گئے ہیں اور وہ اس میں کسی طے شدہ منصوبے کے بغیر، یا سابقہ تیاری، یا ایک کمان میں لڑ رہے ہیں اس طرح پر کہ محاصر فوج کا ہر فرد (سالار اعلیٰ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے رابطہ کرنے سے قبل) اپنے لیئے

خود منصوبہ بناتا اور اس کے بموجب اس جنگ سے نکلنے کی کوشش کرتا جس کے اندر مسلمانوں نے (اچانک) اپنے آپ کو پایا۔

مسلمانوں کا اپنے بعض آدمیوں کو قتل کرنا

مسلمانوں نے تیراندازوں کی غلطی کے بعد) اپنی تنظیم کو کھو دیا اور ان کی صفیں درہم برہم ہوگئیں اور انار کی اور پیچیدگی ان پر چھا گئی اور ان کی عقل خراب ہوگئی اور انہوں نے غنائم کو اپنے ہاتھوں سے پھینک دیا اور ایک دوسرے کو مارنے لگے پس انار کی اور پیچیدگی ان کی صفوں پر چھا گئی اور وہ کسی شعار کے بغیر باہم لڑنے لگے اور ان میں سے بہت سے لوگ سرگرداں ہوگئے انہیں معلوم نہ تھا کہ وہ کہاں جائیں خصوصاً مشرکین کے منادی کے اعلان کے بعد کہ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) قتل ہوگئے ہیں۔

یہ ایک سخت آزمائش تھی جس میں بہت سے مسلمان، اپنے بھائیوں کے ہاتھوں بلاارادہ قتل ہو کر گر پڑے اور متوقع تھا کہ دشمن کی کثرت تعداد ——— جس نے خالد کی کارروائی کے بعد دوبارہ اپنے آپ کو منظم کر لیا تھا ——— مسلمانوں کی محاصر قلیل تعداد کو تباہ کر دے گی اور ان کا خاتمہ کر دے گی ——— لیکن شیروں کو آسانی سے شکار نہیں کیا جا سکتا۔ باوجودیہ کہ عام اسلامی فوج، تنگ میدان جنگ میں پڑی تھی پھر بھی اس نے سختی سے جنگ کرنی شروع کر دی تاکہ وہ اپنے سالار اعلیٰ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اپنا راستہ بنالیں، کیونکہ انہیں آپ کے ہیڈ کوارٹر سے آپ کی آواز سننے کے بعد آپ کی سلامتی کا یقین ہو گیا تھا۔

پس انہوں نے (بڑی صعوبت کے ساتھ) ان نیزوں اور تلواروں کے جنگلات کے درمیان سے اپنا راستہ بنالیا جن کے ساتھ مشرکین نے خالد کی اچانک کارروائی کی کامیابی کے بعد انہیں ہر جانب سے گھیر لیا تھا۔

اور مسلمانوں نے از سر نو اپنے اس نبیؐ سے رابطہ کر لیا جو (اپنے جنگی بورڈ کے بعض ارکان

کے ساتھ) مسلمانوں کو دشمن کا تعاقب کرتے دیکھ رہے تھے اور انہوں نے بڑی قیمت ادا کرنے کے بعد گھیراؤ سے چھٹکارا حاصل کیا۔

اسلامی فوج کیسے منقسم ہوئی

مسلمان، مشرکین کو ان کے پڑاؤ سے ہٹانے اور انہیں شکست دینے کے بعد، تین پارٹیوں میں تقسیم ہو گئے

۱ــــ پہلی پارٹی میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے جنگی بورڈ کے بعض ارکان تھے جو عام کمان کے مرکز میں رہے اور وہ تعاقب میں شریک نہیں ہوئے ان میں حضرت ابو بکر صدیق، حضرت طلحہ بن عبید اللہ اور دیگر انصار و مہاجرین شامل تھے اور یہ پارٹی نہایت تھوڑی تعداد میں تھی اور ان کی تعداد چودہ جوانوں سے زیادہ نہ تھی[1]

۲ــــ دوسری پارٹی دشمن کے تعاقب میں شریک ہوئی لیکن وہ دور تک نہیں گئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کمان میں ہیڈ کوارٹر کے نزدیک رہی اور جنگ کا رخ بدلنے پر مشرکین اس پارٹی کا گھیراؤ نہیں کر سکے، معلوم ہوتا ہے کہ اس پارٹی کے افراد میں حضرت انس بن النضر، حضرت عمر بن الخطاب اور حضرت سعد[2] بن ابی وقاص شامل تھے۔ یہ پارٹی بھی نہایت چھوٹی تھی مگر اس کے جوان ہزاروں میں شمار کیے جاتے تھے، ان لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیڈ کوارٹر میں آپ کے ساتھ ملنے میں سرعت سے کام لیا اور انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دشمن سے حملے سے بچانے کے لیے ایک محاذ قائم کیا۔

۳ــــ تیسری پارٹی، بڑی پارٹی تھی جس میں عام اسلامی فوج شامل تھی اس نے دشمن کا تعاقب کیا حتیٰ کہ اُسے اس کے پڑاؤ سے نکال دیا اور اس کی کمان کے ہیڈ کوارٹر پر قابض ہو گئی اور اس پڑاؤ میں جو غنائم تھیں ان پر قبضہ کر لیا۔

---

[1] سمط النجوم العوالی للعصامی جلد ۲ ص ۸۵

[2] آپ کے حالات ہماری کتاب غزوہ بدر میں بیان ہو چکے ہیں۔

اور اس پارٹی کا (اور اگر آپ چاہیں تو کہہ لیں کہ اس فوج کا) خالد بن ولید کے سواروں کے اچانک حملے کے بعد قریش کی فوج نے مکمل گھیراؤ کر لیا ـــــ اور گھیراؤ میں آئی ہوئی اسلامی فوج دو حصوں میں تقسیم ہو گی ۔

۱ ۔ پہلا حصہ (جو بہت ہی چھوٹا تھا) گھیراؤ سے بچ گیا اور شکست کھا کر مدینہ کی طرف چلا گیا اور اس نے اس خیال کے پیشِ نظر کہ اسلامی فوج کو شکست ہو گئی ہے اور ان کا نبی قتل ہو گیا ہے انہوں نے درّے میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کمان کے ہیڈ کوارٹر کی طرف اپنا راستہ نہیں بنایا ۔

لیکن یہ چھوٹا سا حصہ جب مدینہ کی ایک فصیل کے پاس پہنچا تو جو عورتیں وہاں قلعوں اور ٹیلوں پر معرکے کو دیکھ رہی تھیں انہوں نے انہیں ڈانٹا ...... عورتوں نے ان شکست خوردہ جوانوں کو ڈانٹ ڈپٹ کی اور بیویوں نے اپنے خاوندوں کے چہروں پر ہاتھوں سے مٹی ڈالی اور انہیں بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قتل نہیں ہوئے ۔

پس یہ شکست خوردہ جلدی سے اسی راستے سے پلٹ گئے جس راستے سے آئے تھے اور معرکہ کے اختتام پر ان کا رابطہ، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوا اور بیان کیا جاتا ہے کہ ان شکست خوردہ لوگوں میں سے بعض لوگ، معرکہ سے تین دن بعد واپس آئے اور یہی وہ لوگ ہیں جن کے متعلق حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تم شکست میں دور تک چلے گئے ہو یا جیسے بھی آپ نے فرمایا اور قرآن کریم نے اس شکست خوردہ گروہ کی طرف اشارہ کیا ہے اور بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف فرما دیا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ۔

ان الذین تولوا منکم یوم التقی الجمعان انما استزلھم الشیطان ببعض ما کسبوا ولقد عفا اللہ عنھم ان اللہ غفور حلیم [۱]

---

[۱] آل عمران - ۱۵۵

(بلاشبہ جو لوگ تم میں سے دو فوجوں کے ملنے کے روز منہ پھیر گئے انہیں صرف شیطان نے ان کے بعض اعمال کے باعث پھیلایا تحقیق اللہ نے انہیں معاف کر دیا ہے بلاشبہ اللہ بخشش والا اور بردبار ہے۔)

اور گھری ہوئی عام فوج کے بڑے حصے کی صفوں میں شدید پیچیدگی پیدا ہو گئی اور اس کے بعض افراد کے دلوں کا جنہیں شکست کے بعد حیرت نے آلیا تھا، مورال گر گیا خصوصاً اس وقت جب ان کے درمیان حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی خبر مشہور ہو گئی اور حضرت حذیفہ[1] بن الیمان کے والد (جن کا نام حیل[2] بن جابر تھا) ان لوگوں میں سے

[1] حذیفہ بن حسیل بن جابر الیمانی العبسی آپ کبار صحابہ میں شامل تھے، حضرت حذیفہ اور آپ کے والد مسلمان ہو گئے اور انہوں نے بدر میں شامل ہونا چاہا مگر مشرکین نے ان کو روک دیا اور حضرت حذیفہ، خندق اور اس کے بعد کے معرکوں میں اکیلے شامل ہوئے آپ شجاع فاتح والیوں میں سے تھے آپ نے حضرت عمر کے زمانے میں ایرانی علاقے میں بہت فتوحات حاصل کیں آپ نے نہاوند سے جنگ کی اور دینور اور ماسبذان کو فتح کیا اور ہمذان اور رے (طہران کے علاقے) سے جنگ کی اور ان دونوں کو بزور قوت فتح کیا حضرت عمر نے آپ کو ایران کے علاقے میں مدائن کا والی مقرر کیا اور آپ عفیف ترین والیوں میں سے تھے اور آپ ہمیشہ ہی حضرت عمر کے قابل اعتماد مقام پر رہے اور حضرت حذیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقربین میں سے تھے اور منافقین پر آپ کے جاسوس تھے آپ کے سوا انہیں کوئی نہ جانتا تھا اور جب کوئی شخص مرتا تو حضرت عمر، حضرت حذیفہ کے متعلق دریافت کرتے اگر وہ جنازہ میں حاضر ہوتے تو حضرت عمر اس کا جنازہ پڑھتے ورنہ نہ پڑھتے حضرت حذیفہ نے ۲۲۵ احادیث روایت کی ہیں آپ نے ۳۶ھ میں مدائن میں وفات پائی ہے۔

[2] حیل (تصغیر کے ساتھ) حضرت حذیفہ کے والد ہیں آپ نے احد کے روز شہادت پائی، حضرت حیل کا بیان ہے کہ مجھے بدر میں شمولیت سے اس بات نے روکا کہ میں اور میرا بیٹا حذیفہ باہر نکلے تو کفار قریش نے ہمیں پکڑ لیا (باقی اگلے صفحہ پر)

ع[1] متن میں حضرت حذیفہ کے والد کا نام حیل بیان ہوا ہے اور حاشیہ میں حسیل بیان ہوا، ہمارے خیال میں یہ کتابت کی غلطی ہے اصل لفظ حسیل ہے۔ مترجم

ایک تھے جنہیں مسلمانوں نے اس حیرت و پیچیدگی کے عالم میں قتل کر دیا جو مسلمانوں کو شکست کے بعد پہنچی تھی ۔

بخاری نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اُحد کے روز مشرکین کو واضح شکست ہوئی تو ابلیس نے آواز دی اے اللہ کے بندو تمہارا پچھلا حصہ ، تو ان کا پہلا حصہ واپس آیا اور ان کے پچھلے حصے سے لڑنے لگا اور حضرت حذیفہ نے دیکھا تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہ اپنے باپ کے سامنے ہیں آپ نے آواز دی اے بندگانِ خدا (میرا باپ ہے میرا باپ ہے) حضرت عائشہ فرماتی ہیں قسم بخدا وہ نہ رکے حتیٰ کہ انہوں نے انہیں قتل کر دیا حضرت حذیفہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ تمہیں بخشے [1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی افواہ

اور جس بات نے مصیبت میں اضافہ کیا اس کا مفاد یہ تھا کہ مشرکین نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دیا ہے اور ان کے منادی نے اس بات کا اعلان بھی کر دیا اور اس افواہ کا سبب یہ تھا کہ مشرکین کا ایک سوار (جس کا نام ابن قمئہ تھا) مسلمانوں کے علمبردار حضرت مصعب بن عمیر العبدری [2] سے ملا اور اس نے آپ کو قتل کر دیا اور حضرت مصعب کا چہرہ ، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے کی مانند تھا خصوصاً جب آپ ہتھیار پہنتے تھے ، مشرک سوار نے خیال کیا کہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دیا ہے اس نے آواز دے کر کہا

تحقیق میں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کر دیا ہے ـــــ اور جھوٹی خبر ،

(بقیہ حاشیہ) اور پوچھنے لگے تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس جانا چاہتے ہو ہم نے کہا ہم آپ کے پاس نہیں جانا چاہتے تو انہوں نے ہم سے اللہ کا عہد و میثاق لیا کہ ہم ضرور مدینہ واپس آئیں گے اور آپ کے ساتھ مل کر جنگ نہیں کریں گے ، ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر آپ کو بتایا تو آپ نے فرمایا واپس چلے جاؤ ۔

[1] سیرت ابن ہشام ۔ [2] آپ کے حالات ہماری کتاب غزوہ بدر میں بیان ہو چکے ہیں ۔

جانبازوں کے درمیان پھیل گئی اور اس افواہ سے گھرے ہوئے مسلمانوں کی صفوں میں مزید خوف اور پیچیدگی پیدا ہو گئی۔

بعض مسلمانوں کا تابعداری اختیار کرنے کے متعلق سوچنا

پس بعض مسلمان حیران و ششدر رہ گئے۔ انہیں معلوم نہ تھا کہ وہ کیا کریں اور دوسروں نے جنگ بند کر دی اور اپنے ہتھیار پھینک دیئے اور ایک فریق نے مدینہ میں عبداللہ بن ابی سے رابطہ کرنے کے بارے میں سوچا کہ وہ ان کی تابعداری کو مشرکین کے سالار عام ابوسفیان کے سامنے پیش کرے اور اس سے ان کے لیئے امان حاصل کرے ان کا خیال تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم قتل ہو چکے ہیں، ان لوگوں کے ایک قائل نے کہا ـــــ کاش عبداللہ بن ابی کی طرف ہمارا کوئی ایلچی ہوتا اور وہ ہمارے لیئے ابوسفیان سے امان لیتا اے میری قوم کے لوگو بلاشبہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم قتل ہو چکے ہیں پس تم اپنی قوم کے لوگوں کے پاس قبل اس کے کہ وہ تمہارے پاس آکر تمہیں قتل کریں، واپس چلے جاؤ۔[1]

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا رب قتل نہیں ہوا

اسی دوران میں کہ وہ حیران کھڑے تھے اچانک حضرت انس بن النضر خزرجی ان کے پاس آئے اور جب آپ نے دیکھا کہ انہوں نے ہتھیار پھینک دیئے ہیں تو آپ نے انہیں کہا ـــــ کیا وجہ ہے کہ تم نے اپنے ہاتھوں سے یوں ہتھیار ڈال دیئے ہیں؟ انہوں نے آپ سے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قتل ہو گئے۔

آپ نے کہا، آپ کے بعد تم زندگی کو کیا کرو گے؟ اٹھو اور جس بات پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مرے ہیں اس پر مر جاؤ۔ پھر آپ نے اپنی تلوار کے ساتھ مشرکین کا رخ کیا اور بگولے کی طرح ان کی طرف یہ کہتے ہوئے چلے گئے۔

---

[1] البدایۃ والنھایۃ جلد ۴ ص ۲۳

اے اللہ جو کچھ یہ لاتے ہیں (یعنی مشرکین) میں تیرے حضور اس سے اظہار برات کرتا ہوں اور جو کچھ یہ کہتے ہیں اس سے تیرے حضور معذرت کرتا ہوں (یعنی وہ مسلمان جنوں نے ہتھیار پھینکدیئے اور تابعداری کے متعلق سوچا) پھر آپ نے مشرکین کے ساتھ بے نظیر جنگ کی حتیٰ کہ قتل ہو گئے۔ رضی اللہ عنہ

اسی طرح جب ثابت بن[1] الدحداح نے (رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی افواہ سے) بعض مسلمان جانبازوں کا مورال گرتے دیکھا تو آپ نے اپنی قوم انصار کو جانبازی اور مقابلے پر اکساتے ہوئے کہا۔

اے گروہ انصار، اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم قتل ہو گئے ہیں تو اللہ تعالیٰ حی لایموت ہے، اپنے دین کے لیئے جنگ کرو بلاشبہ اللہ تمہارا ناصر و مددگار ہے۔

پس جلدی سے انصار کی ایک جماعت آپ کے پاس گئی تو آپ نے ان کے ساتھ مکی سواروں کے دستے پر حملہ کر دیا جس میں خالد بن ولید، عمرو بن العاص، عکرمہ بن ابوجہل اور ضرار بن الخطاب شامل تھے سو خالد بن ولید نے آپ پر حملہ کیا اور نیزہ مار کر آپ کو قتل کر دیا اور جن انصار نے آپ کے ساتھ مل کر حملہ کیا تھا انہیں بھی قتل کر دیا۔[2]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا موقف کو بچانا

اس طرح محاصر مسلمان ایک دوسرے کی حوصلہ افزائی کرنے لگے اور وہ تابعداری اختیار کرنے کے خیال سے باز آ گئے اور اپنے ہتھیار سنبھال لیئے اور (جانبازی کے ساتھ) شرک کے سپاہیوں کی موجوں کے ساتھ جو ان کے ارد گرد متلاطم تھیں لڑنے لگے اور ان کا مورال ان کے پاس واپس آ گیا جسے ان میں سے بہت سے لوگ کھو چکے تھے اور وہ دشمنوں کی صفوں کے درمیان سے جو ان کو گھیرے ہوئے

---

[1] ثابت بن الدحداح بن نعیم بن غنم البلوی۔ انصار کے حلیف۔ آپ جلیل القدر صحابی تھے

[2] سیرت حلبیہ جلد ۲ صہ ۲۲۔

تھے، اپنی تلواروں سے اپنا رستہ بنانے لگے اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سننے کے بعد ہوا انہیں یقین ہو گیا کہ ان کے سالار حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں اور آپ خود سے انہیں آواز دے رہے ہیں ۔ کہ میں اللہ کا رسول ہوں) تاکہ وہ اس ہیڈ کوارٹر کے گرد آپ سے آملیں جس میں آپ معرکہ کے آغاز میں مسلمانوں کے مشرکین کو شکست دینے کے بعد چوکی قائم کیے ہوئے تھے ۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے جنگی بورڈ کے ارکان کا کمان کے ہیڈ کوارٹر میں رہنا اور تعاقب میں شرکت نہ کرنا (کتاب حیات محمد و رسالتہ کے مولف کے بیان مطابق) بجاؤ کے منصوبے کے مطابق تھا ۔ اور اسکی وجہ یہ تھی کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ کا منصوبہ بنایا اور اپنے جوانوں کو جنگ کے لیے صف آرا کیا تو آپ نے (ایک بیدار مغز سالار کی طرح) اس میں مسلمانوں کے مفاد کے خلاف موقف کے بدل جانے کا امکان کو بھی ملحوظ رکھا[1] پس آپ نے اپنی اور اپنے اصحاب کی پشتوں کو جبل احد کی طرف رکھا تاکہ جب ان پر کوئی مصیبت آئے تو وہ اس پہاڑ کو اپنی پناہ گاہ ، بنالیں ۔

جب مسلمان دشمن کے تعاقب میں لگ گئے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم (اپنے جنگی بورڈ کے بعض ارکان) حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت طلحہ بن عبیداللہ کے ساتھ پیچھے رہ گئے اور انہوں نے اپنی جگہوں کو نہ چھوڑا (گویا وہ سب معرکہ کی رفتار کا جائزہ لیتے رہے اور ان کی آنکھ جبل الرماۃ پر لگی ہوئی تھی) اور جونہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خالد کو ، مسلمانوں پر حملہ کرتے اور اس مقام پر قابض ہوتے دیکھا جسے تیر اندازوں نے چھوڑ دیا تھا تو آپ نے اسلامی فوج کو تباہ کرنے والے خطرے کی اہمیت کا ادراک کر لیا ۔

اور اس وقت آپ کے سامنے —— ان حالات میں —— صرف دو ہی راستے تھے جن میں سے ایک پر آپ چل سکتے تھے ۔

---

[1] بدترین احتمالات کو ملحوظ رکھنا ایک اصول ہے جس سے فوجی سالار جنگ غافل نہیں رہ سکتے ۔

۱۔ یا تو آپ اپنی فوج کو طے شدہ انجام کے لیے چھوڑ کر کسی پناہ کی طرف جا کر اپنی شخصی سلامتی چاہتے۔

۲۔ اور یا آپ اپنی جان کو خطرے میں ڈال کر انہیں خطرے سے بچانے کیلئے آواز دیتے (تاکہ اپنے ہیڈ کوارٹر کو ان کے جمع ہونے کی جگہ بنائیں) اور اس طرح انہیں تباہی ضیاع اور پراگندگی سے بچاتے۔ آپ نے دوسرے راستے کو اختیار کیا اور جب آپ نے بلند آواز سے پکارا۔

میری طرف آؤ، میں اللہ کا رسول ہوں[1]

اور قرآن کریم نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس شاندار بہادرانہ موقف کی طرف اشارہ کیا ہے جس سے آپ نے فوج کو اس کی حیرت اور پیچیدگی سے بچایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

اذ تصعدون ولا تلوون علی احد والرسول یدعوکم فی اخراکم

شکست کے بعد حالت کا سدھرنا

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز کرنٹ کی مانند تھی جس نے شکست خوردوں کو دوبارہ صحیح راہ پر ڈال دیا اور جونہی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز ان کے کانوں تک پہنچی، سکون واطمینان ان کے پاس واپس آ گیا اور وہ آپ کی طرف آنے لگے اور بہت سے گھرے ہوئے لوگ، دشمن کی صفوں میں جانوں کے زبردست خسارے کی پرواہ کیے بغیر اپنا راستہ بنانے میں کامیاب ہو گئے۔

اس سے مسلمانوں کی حالت سدھر گئی اور وہ (اپنے نبی کی کمان میں) دوبارہ اپنی تنظیم کرنے لگے اور آپ کے اردگرد اکٹھے ہونے لگے اور جنگ کا جدید متحدہ محاذ قائم کرنے لگے اس طرح جنگ کا موجودہ رخ بدلنے لگا (جس روز مشرکین، مسلمانوں کا گھیراؤ کرنے اور حضرت خالد کی کارروائی کے بعد، اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی افواہ کے

---

[1] حیات محمد از رسالتہ ص ۱۸۴

بعد ان کی صفوں میں پیچیدگی پھیلانے میں کامیاب ہو گئے۔)

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ

لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز نے پراگندہ مسلمانوں کو، ہزیمت کی زمین پر جمع کر دیا اور ان میں دوبارہ اسپرٹ پیدا کر دی اور اسی طرح اس نے مشرکین کو بھی اس بات سے آگاہ کیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں، قتل نہیں ہوئے اور اس نے انہیں آپ کی جگہ کے متعلق بھی بتایا، اس بات نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ کریمہ کو مشرکین کے سریع اور پے بہ پے حملوں کا ہدف بنا دیا اور حقیقت یہ ہے کہ یہ ایک نہایت ہی کٹھن وقت تھا جس میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کو شدید ترین خطرات کا سامنا کرنا پڑا اور جو مشرکین آپ کے نزدیک تھے انہوں نے قطعیت کے ساتھ آپ کی جگہ کو معلوم کر لیا پس انہوں نے پوری قوت کے ساتھ ـــــ اور آپ ابھی تک اپنے اصحاب کی ایک قلیل جماعت میں تھے قبل اس کے کہ آپ کے اصحاب آپ کے گرد جمع ہوں آپ سے نجات حاصل کرنے اور آپ کا خاتمہ کرنے کے لیئے آپ پر حملہ کر دیا۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اردگرد گھمسان کا رن

اور اس جگہ پر جنگ ایک دوسرے مرحلہ میں داخل ہو گئی اور اس کی آگ نئے سرے سے بھڑکنے لگی اور صحابہ کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک بڑے خطرے میں گھر جانے کا ادراک ہو گیا پس انہیں خدشہ ہوا کہ وہ مشرکین جنہوں نے آپ کی جگہ کو پہچان لیا ہے وہ آپ کا گھیراؤ کریں گے خصوصاً اس گھڑی میں جس میں آپ کے ساتھ آپ کے جنگی بورڈ کے بعض ارکان اور ان تھوڑے سے لوگوں کے سوا، جنہوں نے آپ کے ساتھ ملنے میں سرعت سے کام لیا تھا اور ان کی تعداد دونوں ہاتھوں کی انگلیوں سے زیادہ نہ تھی اور کوئی نہ تھا۔

لہذا صحابہ اپنے نبی کی طرف چلے اور وہ مشرکین کی ضربات کا مقابلہ کرنے کے لیئے جن

کا رُخ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کی طرف تھا اپنی جانوں سے ایک بشری فصیل قائم کرنے لگے اور اس دفعہ صحابہ کا مقصد (بدرجہ اوّل) اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا تحفظ کرنا تھا جو اس خوفناک صورت حال سے دوچار تھی کہ جن جنگوں میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حصّہ لیا ہے ان کی تاریخ میں اس کی نظیر نہیں پائی جاتی۔

اور اس کی وجہ یہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم (شکست اور مسلمانوں کے اضطراب وانتشار کے بعد) اپنے اصحاب کی ایک چھوٹی سی جماعت کے ساتھ، قیادت عامہ کے ہیڈکوارٹر میں باقی رہ گئے تھے اس لیے مشرکین آپ کے نزدیک تھے انہوں نے اس موقع کو غنیمت جانا اور ان کے سواروں اور پیادوں کی ایک فوج ـــــ آپ کو اکیلے پاکر اور آپ کے اصحاب کے آپ کو چھوڑ کر منتشر ہو جانے کی وجہ سے ـــــ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو نشانہ بنا کر آپ پر تیزی سے حملے کرنے لگی۔

زخمی نبی

اور محمد بن عبداللہ ہاشمی نبی سالار، ان سریع اور پے بہ پے حملوں کے مقابلہ میں مضبوط پہاڑوں کی طرح ڈٹے رہے اور حملہ آوروں سے بے نظیر شجاعت و شوق سے جنگ کی اور آپ کے قلیل اصحاب جو آپ کے ساتھ ثابت قدم رہے تھے وہ اس وقت آپ کی مدد کر رہے تھے ان میں سے بعض نے معرکہ کے آغاز سے آپ کا ساتھ نہیں چھوڑا تھا اور بعض شکست کے وقت سرعت کے آپ سے آملے تھے۔

اس خوفناک جنگ کے دوران، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت زخم آئے اور آپ کا آہنی خود جو آپ کے سر پر تھا مشرکین کی ضربات کے نتیجے میں ٹوٹ پھوٹ گیا اور اسی طرح آپ کے چہرہ مبارک پر متعدد زخم آئے۔

اور مشرکین کے ایک سوار (جس کا نام ابن قمئہ تھا) نے یہ کہتے ہوئے آپ پر حملہ کر دیا کہ

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کہاں ہے اگر وہ بچ گیا تو میں نہیں بچوں گا۔

اور ابن قمئہ کے ساتھ جنگ کے دوران، ابن قمئہ نے آپ کو تلوار ماری اور اس سے آپ کو شدید ضرب لگائی لیکن اس نے آپ کو کوئی گزند نہ پہنچایا کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم دو زرہیں پہنے ہوئے تھے اور اس چوٹ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھے کو تکلیف دی اور وہ اس سے متاثر ہوا اور اس کی وجہ سے آپ ایک ماہ سے زیادہ عرصہ بیمار رہے اور دشمنِ خدا کی ضرب سخت تھی مگر وہ اس سے دو زرہوں کو پھاڑنے کی قوت نہ پا سکا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس سے بچ گئے۔

اسی طرح اس جنگ کے دوران آپؐ کے چہرے پر زخم آیا، آپ کو ابن قمئہ نے زخم لگایا جو اپنے اصحاب کے ساتھ پے در پے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر حملے کر رہا تھا۔ پس آپ کے خود کے دو حلقے آپ کے دونوں رخساروں میں پیوست ہو گئے اور اس کے بعد خون بہنے لگا اور یہ اس ضرب کے نتیجے میں تھا جو ابن قمئہ نے آپ کو لگائی تھی اور وہ دشمنِ خدا، مشرکین کے دلیر سواروں میں سے تھا۔

اسی طرح آپ کے چہرہ مبارک پر بھی بڑا زخم آیا (اور وفات تک اس کا نشان آپ کے چہرے پر باقی رہا) اور یہ زخم آپ کو گھمسان کے رن کے دوران عبداللہ بن شہاب زہری۔ مشہور امام محمد بن شہاب زہری کے دادا[1] کی ضرب کے نتیجے میں لگا۔

اسی طرح آپ کے نچلے چار[2] دانت ٹوٹ گئے اور جب عتبہ بن ابی وقاص (حضرت سعد بن ابی وقاص کے بھائی) نے آپ کو بہت بڑا پتھر مارا تو آپ کا ہونٹ پھٹ گیا۔

اسی طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم (اس کٹھن اور خونریز گھڑی میں) ایک گہرے گڑھے میں گر پڑے اور آپ کے دونوں گھٹنے زخمی ہو گئے اور آپ بے ہوش ہو گئے اور آپ

---

[1] عبداللہ بن شہاب بن عبداللہ بن الحارث بن زہرۃ القرشی صحابی، آپ معرکہ اُحد کے بعد مسلمان ہو گئے اور فتح مکہ کے بعد فوت ہوئے۔ [2] رباعیہ، ان دانتوں کو کہتے ہیں جو سامنے کے دو دانتوں اور داڑھوں کے درمیان ہوتے ہیں۔

کا دفاع کرنے والے اصحاب نے آپ کو بچانے کے لیئے سرعت سے کام لیا اور حضرت علی بن ابو طالب نے آپ کا ہاتھ پکڑ لیا اور حضرت طلحہ بن عبید اللہ نے آپ کو گڑھے سے اٹھایا حتیٰ کہ آپ سیدھے کھڑے ہو گئے۔

آپ کو کوئی اختیار حاصل نہیں

اور جب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم زخمی ہو گئے اور آپ کے چہرہ مبارک پر بکثرت خون بہنے لگا تو آپ خون پونچھنے لگے اور کہنے لگے۔

"وہ لوگ کیسے فلاح پا سکتے ہیں جنہوں نے اپنے نبی کے چہرے کو زخمی کیا ہے حالانکہ وہ انہیں ان کے رب کی طرف دعوت دے رہا ہے، ان لوگوں پر اللہ کا شدید غضب ہو گا جنہوں نے اللہ کے رسول کے چہرے کو خون آلود کر دیا ہے"۔

اللہ تعالیٰ نے (اس بات کی وجہ سے) آپ پر یہ آیت نازل فرمائی۔

لیس لک من الامر شیءٌ او یتوب علیہم او یعذبہم فانہم ظالمون

آپ کو کوئی اختیار حاصل نہیں خواہ وہ انہیں معاف کرے یا عذاب دے بلاشبہ وہ ظالم ہیں۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر مشرکین ہمیشہ بڑا حملہ کرتے رہے

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو گزند پہنچا اور جو زخم آئے اس وقت آپ اپنے قلیل اصحاب میں موجود تھے۔

اسی دوران میں کہ آپ اسی حالت میں تھے آپ کے جن اصحاب کو شکست نے پراگندہ کر دیا تھا وہ آپ کی طرف آنے لگے اور اسی طرح مشرکین بھی آپ پر حملے کرنے لگے پس نئے سرے سے تنور گرم ہو گیا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد زبردست جنگ ہونے لگی۔

فصل پنجم

- — شکست کے بعد، مسلمانوں کا اکٹھا ہونا
- — گھیراؤ کے تنگ سے ان کی نجات کا پانا
- — مصیبت کے بعد، ہٹنے میں ان کا کامیاب ہونا
- — ان کا جبل اُحد کی پناہ لینا

مشرکین نے مخالفت میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر حملے کیے اور ان میں سے طاقتوروں اور جنگجوؤں نے آپ کے قتل کرنے کے لیے ایک دوسرے سے ٹکراؤ کیا اور آپ کے جن چندہ اصحاب نے آپ کی زندگی کے دفاع میں اپنی جانوں کو ارزاں سمجھتے ہوئے آپ کے گرد حلقہ بنانے میں سرعت سے کام لیا ان پر سخت مصیبت پڑی دشمن کا حملہ دگنا ہو گیا اور اس کا زور بڑھ گیا اور دشمن اپنی پوری قوت کے ساتھ ذات

نبوی کو حملے کا مرکز بنا کر ٹوٹ پڑا، لیکن اس وقت بہت سے بہادر مسلمان اپنے سالار نبی کے گرد اکٹھے ہو چکے تھے حالانکہ دشمن کو اس برق دار حملے میں (جس کا نشانہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات تھی۔) تباہ کن برتری حاصل تھی مسلمان (اپنے نبی کا دفاع کرتے ہوئے) اس حملے کے سامنے مضبوط پہاڑوں کی طرح کھڑے ہو گئے اور انہوں نے (اس حملے کے سامنے) اپنی جانوں کی ایک بشری فصیل کھڑی کر دی جسے انہوں نے اپنے محبوب نبی کی ڈھال بنا دیا اور انہوں نے کسی مشرک کو آپ تک پہنچنے نہ دیا اور جو زخم آپ کو اپنے اصحاب کی قلیل جماعت میں پہنچے تھے ان کے بعد آپ کو کوئی تکلیف نہیں پہنچی۔

انصار کی بہادری

اور مشرکین کو اس جانبازی پر، جس نے ان سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کرنے کا موقع ضائع کر دیا تھا غصہ آیا اور انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کمان کے ہیڈ کوارٹر پر اپنے حملے سخت کر دیئے اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب [redacted] اپنے نبی کے گرد یکے بعد دیگرے خوشی سے قتل ہو کر گرنے لگے اور جب کبھی کسی ایک محافظ کے قتل ہونے سے کوئی رخنہ پیدا ہوتا تو دوسرا جلدی سے اس رخنے کو پُر کر دیتا اور جو لوگ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع کرتے ہوئے قتل ہوئے ان کی اکثریت انصار کی تھی۔

حماد بن سلمہ نے روایت کی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سات انصار اور قریش کے ایک شخص کے درمیان موجود تھے کہ مشرکین نے آپ پر حملہ کر دیا آپ نے فرمایا۔ جو انہیں واپس کرے گا وہ جنت میں میرا رفیق ہو گا۔ تو ایک انصاری آیا اور قتل ہو گیا پھر جب انہوں نے آپ پر حملہ کیا تو آپ نے فرمایا جو انہیں ہم سے واپس کرے گا وہ جنت میں میرا رفیق ہو گا، حماد نے بیان کیا ہے کہ ساتوں انصاری، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع کرتے ہوئے قتل ہو گئے۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دفاع میں تیر اندازوں کا کردار

مشرکین کو روکنے اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع کرنے میں تیر انداز صحابہ کا بڑا اثر تھا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی تیر انداز تھے آپ نے (مشرکین کے حملہ کے وقت) اپنی کمان سے تیر اندازی کی حتیٰ کہ کمان کی تانت ٹوٹ گئی اور ٹکڑے ہو گئی اور بکثرت تیر اندازی سے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی[1]

اور جن تیر اندازوں نے معرکہ کی اس کٹھن گھڑی میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مردانہ وار دفاع میں شہرت پائی اور مشرکین کی اذیت سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بچانے میں ان کے تیز اور صحیح نشانے پر بیٹھنے والے تیروں کا بہت اثر ہوا ان میں حضرت ابو طلحہ[2] انصاری اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہما شامل تھے۔

احمد نے حضرت انس سے روایت کی ہے کہ یہ ابو طلحہ اُحد کے روز، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے ——— جس وقت مشرکین نے آپ پر حملہ کیا ——— تیر اندازی

---

[1] سیرت حلبیہ جلد ۲ ص ۲۳ ، [2] ابو طلحہ ... زید بن سہل بن اسود بن حرام انصاری خزرجی، آپ بیعتِ عقبہ کی مضبوطی اور پختگی میں شمولیت کرنے والوں میں سے ایک تھے اور آپ جلیل القدر صحابہ اور ان کے مشہور بہادروں میں سے تھے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی زبردست شجاعت کی گواہی دی ہے کہ (فوج میں ابو طلحہ کی آواز ایک سو جوان سے بہتر ہے) اور ابن عبدالبر نے بیان کیا ہے کہ جنگ حنین میں حضرت ابو طلحہ نے اکیلے ہی بیس جوان کو قتل کیا اور ان کے کپڑے اور سامان حاصل کیا حضرت ابو طلحہ، معرکہ بدر میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شامل ہوئے اور معرکوں کے گھمسان کے وقت آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے گھٹنوں کے بل بیٹھ جاتے پھر اپنا ترکش بکھیر دیتے اور بڑی مہارت کے ساتھ دشمن پر تیر اندازی کرتے اور آپ نے اُحد کے قریب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دفاع میں جو موقف اختیار کیا آپ کا سب سے بہترین موقف ہے حضرت ابو طلحہ نے ۵۱ھ میں وفات پائی اور بعض نے ۳۴ھ میں آپ کا وفات پانا بیان کیا ہے۔

کر رہے تھے اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے پیچھے آپ کو ڈھال بنائے ہوئے تھے اور حضرت ابوطلحہ بڑے زبردست تیر انداز تھے اور جب آپ تیر پھینکتے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نگاہ اٹھا کر دیکھتے کہ آپ کا تیر کہاں پڑتا ہے اور حضرت ابوطلحہ ـــــ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دشمنوں کے تیروں سے بچانے کے لیئے ـــــ اپنے سینے کو اوپر اٹھا کر کہتے یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ کو کوئی تیر نہیں لگے گا میرا سینہ آپ کے سینے کے آگے ہے اور حضرت ابوطلحہ ـــــ اس نازک وقت میں ـــــ ہیرو تھے، آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے اپنے نفس کی فصیل بنا دیتے اور کہتے ـــــ یا رسول اللہ میں صبر کرنے والا اور قوت والا ہوں، اپنی ضروریات مجھے بتانا اور آپ جو چاہیں اس کا مجھے حکم دینا۔ اور حضرت ابوطلحہ نے (رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے) زبردست تیر اندازی کی حتیٰ کہ شدت تیر اندازی سے آپ کے ہاتھ سے تین کمانیں ٹوٹ گئیں بخاری نے بیان کیا ہے کہ اُحد کے روز، لوگ شکست کھا کر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر منتشر ہو گئے اور حضرت ابوطلحہؓ اپنی ڈھال سے آپؐ کی ڈھال بنے رہے اور آپ بڑے زبردست تیر انداز تھے اس روز آپ نے دو یا تین کمانیں توڑیں۔

اور جب کوئی ترکش والا شخص آپؐ کے پاس سے گزرتا تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ـــــ اسے ابوطلحہ کے لیئے بکھیر دے۔

آپ نے مشرکین کو ایک ہزار تیر مارا

حضرت سعد بن ابی وقاص (جو مشہور تیر اندازوں میں سے تھے) بھی لوگوں کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر پراگندہ ہو جانے کے وقت، آپؐ کے ساتھ ثابت قدم رہے اور آپ ان مخلص اور بہادر تیر اندازوں میں سے تھے جنہوں نے مشرکین کی ان دشمنانہ کوششوں کو جو وہ (شکست کے بعد) نبیؐ اسلام کا خاتمہ کرنے کے لیئے بروئے کار لائے تھے ناکام بنانے میں اپنے تیز تیروں سے حصہ لیا ہے، حضرت سعد، مصیبت کی گھڑیوں

میں کھڑے رہے اور انہی نازک گھڑیوں میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات، قریش کے تند و تیز حملوں کا نشانہ تھی، جانباز سعدؓ، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے آپ کا دفاع کرتے ہوئے کھڑے ہو گئے اور اس مقام محمود پر ان کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دور کرنے میں آپ کا بڑا اثر تھا آپ نے (ان کٹھن گھڑیوں میں) مشرکین کو ایک ہزار تیر مارے۔

اور حضرت سعد بن ابی وقاص ہی وہ واحد شخص ہیں جنہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ — میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں — اور آپ نے یہ بات آپ کی بہادری و شجاعت، جانبازی اور ٹھیک نشانہ لگانے کی مہارت دیکھ کر کہی۔

مورخین نے بیان کیا ہے کہ جب کبھی حضرت سعدؓ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کے لیے ایک دوسرے کو دھکیلنے والے مشرکین کو تیر مارتے تو آپؐ انہیں فرماتے۔ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں تیر اندازی کیجیے — حضرت سعید بن المسیب بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت سعد بن ابی وقاص کو بیان کرتے سنا کہ اُحد کے روز، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ترکش میرے لیے خالی کر دیا اور فرمایا — میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں تیر اندازی کیجیے۔

اور صحیح بخاری میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے آپ نے بیان کیا ہے کہ میں نے سعد بن مالک کے سوا، (یعنی سعد بن ابی وقاص) کسی کے لیے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے والدین کو اکٹھا کرتے نہیں سنا۔ میں نے آپ کو (احد کے روز) بیان کرتے سنا کہ —

اے سعد میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں تیر اندازی کیجیے۔[1]

اور ان بہادروں میں سے جنہوں نے (پیش آمدہ خطرے میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کرتے ہوئے) مشرکین پر تیر اندازی کی حضرت

---

[1] البدایۃ والنہایۃ جلد ۴

سہل بن حنیف[1] بھی ہیں، آپ نے اُحد کے روز، موت پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی تھی اور جب ہزیمت نے عام اسلامی فوج کو منتشر کر دیا تو آپ مخلص چیندہ لوگوں کے ساتھ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں ثابت قدم رہے اور آپ کے دفاع میں اپنی جان کو ارزاں کر دیا اور آپ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت میں تیر اندازی کرتے رہے حتیٰ کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ (اور سہل آپ کے آگے تیر اندازی کر رہے ہوتے تھے) سہل کو تیر جمع کر کے دو۔

اور ابن کثیر نے بیان کیا ہے کہ حضرت سعد اُن چند لوگوں میں سے ایک تھے جو شکست کے وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ثابت قدم رہے تھے، ابن جریر سے روایت کی گئی ہے کہ ابن قمئہ حارثی نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پتھر مارا اور آپ کی ناک اور دانتوں کو توڑ دیا اور آپ کے چہرے کو زخمی کر دیا جس سے آپ سخت بیمار ہو گئے اور آپ کے اصحاب آپ کو چھوڑ کر منتشر ہو گئے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو بلانے لگے (اللہ کے بندو میری طرف آؤ اللہ کے بندو میری طرف آؤ) پس تیس جوان آپ کے پاس جمع ہو گئے اور وہ آپ کے آگے آگے چلنے لگے اور حضرت طلحہ بن عبیداللہ اور حضرت سہل بن حنیف کے سوا، کوئی کھڑا نہ ہوا[2] (اور شاید یہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اردگرد

---

[1] سہل بن حنیف بن وھب انصاری اوسی، آپ اسلام کے سابقون میں شامل ہیں آپ بدر میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شامل ہوئے اور سب معرکوں میں آپ کے ساتھ شمولیت کی، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے اور حضرت علی بن ابی طالب کے درمیان مواخات کروائی اور جس روز لوگ آپ کو چھوڑ کر منتشر ہو گئے آپ کو حضور علیہ السلام کے دفاع میں مقام محمود حاصل تھا، امیرالمومنین حضرت علی نے آپ کو بصرہ کا والی مقرر کیا اور آپ جنگ صفین میں حضرت معاویہ کے خلاف آپ کے ساتھ شامل ہوئے، بخاری اور مسلم نے آپ کی چالیس احادیث روایت کی ہیں آپ نے حضرت علی کے دور خلافت میں ۳۸ھ میں کوفہ میں وفات پائی اور حضرت علی نے آپ کا جنازہ پڑھایا رضی اللہ عنہ

[2] البدایۃ والنہایۃ جلد ۴ صہ ۲۳

دوسرے بہادروں کے جمع ہونے سے قبل کا واقعہ ہے۔

بے مثال بہادری

اور جن لوگوں نے بہادری کا اظہار کیا اور آزمائش کی گھڑی میں ذات نبوی کے دفاع میں بے مثال بہادری دکھائی ان میں حضرت ابو دجانہ انصاری[1] بھی ہیں جنہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے معرکہ کے آغاز میں اپنی تلوار عطا فرمائی تھی۔

حضرت ابو دجانہ ان چنندہ بہادروں میں سے تھے جو سختی کی گھڑی میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ثابت قدم رہے تھے اور آپ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان تیروں کی بوچھاڑ سے بچانے کے لیے جو آپ پر پڑ رہی تھی، اپنے وجود کی ایک دیوار کھڑی کر دی اور آپ نے مشرکین کی کمانوں سے گرنے والے تیروں کے سیلاب کے سامنے، اپنے جسم کو چوڑائی کے انداز میں، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے ڈھال بنا دیا۔

مورخین نے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آنے والے مشرکین کے تیر جانباز ابو دجانہ کی پشت میں لگتے تھے اور وہ اپنے وجود کو، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ڈھال بنائے ہوئے تھے اور وہ ان کی پرواہ نہیں کرتے تھے حالانکہ وہ آپ کی پشت میں اس کثرت سے گڑ گئے تھے کہ بعض مورخین نے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کی خاطر آپ کے وقوف کی گھڑی میں آپ کی پشت میں لگنے والے تیروں کی وجہ سے آپ کی پشت کو سیہ کی پشت سے تشبیہ دی ہے۔

اور جو لوگ ہزیمت کی گھڑی میں ثابت قدم رہے ان میں حضرت حاتم[2] بن ابی بلتعہ

---

[1] آپ کے حالات اس کتاب کے شروع میں بیان ہو چکے ہیں۔

[2] حاطب بن ابی بلتعہ بن عمرو اللخمی القحطانی الیمانی، بنو اسد بن عبد العزیٰ کے حلیف، آپ اسلام کے سابقون میں سے ہیں اور مہاجر ہیں آپ قریش کے مشہور سواروں میں سے تھے، آپ نے بدر میں اکیلے ہی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شمولیت کی اور خندق میں بھی شامل ہوئے اور آپ خاص طور پر حضرت زبیر بن العوام (باقی اگلے صفحہ پر)

بھی ہیں آپ مشہور بہادروں میں سے ہیں اور لوگوں کے منتشر ہو جانے کے وقت حضرت حاطب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت میں شمشیر زنی کرتے رہے اور جس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے کو زخمی کیا تھا اور جس گھڑی میں ذات نبوی کو زخم آئے اسی گھڑی میں حضرت حاطب نے اُسے قتل کیا۔

اور ابن کثیر نے اپنی تاریخ میں بحوالہ حضرت حاطب روایت کی ہے کہ ــــ جب میں نے عتبہ بن ابی وقاص کے اس فعل کو دیکھا جو اس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا تو میں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا، عتبہ کہاں گیا ہے؟ تو جہاں وہ گیا تھا آپ نے اس طرف اشارہ کیا، حضرت حاطب کا بیان ہے کہ میں چلا گیا حتیٰ کہ میں نے اس پر فتح پائی پس میں نے اُسے تلوار ماری اور اس کے سر کو پھینک دیا پھر میں اترا اور میں نے اس کے گھوڑے اور تلوار کو لے لیا اور اُسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آیا، آپ نے مجھے دو بار فرمایا ــــ اللہ تجھ سے راضی ہو گیا ہے اللہ تجھ سے راضی ہو گیا ہے اور حضرت سعد بن ابی وقاص اپنے بھائی عتبہ کو قتل کرنے کے بڑے خواہشمند تھے، حضرت سعد سے روایت کی گئی ہے کہ مجھے کسی شخص کے قتل کرنے کی اس قدر خواہش نہیں ہوئی۔ جس قدر مجھے عتبہ بن ابی وقاص کے قتل کرنے کی خواہش تھی اور اگرچہ وہ میرے علم کے مطابق بدخلق اور اپنی قوم میں مبغوض تھا۔

(بقیہ حاشیہ) کے دوست تھے اور آپ ہی نے کفار مکہ کو خبر دیتے ہوئے خط لکھا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ جنگ کا عزم کیے ہوئے ہیں اور تاریخ میں آپ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے فعل کا عذر پیش کیا تو آپ نے اُسے قبول کر لیا اور آپ کے لیے گواہی دی کہ آپ ہرگز دوزخ میں داخل نہ ہوں گے کیونکہ آپ بدری ہیں اور حضرت ابن خطاب نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس روز آپ کے قتل کرنے کی اجازت طلب کی تو آپ نے انہیں اجازت نہ دی اور فرمایا ــــ

یہ بدر میں شامل ہوئے ہیں، حضرت حاطب ۳۰ھ میں فوت ہوئے

اور اس روز حضرت طلحہ بن عبید اللہ تیمیؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت میں پوری فوج سے جنگ کی اور شاید حضرت طلحہ کی جنگ (جس روز لوگ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر منتشر ہو گئے) شاندار اور بہترین جنگ تھی، بیہقی نے الدلائل میں ابوالزبیر سے بحوالہ حضرت جابر روایت کی ہے آپ نے بیان کیا ہے کہ۔ اُحد کے روز، لوگ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر منتشر ہو گئے اور آپ کے ساتھ صرف گیارہ جوان اور حضرت طلحہ بن عبید اللہ باقی رہ گئے آپ پہاڑ پر چڑھ رہے تھے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

کیا ان لوگوں سے نپٹنے کے لیے کوئی ہے؟ حضرت طلحہ نے کہا یا رسول اللہ میں ہوں آپ نے فرمایا اے طلحہ تو جیسا ہے ویسے ہی ہو جا ایک انصاری جوان نے کہا، یا رسول اللہ میں ہوں اور اس نے آپ کی حفاظت میں جنگ کی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور جو لوگ آپ کے ساتھ باقی رہ گئے تھے چڑھ گئے پھر وہ انصاری قتل ہو گیا اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آملے تو آپؐ نے فرمایا، کیا ان لوگوں سے نپٹنے کے لیے کوئی ہے؟ تو حضرت طلحہ نے اپنی بات دہرائی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنے قول کی مانند بات کہی، پس انصار کے ایک جوان نے کہا یا رسول اللہ میں ہوں۔ سو وہ اور اس کے اصحاب چڑھتے ہوئے لڑے پھر وہ قتل ہو گیا اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آملے اور آپ مسلسل اپنے پہلے قول کی مانند کہتے رہے یا رسول اللہ میں ہوں، آپ انہیں روکتے رہے اور انصار کا کوئی جوان آپ سے اجازت مانگتا تو آپ اُسے اجازت دے دیتے اور وہ اپنے سے پہلے لوگوں کی طرح لڑتا حتیٰ کہ وہ سب کے سب قتل ہو گئے اور حضرت طلحہ کے سوا، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی شخص نہ رہا حتیٰ کہ مشرکین ان پر چھا گئے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا —— ان لوگوں سے نپٹنے کیلئے کون

لہ آپ کے حالات ہماری کتاب غزوہ بدر میں بیان ہو چکے ہیں۔

ہے؟ حضرت طلحہ نے عرض کیا، ہیں، تو آپ نے اپنے سے پہلے سارے لوگوں کی سی جنگ کی اور جانباز طلحہ کو (مشرکین کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہٹاتے ہوئے) ستر سے زیادہ زخم آئے۔

اور ابوداؤد طیالسی نے ام المومنین حضرت عائشہ سے روایت کی ہے آپ فرماتی ہیں کہ حضرت ابوبکر جب جنگ اُحد کا ذکر کرتے تو آپ حضرت طلحہ کی یہ بات بیان کرتے پھر بیان کرتے پھر بیان کرنے لگتے آپ نے فرمایا۔

میں اُحد کے روز واپس آنے والا پہلا شخص تھا پس میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت میں ایک جوان کو راہِ خدا میں جنگ کرتے دیکھا میں نے کہا تو طلحہ ہو جا جو مجھ سے کھو چکا ہے اور میرے اور مشرکین کے درمیان ایک جوان تھا جسے میں پہچانتا نہیں تھا اور میں اس سے بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک تھا اور وہ تیزی سے چل رہا تھا میں اس کے ساتھ نہیں چلتا تھا کیا دیکھتا ہوں کہ وہ حضرت ابوعبیدہ[1] بن الجراح ہیں، پس ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے، آپ کے دانت ٹوٹ چکے تھے اور چہرے پر زخم آیا تھا اور خود کے دو حلقے آپ کے رخساروں میں پیوست ہو گئے تھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا —— تم دونوں پر اپنے ساتھی کی دیکھ بھال کرنا فرض ہے آپ کی مراد حضرت طلحہ سے تھی —— اور آپ (زخموں کی کثرت سے) نڈھال ہو چکے تھے

[1] مشہور فاتح اور سالار، آپ کا نام عامر بن عبداللہ بن الجراح بن ہلال الفہری القرشی ہے، آپ عشرہ مبشرہ میں سے ایک ہیں اور سرکردہ صحابہ میں سے ہیں آپ کا لقب امین الامۃ ہے، آپ مکہ میں پیدا ہوئے اور سب معرکوں میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شامل ہوئے آپ اسلام کے سابقون الاولون میں سے ہیں اور جب یمن کا وفد اہل یمن کے اسلام کا اعلان کرتے ہیں تو اس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا ہمارے ساتھ کسی ایسے شخص کو بھیجئے جو ہمیں سنت اور اسلام کی تعلیم دے تو آپ نے حضرت ابوعبیدہ کے دونوں ہاتھوں کو پکڑ کر فرمایا یہ اس امت کا امین ہے اور حضرت ابوعبیدہ ان چار امراء میں سے ایک ہیں جنہیں خلیفہ ابوبکر نے شام کو فتح کرنے کے لیے بھیجا تھا پھر حضرت عمر نے حضرت (باقی اگلے صفحہ)

ہم ایک کنوئیں میں حضرت طلحہ کے پاس آئے، کیا دیکھتے ہیں کہ آپ کو تلواروں، تیروں اور نیزوں کے ستر سے زیادہ زخم لگے ہیں اور آپ کی انگلی کٹ گئی ہے[1] پس ہم نے اُسے درست کر دیا۔

اور اسی طرح جن لوگوں نے شوق سے جنگ کی اور (آزمائش کی گھڑی میں) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع کرتے ہوئے زخمی ہو گئے ان میں حضرت عبدالرحمن بن عوف بھی ہیں آپ نے (شکست کے وقت) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت میں تیراندازی کی حتیٰ کہ آپ کو بیس سے زیادہ زخم آئے اور آپ کے منہ پر بھی زخم آیا اور آپ کا ایک پاؤں لنگڑا ہو گیا اور آپ کے پاؤں کا لنگڑا پن اس وقت دور ہوا جب آپ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اٹھایا تاکہ آپ اس چٹان پر چڑھ جائیں جس کی آپ نے کامیاب واپسی کے بعد پناہ لی ہوئی تھی جیسا کہ ابھی اس کی تفصیل بیان ہوگی انشاء اللہ۔

اسی طرح حضرت ابو عبیدہ بن الجراح بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ثابت قدم رہنے والوں اور لوگوں کے منتشر ہو جانے کے وقت آپ کے تحفظ میں تیراندازی کرنے والوں میں شامل تھے اور حضرت ابو عبیدہ وہ شخص ہیں (جب شکست کے بعد مشرکین کے حملے کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رخساروں میں خود کے دو حلقے پیوست

(بقیہ حاشیہ) خالد بن ولید کے معزول کرنے کے بعد، شام میں آپ کو مسلمانوں افواج کی عام کمان دی گئی اور آپ کے ہاتھوں شامی علاقوں کی فتح کی تکمیل ہو گئی اور اسلام کی فاتح افواج (آپ کی کمان میں) مشرق میں فرات تک اور شمال میں ایشیائے کوچک تک پہنچ گئیں۔ حضرت ابو عبیدہ نے معرکہ بدر میں شمولیت کی اور آپ اس معرکہ میں اپنے باپ کو جو مشرک تھا، قتل کرنے کو تیار ہو گئے۔ ابن حجر نے اصابہ میں اس کا ذکر کیا ہے اور حضرت ابو عبیدہ، دانائی، تحمل اور حکمت و تواضع میں مشہور تھے۔ ابن عساکر نے بیان کیا ہے، قریش کے دانا دو ہیں ابوبکر اور ابو عبیدہ۔ صحیحین میں آپ کی اہم احادیث ہیں آپ نے ۱۸ھ میں طاعون کے مرض سے شام میں وفات پائی۔

[1] البدایۃ والنہایۃ جلد ۴ صفحہ ۲۹

ہو گئے تھے) جنہوں نے ان دو حلقوں کو اپنے منہ سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے سے کھینچ کر نکالا اور جب آپ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے سے ان دو حلقوں کو کھینچا تو آپ کے دو اگلے دانت گر گئے کیونکہ یہ دونوں حلقے حضور علیہ السلام کے چہرے میں گھس گئے تھے۔

یوم زفاف کو شہادت کا حاصل ہونا

اور احد کے روز رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں حضرت حنظلہ[1] بن ابی عامر الراہب نے جنگ کی اور حضرت حنظلہ کے والد ابو عامر[2] نے مدینہ کے اوس قبیلہ کے اس غدار گروہ کی قیادت کی جس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے غصے سے مکہ کی پناہ لی، اور اُسے اسلام سے اکھو آگیا جیسا کہ ہم پہلے تفصیل سے بیان کر چکے ہیں، اس ابو عامر نے مسلم یثرب کے پڑاؤ کے خلاف مشرکین مکہ کے ساتھ مل کر غداری کے کردار کی نمائندگی کی اور اپنی جماعت کے ساتھ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کے خلاف ہتھیار اٹھائے اور اس کے نوجوان بیٹے حنظلہ نے بہادری، تیز فہمی اور اپنے دین اور اپنے نبی سے وفاداری کے اعلیٰ کرداروں کی نمائندگی کی۔

اپنے باپ کے قتل کے بارے میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کا اجازت طلب کرنا

حضرت حنظلہ[3] نے اپنے غدار باپ (ابو عامر راہب) کے قتل کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی، لیکن رسول

---

[1] قبل ازیں اس جانباز (حضرت حنظلہ) کے حالات اس کتاب میں بیان ہو چکے ہیں۔

[2] یہ ابو عامر غدار، رومی علاقے کی طرف بھاگ گیا اور وہیں مرگیا اور اس کی وفات مسلمانوں کے مکہ کو فتح کر لینے کے بعد ہوئی اور اس کے کچھ حالات پہلے بیان ہو چکے ہیں۔

[3] حضرت حنظلہ پہلے مسلم نوجوان تھے جنہوں نے اپنے غدار باپ کے قتل کے متعلق رسول کریم (باقی اگلے صفحہ پر)

کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو اس بات سے روک دیا اور اس بہادر نوجوان نے معرکہ احد میں شرکت کی اور شہید ہو گیا اور اس کی شادی پر ایک دن بھی نہیں گزرا تھا اور معرکہ کی رات ہی وہ رات تھی جس میں وہ اپنی بیوی کو گھر لایا تھا اور وہ جمیلہ بنت ابی بن سلول (حضرت عبداللہ بن ابی) کی بہن تھی ۔

قریب تھا کہ آپ سالار عام کو قتل کر دیتے

اور قریب تھا کہ جانباز خنظلہ (مشرکین کی فوج کے سالار عام) ابوسفیان کو قتل کر دیتے اور یہ واقعہ یوں ہے کہ میدان کارزار کے قلب میں آپ کی اس سے ملاقات ہوئی تو حضرت خنظلہ نے اس پر حملہ کر دیا اور ابوسفیان کے گھوڑے کی کونچیں کٹ جانے کے بعد ابوسفیان زمین پر گر پڑا اور حضرت خنظلہ اس کے اوپر چڑھ گئے تاکہ اُسے اپنی تلوار سے ذبح کر دیں لیکن ابوسفیان کے ایک مرافق نے جو اس کے جنگی بورڈ کا ایک

(بقیہ حاشیہ) صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی ہے، رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی بن سلول کا ایک مسلمان صادق الایمان اور اپنے دین اور نبی سے مخلص بیٹا تھا، جو بدر احد اور سب معرکوں میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شامل ہوا اس کا نام عبداللہ بن عبداللہ بن ابی تھا، ابن عبدالبر نے بیان کیا ہے کہ جب اس عبداللہ کو منافق کے قول (لئن رجعنا الی المدینۃ لیخرجن الاعز منھا الاذل) کی اطلاع ملی تو اس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر آپ سے کہا (قسم بخدا یا رسول اللہ وہ ذلیل ہے اور آپ عزیز ہیں) پھر اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا (اگر آپ مجھے اس کے قتل کی اجازت دیں تو میں اُسے قتل کر دوں) لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے اس کے قتل کی اجازت نہ دی بلکہ اسے فرمایا (لوگ یہ بات نہ کریں کہ وہ (یعنی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے اصحاب کو قتل کرتے ہیں لیکن تم اپنے باپ سے حسن سلوک کرو اور اسکے ساتھ اچھی طرح رہو) اور اس طرح صحیح عقائد، بہادر بناتے ہیں اور اس حد تک ان کی اصلاح کرتے ہیں اور وہ اس صحیح عقیدے کی مدد میں اپنے قریب ترین لوگوں کی قربانی دے دیتے ہیں، حضرت عبداللہ بن عبداللہ بن ابی بن سلول، حضرت خالد بن ولید کی کمان میں جنگ یمامہ میں شہید ہوئے ۔

رکن تھا (اور وہ شداد بن الاسود تھا جس کا لقب ابن شعوب تھا) ابوسفیان کو بچانے کے لیے سرعت سے کام لیا اور حضرت حنظلہ کو تلوار مار کر قتل کر دیا اس وقت وہ سالار عام کے سینے پر بیٹھے ہوئے تھے۔

غسیل الملائکہ

ابن کثیر نے بیان کیا ہے کہ یہی حنظلہ ہیں جو غسیل الملائکہ کے نام سے مشہور ہیں اور یہ واقعہ یوں ہے کہ آپ نے جنبی ہونے کی حالت میں شہادت پائی ہے پس فرشتوں نے آپ کو غسل دیا اور معرکہ اُحد آپ کی زفاف کی صبح کو ہوا پس جب آپ نے جہاد کے داعی کو سنا تو جلدی سے اپنی بیوی کو چھوڑ اور اپنے ہتھیار اٹھائے اور غسل جنابت سے قبل ہی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آملے

اور ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (جانباز حنظلہ کی شہادت کے بعد) فرمایا تمہارے دوست (یعنی حنظلہ) کو فرشتے غسل دے رہے ہیں اس کی بیوی سے پوچھو اس کا کیا حال تھا؟

پس آپ کی بیوی سے پوچھا گیا (واقدی نے بیان کیا ہے کہ وہ جمیلہ بنت ابی بن سلول تھی) اور وہ اسی شب آپ کے پاس دلہن بن کے آئی تھی اس نے کہا جب آپ نے جہاد کی آواز کو سنا تو آپ جنبی حالت میں باہر نکل گئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فرشتوں نے اسے ایسے ہی غسل دیا ہے۔

مسلم نوجوانو تیار ہو جاؤ

مسلم نوجوانو اپنے عقیدے کی راہ میں یوں قربانی دی جاتی ہے، مسلم نوجوانوں کو چاہیے (جن کا مقصد صحیح معنوں میں اپنے دین اور اپنی امت کو غالب کرنا ہے) کہ وہ اسلام کی راہ میں قربانی دینے کے لیے حضرت حنظلہ کی سطح پر ہوں اور اسلام کے جھنڈے تلے (صدق واخلاص اور قربانی سے) چلنا ہی اس امت کے اعزاز اور اسے ان ہلاکتوں سے نجات دینے کا واحد راستہ ہے جنہوں نے وطن اسلامی کے ہر خطے میں اسے گلے سے پکڑا ہوا ہے، اس امت کی

قربانی، دانائی، جوانمری اور یقین کے کیا کہنے!

نوجوان اپنی شب زفاف کو داعی جہاد کو جواب دینے کیلئے جلدی سے باہر نکلتا ہے اور اپنی اس دلہن کو چھوڑ دیتا ہے جس کی ملاقات پر ایک شب سے زیادہ عرصہ نہیں گزرا (مورخین کے بیان کے مطابق وہ آپ سے چمٹ گئی اور اس نے جذبات سے مغلوب عورت کی طرح آپ کو عدم خروج پر رضامند کرنے کی کوشش کی) اور وہ اسے جلدی سے چھوڑ دیتا ہے تاکہ خوفناک تباہ کن معرکے میں شامل ہو پھر اس میں دلی رضامندی اور مطمئن ضمیر کے ساتھ قتل ہو جاتا ہے۔

ارے اس قسم کے مومن نوجوان پر اللہ کی رحمتیں ہوں جس کے امثال سے (فقط اس کے امثال سے) جھنڈے بلندی پر لہراتے ہیں اور حکومتیں مضبوط اور طاقتور ہو جاتی ہیں اور عقائد اپنے اصحاب کو بلند مقاصد تک پہنچانے کے لیے اپنا راستہ بنا لیتے ہیں۔

دائمی رخصت

اس نوجوان کی وسعت میں تھا (اگر وہ اس قسم کا نہ ہوتا) ہاں اس وسعت میں تھا اگر وہ اس عقائد کی نوجوان کی طرح ہوتا جو آج کل اپنے ترقی یافتہ عقائد کی جہالت کی تشریح، جام ہائے مے کے شور اور شراب خانوں میں خوبصورت عورتوں کی مسکراہٹوں پر کرتا ہے اور وہ امت کی آزادی اور قوم کے بچاؤ کی ذمہ داری کے بارے میں اپنی قوت کے متعلق غیر معقول باتیں کرتا ہے اور کیا اس کے ہاتھوں امت آزاد ہونا یا اس سے عقیدہ کا فتح حاصل کرنا یا اس کے اقتدار کے سائے میں امت کا سکون حاصل کرنا ممکن ہے جو اپنے افکار و شجاعت کو وسکی اور شمبانیا کے پیالوں سے حاصل کرتا ہے۔

ہاں اگر نوجوان مومن حنظلہ اس قسم کے بیکار (پگھل جانے والے اور فریب خوردہ دلذتوں کے دلدادہ نوجوان) ہوتے تو وہ اپنے زفاف کے روز کو، چھوٹی سی رخصت بنا لیتے جس میں اپنے نفس کو جنگ سے بری قرار دے دیتے تاکہ اپنی دلہن سے شاد کام

ہو سکیں خصوصاً اس لیئے کہ وہ آپ کی پہلی شب زفاف تھی۔

لیکن سچے عقیدے پر سچے ایمان نے (نہ کہ مبہم وسوسے کی بھبکی نے جسے آزاد عقیدہ کہتے ہیں) سچے ایمان نے (جس کے سامنے کوئی جذبہ نہیں ٹھہر سکتا خواہ وہ کوئی بھی ہو اور وہ صاحب ایمان کو اس کے عزم سے نہیں موڑ سکتا) ہی نوجوان مومن جانباز حنظلہ کو ایسا بنا دیا کہ وہ اپنے راستے پر چلتا گیا اور اس نے بہادر راستباز ہیرو کی طرح اللہ سے اپنے عہد کو پورا کرتے ہوئے وفات پائی پس وہ ابدی رخصت حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا جسے وہ آسمانِ خلود میں صدیقین اور شہداء کے ساتھ گزارے گا۔

رجال صدقوا ما عاھدوا اللہ علیہ فمنھم من قضی نحبہ ومنھم من ینتظر وما بدلوا تبدیلاً [1]

پس اللہ، غسیل الملائکہ حنظلہ شہید بہادر پر رحم فرمائے اور اللہ تعالیٰ ہماری امت اسلامیہ کو اس قسم کے نوجوان عطا فرمائے اور انہیں آپ کا سا یقین اور جوانمردی عطا فرمائے۔

باپ کا اپنے بیٹے کے جثے کو لات مارنا

اور یہ ایک عجیب امر ہے کہ ابو عامر راہب، اپنے شہید بیٹے حنظلہ کے پاس سے گزرا جو شہداء کے درمیان بچھڑا پڑا تھا تو اس نے اسے اوچھے اور ہلکے پن سے لات ماری، گویا وہ اس کا بیٹا نہیں ہے۔

البدایۃ والنھایۃ میں ہے کہ ابو عامر غدار ــــ قریش کے بعض لیڈروں کے ساتھ جنگ کے ختم ہو جانے کے بعد ــــ اپنے بہادر بیٹے حنظلہ کے پاس سے گزرا اور وہ شہداؑ کے درمیان، مقتول ہو کر خون سے لت پت پڑا تھا تو اس نے اس کے سینے میں اپنا پاؤں

---

[1] احزاب - ۲۳

مارا اور اسے کہنے لگا۔

تو نے دو گناہوں کا ارتکاب کیا ہے میں نے تجھے اس جگہ قتل ہونے سے روکا تھا اور قسم بخدا تو بہت صلہ رحمی کرنے والا تھا۔

ابوسفیان کو بچانے والا

ابن شعوب، جس نے ابوسفیان کو، حضرت حنظلہ کی تلوار سے بچایا تھا ہمیشہ ابوسفیان پر احسان جتاتا رہتا تھا اور اُسے اپنا احسان یاد دلاتا رہتا تھا اور اس احسان کے اس نے وہ اشعار بنائے جو مشہور ہیں جو ابن شعوب نے ابوسفیان کو اپنا احسان جتلانے کے لیئے کہے جو اس نے اس پر اس روز کیا تھا جب اس نے اُسے جانباز حنظلہ کی تلوار سے بچایا تھا۔

اے ابن حرب اگر میں دفاع نہ کرتا اور میں موجود نہ ہوتا تو تو پہاڑ کی ترائی کے روز کوئی جواب دینے والا نہ پاتا اور اگر پہاڑ کی ترائی میں پچھرے سے حملہ کرنے والا نہ ہوتا تو بجو اس پر چیخیں مارتے یا کتے اس کا گوشت کھا جاتے اور ابوسفیان نے ابن شعوب کے اس احسان کا اپنے مشہور اشعار میں اعتراف کیا ہے وہ کہتا ہے۔

اور اگر میں چاہتا تو تیز رفتار کمیت گھوڑا مجھے بچا لیتا اور میں ابن شعوب کا احسان نہ اٹھاتا اور میرا بچھرا ہمیشہ ہی کتوں کا بھگانے والا اور صبح کو نیزوں کا فریفتہ رہا ہے حتیٰ کہ سورج قریب الغروب ہو گیا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ جب خلیفہ معاویہ بن ابی سفیان نے جنگ صفین کے روز اپنے اصحاب سے اپنے فرار کے عزم، اور پھر اپنے ثبات اور اپنے اس عزم سے انحراف کا واقعہ بیان کیا تو اس شعر کو بطور مثال بیان کیا حتیٰ کہ جنگ بغیر اس کے کہ فریقین میں سے کوئی ایک دوسرے پر فیصلہ کن فتح حاصل کرے، ختم ہو گئی۔

جنگ میں عورت کا کردار

معرکہ احد، پہلا معرکہ ہے جس میں مسلمان عورت نے اسلام میں مشرکین سے جنگ کی اور یہ بات

ثابت ہے کہ فقط ایک عورت نے اس معرکہ میں شمولیت کی اور تلوار سے جنگ کی اور تیراندازی کی حتیٰ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع کرتے ہوئے زخموں نے اُسے نڈھال کر دیا۔

اسی طرح یہ بات بھی ثابت ہے کہ جس عورت نے معرکہ احد میں شمولیت کی وہ جنگ کے ارادے سے نہیں نکلی تھی اور وہ اس میں مردوں کی طرح بھرتی نہ تھی وہ صرف اس لیئے نکلی تھی تاکہ دیکھے کہ لوگ کیا کرتے ہیں تاکہ وہ مسلمانوں کو جو مدد دے سکتی ہے دے جیسے زخمیوں کو پانی کی مدد دینا وغیرہ وغیرہ

اس پر مستزاد یہ کہ جس عورت نے معرکہ اُحد میں شمولیت کی وہ سن شباب سے گزر چکی تھی اس طرح وہ میدان کارزار کی طرف اپنے خاوند اور دو بیٹوں کے ساتھ نکلی تھی جو اس فوج میں تھے جس نے میدان کارزار میں جنگ کی [1]

اور اس محفوظ سرمائے پہ مستزاد اس کے پاس اخلاقی قوت اور دینی تربیت بھی ہے پس اس جلیل القدر صحابیہ پر اس زمانے کی ان فوجی عورتوں کو قیاس نہیں کیا جا سکتا جو میدان کارزار کا لباس پہنتی ہیں اور ترغیب و فتنہ کا عنصر ہیں اور یہ ایک اہم عنصر ہے جس سے وہ ممتاز ہیں اور مردوں کے لیئے اس کے اظہار کی شوقین ہیں پس ثریٰ کو ثریا سے کیا نسبت ؟

اسی طرح اس زمانے کے جوانوں کا حال ہے، اس زمانے کے کسی جوان کو (دانائی، استقامت، عفت اور جوانمردی کے لحاظ سے) ان پر قیاس نہیں کیا

---

[1] حقیقت یہ ہے کہ تیمار داری کرنا، پانی لانا، کھانا تیار کرنا اور عورتوں سے سامان جنگ تیار کرنا انہیں مجاہدین میں شمار کرتا ہے، مجاہد صرف وہی نہیں جو جنگ کرتا ہے، جو لوگ جنگ میں انتظامی مسائل کے امین بنتے ہیں وہ بھی اسی طرح کے مجاہدین ہیں ...... بلاشبہ میدان میں انتظامی مسائل کی ذمہ دار انجمن مطلقاً جنگ میں حصہ لینے سے کم نہیں ہے (یہی قول میجر جنرل خطاب کا ہے۔

جاسکتا۔

پس وہ تمام جنگجو جن کے ساتھ عورت، معرکہ احد میں شامل ہوئی وہ کون تھے؟

امت اسلامیہ کے چنندہ اور اس کی شرافت ودانشمندی کی علامت اور اس کی جوانمردی اور استقامت کا عنوان تھے، یعنی حضرت محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مہاجر وانصار صحابہ تھے جن پر شک نہیں کیا جاسکتا اور یہ (مطلقاً) ممکن ہی نہیں کہ ان میں سے کوئی ایک بھی شک کے بارے میں سوچ سکے۔

پس یہ مطلقاً درست نہیں کہ معرکہ اُحد میں اس عورت کی شمولیت کو ایک اصول بناکر اس پر (شرعی لحاظ سے) اس زمانے میں عورت کو فوج میں بھرتی کرنے کی اجازت کا قیاس کیا جائے تاکہ وہ مرد کے پہلو بہ پہلو (عناصر فوج کا ایک بنیادی عنصر بن کر) جنگ کرے پس اس حالت میں قیاس کرنا، قیاس مع الفارق ہوگا اور یہ قیاس قطعی طور پر باطل ہے۔

معرکہ اُحد میں لڑنے والی عورت

اور جس عورت نے جنگ اُحد میں جنگ کی اور شکست کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کے لیے، بہادری کی حد تک پہنچی ہوئی، تیر اندازی کی وہ حضرت ام عمارۃ نسیبۃ المازنیہ ہیں[1]۔

---

[1] ام عمارہ نسیبہ بنت کعب بن عمرو المازنیۃ النجاریۃ الانصاریۃ آپ اسلام کے سابقون الاولون میں سے جلیل القدر صحابیہ اور بڑی ہمت والی ہیں، آپ ان تین عورتوں میں سے ایک ہیں جو بیعت عقبہ میں شامل ہوئی تھیں اسی طرح آپ بیعت رضوان میں بھی شامل ہوئیں واقدی نے بیان کیا ہے کہ حضرت ام عمارہ کے خاوند (عوبۃ بن عمرو) نے معاہدہ عقبہ کی پختگی کے وقت کہا یا رسول اللہ یہ دو عورتیں (ام عمارہ اور ام منیع) آپکی بیعت کرنے کیلئے حاضر ہوئی ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جن شرط پر میں نے تمہاری بیعت لی ہے ان دونوں کی بیعت بھی لے لی ہے میں عورتوں سے مصافحہ نہیں کرتا۔ حضرت ام عمارہ، احد، حدیبیہ (باقی اگلے صفحہ پر)

شروع شروع میں یہ نیک عورت اپنے خاوند اور اپنے دو بیٹوں کے ساتھ اپنی پشت پر پانی اٹھائے ہوئے معرکہ کی طرف گئی۔ لیجئے یہ فاضل عورت اُحد کے روز حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں اپنے جنگ کرنے کا واقعہ ہمارے لیئے بیان کرتی ہے

حضرت ام سعد بنت سعد بن الربیع بیان کرتی ہیں کہ حضرت ام عمارہ میرے پاس آئیں تو میں نے آپ سے کہا مجھے اپنے حالات بتائیے تو وہ بیان کرنے لگیں کہ.... میں دن کے پہلے حصے میں لوگوں کی کارروائی کو دیکھنے کے لیئے نکلی اور میرے پاس پانی کا ایک مشکیزہ بھی تھا پس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ گئی اس وقت آپ اپنے اصحاب میں تھے اور مسلمانوں کو غلبہ حاصل تھا، اور جب مسلمانوں کو شکست ہوئی تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سمٹ آئی اور میں جنگ میں حصہ لینے لگی اور تلوار سے آپ کا دفاع کرنے لگی اور آپ کے بچاؤ کے لیئے تیر اندازی کرنے لگی حتیٰ کہ مجھے زخم آگیا حضرت ام سعد بیان کرتی ہیں میں نے آپ کے کندھے پر ایک گہرا زخم دیکھا اور میں نے آپ سے پوچھا آپ کو یہ زخم کس نے لگایا تھا؟ آپ نے فرمایا ابن قمئة نے، اللہ اُسے ذلیل کرے..... جب لوگ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منہ پھیر گئے تو یہ آکر کہنے لگا۔ مجھے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے متعلق بتاؤ اگر وہ بچ گئے تو میں نہیں بچوں گا تو میں، حضرت مصعب بن عمیر اور دیگر لوگوں نے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ثابت قدم رہے تھے، اسے روکا

(بقیہ حاشیہ) عمرۃ القضیہ اور حنین میں شامل ہوئیں اور مسیلمہ کذاب کے خلاف جنگ یمامہ میں بھی اپنے بیٹے حبیب کے ساتھ شامل ہوئیں جو اس روز شہید ہو گیا اور جنگ یمامہ میں آپ کا ہاتھ بھی کٹ گیا اور خلیفہ حضرت ابو بکر اپنے دور خلافت میں آپ کا اکرام کرتے تھے اور آپ کی عیادت کرتے تھے اور آپ کا حال دریافت کرتے تھے آپ نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث روایت کی ہیں اور آپ سے آپ کے بیٹے عباد بن تمیم اور الحارث بن عبد اللہ بن کعب اور حضرت عکرمہ اور لیلیٰ نے (جو ان کی لونڈی تھی) روایت کی ہے آپ کی وفات ۱۳ھ میں ہوئی۔ رضی اللہ عنہا۔

تو اس نے مجھے یہ چوٹ لگائی اور میں نے بھی اُسے کئی ضربیں لگائیں لیکن دشمن خدا دو زرہیں پہنے ہوئے تھا۔[1]

عورت پر جنگ کب واجب ہوتی ہے

بلاشبہ حضرت ام عمارہ کی یہ حدیث اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ اُحد کے روز جنگ میں آپ کی شمولیت اضطراری تھی، پس جب آپ نے دیکھا کہ (تیر اندازوں کی غلطی کے بعد مسلمانوں کے شکست کھا جانے کی وجہ سے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطرے میں ہیں اور مسلمانوں کے پڑاؤ میں جس جگہ پر آپ موجود تھیں اس کے خالی ہونے کی وجہ سے آپ کی قیدی ہو جانے کا بھی خطرہ تھا تو آپ کے لیے سالارِ اعلیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دفاع میں مشارکت کیلئے جنہیں لوگوں کے منتشر ہو جانے اور مشرکین کے آپ پر حملہ کرنے کے بعد خطرے نے گھیرا ہوا تھا نیز اپنی جان کی حفاظت کے لیئے ہتھیار اٹھانے کے سوا، کوئی چارا نہ رہا۔

خصوصاً اس لیے کہ آپ ہزیمت کے وقت، میدان کارزار کے خطرناک پوائنٹ پر موجود تھیں اور وہ پوائنٹ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب تھا جو مشرکین کے حملوں کی پے بہ پے موجوں کا ہدف تھے۔ حضرت ام عمارہ اس وقت اس حالت میں تھیں کہ ان کی موجودگی میں اس شخص پر جو ہتھیار اٹھانے کی سکت رکھتا ہے، ہتھیار اٹھانا واجب ہو جاتا ہے خواہ وہ مرد ہو یا عورت۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت ام عمارہ کی تعریف کرنا

اُحد کے روز حضرت ام عمارہ کو بارہ زخم آئے اور حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی جانبازی کی تعریف کرتے ہوئے آپ کی ثناء کی کیونکہ آپ شکست کے وقت آپؐ کے ساتھ ثابت قدم رہنے والوں

---

[1] سیرت ابن ہشام جلد۲ صفحہ ۸۲

میں سے تھیں۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی گئی ہے کہ آپ نے حضرت ام عمارہ کے بارے میں فرمایا...... اُحد کے روز جب بھی میں نے دائیں بائیں دیکھا میں نے اسے اپنی حفاظت میں لڑتے پایا[1]

اور سیرت حلبیہ میں ہے کہ نسیبۃ المازنیہ اُحد کے روز اپنے خاوند حضرت زید بن عاصم[2] اور اپنے دو بیٹوں حضرت حبیب[3] اور حضرت عبداللہ[4] کے ساتھ نکلیں تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا ـــــ اے اہل بیت اللہ تمہیں برکت دے.... حضرت ام عمارہ نے عرض کیا، اللہ سے دعا کیجیے کہ ہم جنت میں آپ کے ساتھ ہوں آپ نے فرمایا.... اے اللہ انہیں جنت میں میرا رفیق بنا دے، اس موقع پر حضرت ام عمارہ نے کہا، دنیا سے جو بھی تکلیف مجھے پہنچے گی میں اس کی پرواہ نہیں کروں گی۔[5]

---

[1] سیرت ابن ہشام جلد ۲ ص ۲۵

[2] زید بن عاصم بن عمرو بن عنم النجاری الانصاری، ابن عبدالبر نے بیان کیا ہے کہ آپ بیعت عقبہ اور بدر میں شامل ہونے والوں میں سے تھے اور آپ جنگ اُحد کے روز قتل ہوئے رضی اللہ عنہا۔

[3] حبیب بن زید بن عاصم بن عمرو النجاری الانصاری، ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ آپ بیعت عقبہ میں شامل ہونیوالوں میں سے تھے اور ابن سعد نے بیان کیا ہے کہ حبیب، اُحد، خندق اور تمام معرکوں میں شامل ہوئے، آپ ہی کو مسیلمہ کذاب نے پکڑ کر قتل کر دیا تھا۔

[4] عبداللہ بن زید بن عاصم النجاری الانصاری، بیان کیا گیا ہے کہ آپ بدر میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شامل ہوئے تھے اور اسی سے حاکم نے جزم کیا ہے اور آپ اُحد میں شامل ہوئے اور حضرت خالد بن ولید کے ساتھ جنگ یمامہ میں شامل ہوئے اور مسیلمہ کذاب کے قتل میں حضرت وحشی کے ساتھ شریک ہوئے اور حضرت عبداللہ شجاع آدمی تھے اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث روایت کرنے والوں میں سے تھے آپ سے ہم خاوش روایت کی گئی ہے۔ [5] سیرت حلبیہ جلد ۲ ص ۲۵

نسیبہ کے سوا جنگ میں کسی عورت نے شرکت نہیں کی

نسیبہ مازنیہ کے سوا مسلمانوں کی کسی ایک عورت کے متعلق بھی ثابت نہیں کہ اس نے اُحد کے روز جنگ میں شرکت کی ہے، ہاں مورخین نے بیان کیا ہے کہ مسلمانوں کی کچھ عورتیں مشرکین کے ہٹ جانے کے بعد مدینہ سے میدان کارزار کی طرف گئیں اور انہوں نے زخمیوں کی امداد کرنے اور پانی پلانے وغیرہ میں حصہ لیا۔ ان عورتوں میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی حضرت عائشہؓ اور آپ کی بیٹی حضرت فاطمۃ الزہراءؓ بھی شامل تھیں۔

بخاری نے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت عائشہؓ[1] اور حضرت ام سلیمؓ[2] کو دیکھا یہ دونوں تیزی سے پانی کے مشکیزوں کو اپنی پشتوں پر اچھالتیں اور لوگوں کے مونہوں میں پانی ڈالتیں پھر واپس آکر انہیں بھرتیں پھر آتیں اور لوگوں کے مونہوں میں پانی ڈالتیں[3]

اور فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے متعلق طبرانی نے بیان کیا ہے کہ جب مشرکین

---

[1] آپ کے حالات ہماری کتاب غزوہ بدر میں بیان ہو چکے ہیں۔

[2] ام سلیم بنت ملحان بن خالد انصاریہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم حضرت انس کی والدہ، آپ اسلام کے سابقون الاولون کے ساتھ مسلمان ہوئیں اور آپ کے اسلام کی وجہ سے آپ کا خاوند مالک بن النضر ناراض ہو گیا اور شام کی طرف چلا گیا اور وہیں مر گیا، اس کے بعد حضرت ابوطلحہ نے آپ سے نکاح کیا اور آپ کا مہر اس کا اسلام قبول کرنا تھا اور یہ واقعہ یوں ہے کہ اس نے مشرک ہونے کی حالت میں آپ کو نکاح کا پیغام دیا تو آپؓ اُسے کہنے لگیں کہ میں اسلام کے سوا، تم سے کوئی مہر نہیں چاہتی تو وہ مسلمان ہو گیا اور حضرت ام سلیمؓ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مل کر جنگیں کرتی تھیں اور غزوہ حنین میں بھی آپ، حضور کے ساتھ شامل ہوئیں اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ پر بہت مہربان تھے اور فرمایا کرتے تھے مجھے اس پر رحم آتا ہے اس کا باپ اور بھائی میرے ساتھ قتل ہوئے ہیں۔

[3] البدایۃ والنہایۃ جلد ۴ ص ۲۷۔

واپس آئے تو عورتیں، صحابہ کی مدد کرنے لگیں اور ان عورتوں میں حضرت فاطمہ بھی گئیں اور جب آپ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملیں تو آپؐ نے انہیں گلے لگا لیا اور آپ، حضور کے زخموں کو پانی سے دھونے لگیں اور خون بڑھنے لگا پس جب آپ نے یہ کیفیت دیکھی تو آپ نے چٹائی کا کچھ حصہ لے کر اُسے آگ سے جلایا اور اس سے آپ کو ٹکور کی حتیٰ کہ وہ زخم کے ساتھ چمٹ گیا اور خون رک گیا[1]

مدینہ کی عورتوں کا امداد کیلئے تیار ہونا

اسی طرح بعض مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ گھمسان کے رن کے وقت مسلمانوں کی کچھ عورتیں امدادی کارروائی کے لیئے تیار ہوئیں، ان عورتوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دایہ حضرت اُمِ ایمن[2] بھی شامل تھیں، مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ جب مسلمانوں کی شکست خوردہ پارٹی نے مدینہ میں داخل ہونے کا ارادہ کیا

---

[1] سمط النجوم العوالی جلد ۲ ص۳

[2] اُمِ ایمن (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لونڈی) آپ کا نام برکتہ بنت ثعلبہ بن حصن تھا آپ جلیل القدر صحابیہ تھیں اور آپ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ کی مملوکہ تھیں، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے (ام ایمن میری ماں کے بعد میری ماں ہے) اور اس میں کوئی غرابت (پیچیدگی) نہیں پائی جاتی آپ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دایہ اور مربیہ ہیں اور جب آپؐ نے حضرت خدیجہ سے نکاح کیا تو آپ کو آزاد کر دیا اور حضرت اُم ایمن سے عبید بن زید خزرجی نے نکاح کیا تو آپ نے اس کے بیٹے ایمن کو جنم دیا جس نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اختیار کی حتیٰ کہ جنگ خیبر میں شہید ہو گیا اور ابن سعد نے طبقات میں بیان کیا ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب حضرت ام ایمن کی طرف دیکھتے تو فرماتے (یہ میرے اہل بیت کی چیدہ شخصیت ہے) اور ابن سعد نے اپنی سند سے بحوالہ عثمان بن القاسم بیان کیا ہے کہ (جب حضرت ام ایمن نے ہجرت کی تو نعر میں دالروحاء سے ورلے شام ہو گئی) تو آپ کو پیاس لگی اور آپ کے پاس پانی نہیں تھا آپ روزے دار تھیں تو آسمان سے سفید رسی کے ساتھ آپ پر ایک ڈول لٹکایا گیا پس آپ نے اُسے پکڑا اور اس سے پانی پیا حتیٰ کہ سیر ہو گئیں آپ فرمایا کرتی تھیں (باقی اگلے صفحہ پر)

(اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ابھی تک میدان کارزار کے درمیان جنگ کر رہے تھے) تو حضرت ام ایمن انہیں ملیں اور آپ ان کے چہروں پر مٹھیوں سے مٹی ڈالنے لگیں اور بعض کو زجر و توبیخ کے طور پر کہنے لگیں یہ تکلہ لو اور اپنی تلوار لاؤ اور یہ حضرت ام ایمن، زخمیوں کی امداد کیلئے تیار ہوتی تھیں جب کہ لڑائی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد تیزی سے ہو رہی ہوتی تھی حتیٰ کہ آپ کو امدادی کارروائی کی ادائیگی کے دوران مشرکین کے تیر بھی لگتے تھے۔

الکامل ابن اثیر میں ہے کہ حضرت ام ایمن، فوج میں زخمیوں کو پانی پلا رہی تھیں کہ حبان بن العرقہ نے آپ کو تیر مارا تو آپ گر پڑیں اور برہنہ ہوگئیں تو دشمن خدا بہت ہنسا، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات گراں گزری تو آپ نے حضرت سعد بن ابی وقاص کو ایک تیر دیا جس کا پھل نہ تھا اور فرمایا اسے مارو، حضرت سعد نے اسے مارا تو وہ تیر حبان مشرک کے سینے میں لگا اور وہ چت ہو کر گر پڑا حتیٰ کہ برہنہ ہو گیا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر مسکرائے کہ آپ کی ڈاڑھیں نمایاں ہوگئیں پھر آپ نے فرمایا، سعد نے ام ایمن کا قصاص لیا ہے، اللہ نے آپ کی دعا کو قبول کیا ہے[1]۔

(بقیہ حاشیہ) اس کے بعد مجھے پیاس نے تکلیف نہیں دی اور یہ کوئی مستبعد امر نہیں اللہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے جس چیز سے چاہے اُسے سرفراز فرماتا ہے اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زندگی میں حضرت ام ایمن کی زیارت کیا کرتے تھے اور جب اللہ نے آپ کی وفات دی تو حضرت ابو بکر نے حضرت عمر سے کہا ہمارے ساتھ چلو ہم ام ایمن کی طرح زیارت کریں جیسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی زیارت کیا کرتے تھے اور جب یہ دونوں آپ کے پاس آئے تو آپ رو پڑیں، دونوں نے پوچھا آپ کیوں روتی ہیں؟ اللہ کے پاس جو کچھ ہے وہ اللہ کے رسول کے لیے بہتر ہے آپ کہنے لگیں میں اس بات پر روتی ہوں کہ آسمانی وحی منقطع ہوگئی ہے اور آپ نے ان دونوں حضرات کو بھی رونے پر اکسایا پس آپ بھی اور یہ دونوں بھی آپ کے ساتھ رونے لگے اصحاب حدیث نے حضرت ام ایمن کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے چھ احادیث بیان کی آپ نے حضرت عثمان کے دور خلافت میں وفات پائی۔ [1] سیرۃ حلبیہ جلد ۲ صفحہ ۲۲

معرکہ میں آپ کی آنکھ ضائع ہوگئی

جس وقت لوگ شکست کھا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر منتشر ہوگئے اس وقت جو لوگ آپ کے ساتھ ثابت قدم رہے ان میں حضرت قتادہ[1] بن النعمان بھی تھے آپ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت میں تیراندازوں کے ساتھ تیراندازی کی حتیٰ کہ آپ کی آنکھ ضائع ہوگئی، اسے مشرکین کا ایک تیر لگا حتیٰ کہ وہ اپنے خانے سے اچھل کر آپ کے رخسار پر آپڑی۔

ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ عاصم بن عمر بن قتادہ نے مجھ سے بیان کیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی کمان سے تیراندازی کی حتیٰ کہ اس کا کنارا ٹوٹ گیا، پس حضرت قتادہ بن النعمان نے اُسے لے لیا اور وہ آپ کے پاس رہی، اور اس روز حضرت قتادہ بن النعمان کی آنکھ ضائع ہوگئی حتیٰ کہ وہ نکل کر آپ کے رخسار پر آپڑی، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے اپنے ہاتھ سے پکڑ کر اس کی جگہ پر واپس رکھ دیا اور فرمایا:

اے اللہ اسے خوبصورتی زیب تن کرادے اور وہ آپ کی خوبصورت اور تیز نظر آنکھ تھی۔

منظم واپسی

شکست کے بعد جب مشرکین نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ کو پہچان لیا تو انہوں نے آپ کے ہیڈ کوارٹر پر حملوں میں اضافہ کر دیا اور آپ سے نجات پانے کے لیئے انہوں نے آپ پر پے بہ پے حملے کیئے، مشرکین کے لیئے مناسب تھا کہ وہ مسلمانوں کی صفوں کے درہم برہم ہونے اور ان کے نظام کے بگڑ

---

[1] قتادہ بن النعمان بن زید بن عامر بن سواد بن ظفر اوسی، حضرت ابوسعید خدری کے ماں جائے بھائی، آپ بدر میں شامل ہوئے، آپ جلیل القدر صحابی تھے اور مشہور تیراندازوں میں سے تھے آپ نے تمام معرکوں میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شمولیت کی اور فتح مکہ میں بھی شامل ہوئے اس روز بنو ظفر کا جھنڈا آپ کے پاس تھا آپ نے ۲۳ھ میں وفات پائی۔

جانے کے بعد انہیں کلیتہً تباہ کر دیتے اور سالار اعلیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جب لوگ انہیں چھوڑ کر منتشر ہو کر گئے تھے، خاتمہ کر دیتے۔

لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ثابت قدمی اور آپ کے مخلص صحابہ کی جانبازی نے جنہوں نے تیراندازوں کی غلطی کے بعد مسلمانوں کی صفوں کے درہم برہم ہو جانے کے وقت مردانہ وار آپ کا دفاع کیا، مشرکین کے ان حملوں کے ناکام کرنے میں بڑا اثر ڈالا جو مشرکین نے ذات نبوی کے قتل کرنے کے ارادے سے کیے تھے اسی طرح اس نے مسلمانوں کو دوبارہ منظم کرنے میں بھی اس کا بڑا اثر ہوا جنہوں نے جونہی اپنے سالار اعلیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سلامتی کا سنا اور آپ کے ہیڈ کوارٹر کو معلوم کیا وہ ازسرنو آپ کے اردگرد اکٹھے ہونے لگے جس سے مشرکین کا وہ قیمتی موقع جو انہیں میسر آیا تھا ضائع ہو گیا۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پہاڑ کی جانب سمٹنا

اس دفعہ رجب کہ آپ کی بہت سی فوج آپ کے گرد جمع ہو چکی تھی) رسول کریم کا مقصد اپنی فوج کو گھیراؤ کے خطرے اور نئے سرے سے تباہ ہونے سے بچانے کے لیے جبل اُحد کے محفوظ مقامات کی طرف واپس لے جانا تھا۔

خصوصاً میدان کارزار میں ان کا موجود رہنا انہیں اس بات کے لیے پیش کر رہا تھا، اگرچہ انہوں نے اپنی اپنی جگہوں پر اپنے نبی کے اردگرد آپ کی حفاظت کیلئے اور آپ کو مشرکین کے تیز رفتار حملوں سے بچانے کے لیے، بے مثال شجاعت کا اظہار کیا مگر انہیں (اپنے نبی کے ساتھ) ازسرنو گھیراؤ میں آ جانے کا خطرہ تھا خصوصاً جب وہ تمام قریشی افواج ان کے اردگرد اکٹھی ہو گئیں جن کا بہت سا حصہ اس فوج کے ساتھ شامل نہ تھا جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اور ان لوگوں پر جو آپ کے گرد جمع ہو گئے

تھے حملے کررہی تھی۔ اس بات کی وجہ سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب کہ آپ کے گرد آپ کے اصحاب کی فوج اکٹھی ہو گئی تھی جو اس واپسی کے دوران آپ کے اور آپ کے ساتھیوں کی حفاظت کے لیئے کافی تھی، پہاڑ کی طرف واپس جانے میں جلدی کرنے لگے۔

کامیاب واپسی اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی افواہ

جس بات نے کسی قابلِ ذکر نقصان کے بغیر، مسلمانوں کو آسانی کے ساتھ پہاڑ کے محفوظ مقامات کی طرف واپس جانے میں مدد دی وہ یہ ہے کہ بہت سے مشرکین نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی افواہ کو سچ سمجھا جس کا اعلان ابن قمئۃ نے کیا تھا جس نے حضرت مصعب بن عمیر کو قتل کیا اور وہ آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گمان کرنے لگا اس نے اعلان کیا تحقیق میں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کر دیا ہے اور ان مشرکین میں سے بہت سے لوگوں نے (جن میں سالار عام ابوسفیان بھی شامل تھا) خیال کیا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) قتل ہو چکے ہیں اس لیئے ان میں سے بہت سے لوگ اس خیال سے جنگ کرنے سے رک گئے کہ مسلمانوں کو تباہ کن شکست ہو چکی ہے اس کے بعد وہ کھڑے نہیں ہو سکیں گے پس ان میں سے بہت سے لوگ آرام کی طرف مائل ہو گئے اور بعض مسلمان مقتولین کے مثلہ کرنے میں مشغول ہو گئے۔

العصامی نے بیان کیا ہے کہ مشرکین مسلمان مقتولین میں مصروف ہو گئے وہ ان کا مثلہ کرنے اور ان کے ناک، کان اور فروج قطع کرتے اور پیٹ پھاڑتے اور وہ اس خیال میں تھے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دیا ہے [1]

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض مشرکین کے آپ کے قتل کی افواہ کو سچا

---

[1] سمط النجوم العوالی جلد ۲ ص ۸۵

قرار دینے کے موقع کو غنیمت سمجھا اور اپنے ساتھی صحابہ کے ساتھ جو جلدی سے آپ کے گرد جمع ہوگئے تھے پہاڑ کی طرف واپس جانے میں جلدی کی، اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس بات کے خواہش مند تھے کہ مشرکین (اس وقت) آپ کی جگہ کو نہ پہچانیں اور اس بات کی طرف اس سے بڑھ کر راہنمائی کرنے والی اور کوئی بات نہ تھی کہ آپ کے قتل کی افواہ مشہور ہی کے بعد جب حضرت کعب بن مالک[1] نے آپ کو پہچان لیا تو انہوں نے بلند آواز سے پکارا اے مسلمانوں خوش ہو جاؤ، یہ رسول اللہ علیہ وسلم ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا تاکہ آپکی جگہ کو جاننے والے مشرکین کی تعداد زیادہ نہ ہو جائے۔

باوجود یہ کہ مشرکین نے حضرت کعب بن مالک کی آواز کو سنا اور ان کی اکثریت نے اس خیال سے اس کی تصدیق نہ کی کہ اس آواز سے ان مسلمانوں کے عزائم کو پختہ کرنا مقصود ہے جن میں سے بعض نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی افواہ مشہور ہونے سے اپنے ہتھیار پھینک دیتے تھے۔

مسلمانوں کی واپسی شکست خوردوں کی واپسی نہ تھی

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے درّے کے کنارے سے اپنے مخلص اصحاب کی منظم فوج کی حفاظت تلے پہاڑ کی جانب اپنی ریٹائرمنٹ مسلسل جاری رکھی اور یہ ریٹائرمنٹ شکست خوردوں کی ریٹائرمنٹ نہ تھی جو کسی چیز کی طرف توجہ نہیں دیتے اور نہ ریٹائرمنٹ کے وقت لڑتے ہیں بلکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ ریٹائرمنٹ ایک منظم ریٹائرمنٹ تھی (جو تیاری اور انتظام کی حالت میں) ان لوگوں کی جانب سے ہوئی جو اس کے ذمہ دار اور اسے نافذ کرنے والے تھے اور اس منظم ریٹائرمنٹ

[1] آپ کے حالات اس کتاب کے آغاز میں بیان ہو چکے ہیں۔

کے ذمے دار رجمن کے سرخیل سالار رسول تھے) ریٹائرمنٹ کے دوران ثابت قدمی اور قوت سے جنگ کرنے لگے حتیٰ کر [redacted] اس جگہ پر پہنچ گئے جو سالار اعلیٰ نے پہاڑ میں ان کے لیے محفوظ ہونے کے لیے مقرر کی تھی۔

ریٹائرمنٹ کے دوران زبردست جنگ

مشرکین نے ان کے تعاقب میں سختی کی

اور جب سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی فوج کے ساتھ پہاڑ کی طرف واپس جانا شروع کیا تھا انہوں نے سالار اعلیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کے ارادے سے اپنے حملوں کو دگنا کر دیا اور مشرکین کے ایک سوار (عثمان بن عبداللہ بن المغیرہ) نے حملہ کیا اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آپ کے قتل کے ارادے سے اپنا گھوڑا دوڑایا اور وہ کہہ رہا تھا اگر آپ بچ گئے تو میں نہیں بچوں گا، پس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے مقابلہ کے لیے کھڑے ہو گئے لیکن گھوڑے نے دوڑ کے دوران ٹھوکر لگا کر اسے ایک گڑھے میں گرا دیا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک طاقتور محافظ (الحارث بن الصمۃ[1]) جلدی سے اس کے مقابلہ میں گیا اور طویل جنگ کے بعد ان دونوں کے درمیان تلوار چلی، حضرت حارث نے اُسے اس کی ٹانگ پر مارا اور اُسے اپاہج کر دیا پھر اس کا کام تمام کر دیا اور اس کے ہتھیار لے لیے پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آملے تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ـــــ

---

[1] الحارث بن الصمۃ (صاد کی زیر اور میم کی تشدید کے ساتھ) بن عمرو بن عتیک البخاری الخزرجی الانصاری مشہور سوار اور بہادر اور دلیر محارب ہیں آپ غزوہ بدر میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گئے مگر اس میں شامل نہ ہوئے اس لیے کہ آپ الروحاء میں تھے کہ آپ کی ہڈی ٹوٹ گئی پس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو واپس کر دیا اور آپ کا حصہ لگایا اور آپ بدریوں میں شمار ہوئے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپکے اور حضرت صہیب بن سنان کے درمیان مواخات کروائی آپ بئر معونہ کی جنگ میں شہید ہوئے۔

اس خدا کا شکر ہے جس نے اسے ہلاک کیا ہے۔

پھر مسلمانوں کی ریٹائرمنٹ کو دشوار بنانے کے لیئے مشرکین کے حملوں میں اضافہ ہو گیا اور مکہ کے سوار، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کرنے کے لیئے ایک دوسرے سے سبقت کرنے لگے اور آپ ابھی تک درّے کی وادی میں تھے اور مکہ کے ایک سوار (عبید اللہ بن جابر عامری) نے الحارث بن الصمۃ پر حملہ کیا اور آپ کے کندھے پر تلوار ماری جس سے آپ کو کاری زخم لگا جس نے مسلمانوں کو آپ کی مدد کرنے اور اٹھانے پر مجبور کر دیا۔

لیکن مشہور ہیرو حضرت ابو دجانہ نے قریشی سوار (عبید اللہ عامری) پر حملہ کیا اور اسے اپنی تلوار سے ایسی ضرب لگائی جس نے اس کا سر اڑا دیا اور آپ نے مسلمانوں کو اس کے شر سے بچا لیا۔

وہ بدبخت جسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے قتل کیا

پھر بدبخت (ابی بن خلف الجمحی) اپنے گھوڑے کو (جاہلیت کے تکبر میں) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دوڑاتے ہوئے آیا وہ آپ کو قتل کرنا چاہتا تھا اور وہ کہہ رہا تھا..... محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کہاں ہیں اگر وہ بچ گئے تو میں نہیں بچوں گا، پس حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے لیئے کھڑے ہو گئے پھر آپ نے اسے نیزے کے ساتھ ہلاک کر دیا آپ نے اس کے نزدیک آنے سے قبل اُسے نیزہ مارا اور یہ بدبخت ابی واحد انسان ہے جسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دستِ مبارک سے قتل کیا ہے۔

---

[1] یہ ابی بن خلف، امیہ بن خلف کا بھائی ہے اور یہ ان زعمائے مکہ میں سے ایک ہے جنہیں مسلمانوں نے بدر کے روز قتل کیا تھا اور یہ ابی، حضرت صفوان بن امیہ رضی اللہ عنہ کا چچا ہے۔

ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم درّے پر چڑھ گئے تو ابی بن خلف نے آپ کو آلیا اور وہ کہہ رہا تھا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کہاں ہیں اگر وہ بچ گئے تو میں نہیں بچوں گا۔

لوگوں نے (یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے محافظین نے جو آپ کو گھیرے ہوئے تھے) کہا یا رسول اللہ! کیا ہم میں سے کوئی شخص اس پر حملہ کرے؟

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے چھوڑ دو اور جب وہ نزدیک آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے الحارث بن الصمة سے نیزہ لیا اور جب آپ نے اُسے پکڑا تو آپ نے اُسے حرکت دی اور اس سے اونٹ کی پشت سے ڈنک والی مکھیوں کی طرح کوئی چیز اُڑی پھر آپ اس کی طرف متوجہ ہوئے اور اس کی گردن میں نیزہ مارا جس سے وہ اپنے گھوڑے سے لڑھک گیا اور یہ کفر کا سردار حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نیزہ لگنے سے مر گیا۔

اور یہ بدبخت ابی بن خلف حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے شدید عداوت رکھتا تھا اور ہجرت سے قبل مکہ میں آپ کو ایذاء دیتا تھا اور آپ کو قتل کی دھمکیاں دیتا تھا، ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ ابی بن خلف مکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتا تو کہتا......

اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میرے پاس ایک جائے پناہ ہے یعنی ایک گھوڑا ہے جسے میں ہر روز مکئی کا سوا من چارہ ڈالتا ہوں میں اس پر سوار ہو کر آپ کو قتل کروں گا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے، بلکہ میں تجھے قتل کروں گا۔ انشاء اللہ

اس لیے جب ابی بن خلف اپنی قوم کی طرف واپس آیا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے نیزے سے کوئی بڑی خراش نہیں لگائی تھی...... وہ کہنے لگا......

قسم بخدا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مجھے قتل کر دیا ہے لوگوں نے اُسے کہا، قسم بخدا کی

دل ختم ہوگیا ہے، خدا کی قسم تجھے کوئی تکلیف نہیں ہے وہ کہنے لگا آپ نے مجھے مکہ میں کہا تھا کہ میں تجھے قتل کروں گا اور خدا کی قسم اگر آپ مجھ پر تھوک دیں تو مجھے قتل کر دیں پس دشمن خدا سرف[1] میں اس زخم سے متاثر ہو کر مر گیا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے لگایا تھا۔

مسلمانوں کا پہاڑ کی پناہ لینا

یوں مسلمان اپنی منظم ریٹائرمنٹ میں کامیاب ہو گئے اور انہوں نے متعدد جھڑپوں کے بعد، جبل احد کی پہاڑیوں کی طرف درّے کو طے کیا۔ ان جھڑپوں میں مشرکین کے ان سواروں پر غالب آئے جنہوں نے اس ریٹائرمنٹ کو روکنے کیلئے مایوسانہ کوششیں کی تھیں پھر مسلمان، جبل احد کے پہاڑیوں میں سے ایک اونچی پہاڑی پر پہنچ گئے اور انہوں نے وہاں سے مضبوط دفاعی منصوبہ بنایا جس سے انہوں نے ان تمام کوششوں کو روک دیا جو مشرکین نے ان کی تباہی یا از سر نو ان کی پراگندگی کے لیے تیار کی تھیں۔

اور اس ریٹائرمنٹ میں کامیابی کی خوبی یہ ہے کہ اس سے مسلمان افواج کے سو میں سے ننانوے آدمی بچ گئے جنہیں اس شکست نے پراگندہ کر دیا تھا جو پہاڑ پر تیر اندازوں کے اپنے سالار کے خلاف تمرّد کرنے کا باعث بنی تھی۔

اس ریٹائرمنٹ کی (نمبر اوّل) خوبی وہ جگہ ہے جسے عظیم سالار رسول نے اپنی فوج کے پڑاؤ کے لیے اور معرکہ سے قبل اپنی کمان کے ہیڈ کوارٹر کے لیے منتخب کیا اور وہ اُحد کے درّے کا دہانہ ہے جسے پیچھے سے اس پہاڑ کی وہ پہاڑیاں گھیرے ہوئے ہیں جو (شکست کے بعد) مضبوط قلعے بن گئیں جن میں مسلمانوں نے پناہ لی اور ان سے ان تمام مایوسانہ حملوں کو روک دیا جو مشرکین نے کیے تھے۔

---

[1] سرف، مرد کے راستے سے مکہ سے چھ میل کے فاصلے پر ایک جگہ ہے جس کا ذکر مراصد الاطلاع جلد ۲ ص۴۰ پر ہے۔

قریب تھا کہ مسلمان، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دیں

معرکہ کے واقعات کی رفتار اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ بعض مسلمانوں نے جنہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل سے بچ جانے کا علم نہ تھا وہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس پہاڑی کی طرف سبقت کر گئے جہاں آپ نے میدان سے واپسی کے بعد پناہ لینے کا فیصلہ کیا تھا اور اس شکست کے بعد جس سے مسلمان ایک دوسرے سے الگ تھلگ ہو گئے آپ کے ٹھکانے کو نہیں جانتے تھے۔

ان کٹھن حالات میں، ان مسلمانوں میں سے ایک نے، جنہوں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پہنچنے سے قبل پہاڑ کی پناہ لی تھی، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کی کوشش کی آپ اپنے اصحاب کے ہراول میں پہاڑ کی طرف چڑھ رہے تھے اس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھ پہاڑ پر چڑھنے والوں کو، مسلمانوں کا تعاقب کرنے والے دشمن خیال کیا۔

قریب تھا کہ وہ دنیا کا منحوس ترین تیر بن جاتا

اس مسلم نوجوان نے اپنی کمان میں تیر رکھا اور اُسے چھوڑنے کے لیے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سیدھا کیا اور اگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسے دیکھ نہ لیتے تو قریب تھا کہ وہ تیر ذاتِ نبوی کے سینے کی طرف چل جاتا آپ نے آواز دی (اور آپ نے تیر اندازی کے لیے تیار آدمی کو پہچان لیا کہ وہ مسلمان ہے) میں اللہ کا رسول ہوں۔

تو اس نوجوان نے اپنی کمان سے تیر اُتار لیا اور وہ اور پہاڑ میں جو آدمی اس کے ساتھ تھے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اور آپ کے ان تک سلامتی کے ساتھ پہنچ جانے سے خوش ہو گئے اور اللہ ہی جانتا ہے کہ اس مسلمان نوجوان کا کیا حال ہوتا جو

اپنے تیر سے سید الاوّلین والآخرین کو قتل کر دینے والا تھا؟

بلاشبہ اس کی زندگی کی یہ خوش نصیب گھڑی تھی جس میں اس نے اپنی اس کمان کی تانت سے اپنا تیر اُتارا کہ اگر اس سے سید البشر صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب تیر چل جاتا تو وہ دنیا کی منحوس ترین کمان ہوتی۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسلسل پہاڑ پر چڑھتے رہے حتّٰی کہ اس جگہ پہنچ گئے جس میں آپ نے ٹھہرنے اور پناہ لینے کا فیصلہ کیا تھا اور وہ ایک محفوظ جگہ ہے جو گھاٹی کی شرقی جانب عظیم پہاڑ کے مشابہ ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت پر زخموں کا اثر

معلوم ہوتا ہے کہ وہ زخم جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شکست کے بعد مشرکین کے ساتھ جنگ کے دوران آئے انہوں نے آپ پر اثر ڈالا اور یہ زخم آپ کی جسمانی قوت کی کمزوری کا باعث بن گئے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ جب آپ نے پہاڑ پر چڑھنے کا ارادہ کیا تو آپ اس کی طاقت نہ پا سکے حتّٰی کہ حضرت طلحہ بن عبید اللہ آپ کے نیچے بیٹھے اور وہ آپ کو لے کر اُٹھے حتّٰی کہ آپ اس پر چڑھ گئے

ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پہاڑ کی طرف جلدی سے گئے تاکہ اس پر چڑھیں ___ اور آپ کمزور اور عمر رسیدہ ہو چکے تھے اور آپ نے اوپر نیچے دو زرہیں پہنی ہوئی تھیں پس جب چڑھنے کے لیے گئے تو چڑھ نہ سکے پس حضرت طلحہ بن عبید اللہ آپ کے نیچے بیٹھے حتّٰی کہ آپ اس پر چڑھ گئے[1]۔

اور اس جلیل الشان عمل کے ثواب میں حضرت طلحۃ الخیر کو جنت ملے گی، ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (حضرت طلحہ کے آپ کو پہاڑ پر اُٹھا کر لیجانے کے بعد) فرمایا، طلحہ نے واجب کر لی ہے (یعنی جنت اس کیلئے واجب ہو گئی ہے

[1] سیرت نبویہ از ابن ہشام جلد ۲ ص۸۶

اسی طرح حضرت طلحہ کا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اٹھانا آپ کیلئے برکت کا باعث ہو گیا اور وہ حضرت طلحہ کی ایک ٹانگ کے اس لنگڑے پن کے علاج کا سبب بن گیا جو (شکست کے بعد) حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع کرتے ہوئے آپ کو ہو گیا تھا اور یہ واقعہ یوں ہے کہ جب حضرت طلحہ نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اٹھایا تو آپ نے دشواری سے اپنی چال کو درست رکھا تاکہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف نہ ہو پس اس دشواری کی وجہ سے آپ کی لنگڑی ٹانگ درست ہو گئی اور آپ نے لنگڑے پن سے نجات پائی، معلوم ہوتا ہے کہ حضرت طلحہ کے لنگڑے پن کی وجہ ران کا کھل جانا تھا اور یہ کھلاؤ، ٹانگ کے چھوٹا ہونے کا سبب بن گیا اور یہ لنگڑہ پن، کھلاؤ کے اپنی جگہ پر واپس آجانے کے بعد ہی دور ہو سکتا تھا اور یہ سخت کارروائی کے بعد ہی اپنی جگہ پر آسکتا تھا جو کھلے ہوئے عضو کو اس کی جگہ پر واپس لے آتی، لیکن دشواری سے چال کو درست رکھنا اس کارروائی کے قائمقام ہو گیا اور ران اپنی طبعی حالت پر واپس آگئی۔

پہاڑ پر مسلمانوں کا اکٹھ

پہاڑ کے مقصود ٹھکانے پر، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پہنچ جانے کے بعد، اِدھر اُدھر پراگندہ ہونے والے مسلمان آپ کے پاس آکر آپ کے گرد جمع ہونے لگے اس طرح مسلمانوں کی حالت بہتر ہونے لگی اور از سر نو ان کی قوت میں اضافہ ہونے لگا، اس سے قبل انہوں نے ایک محفوظ مرکز میں ٹھہر کر اس سے ان تمام کوششوں کو روک دیا جو مشرکین مکہ نے ان کا گھیراؤ کرنے یا از سر نو انہیں پراگندہ کرنے کے لیے کی تھیں اور یہ واقعہ یوں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کے ساتھ پہاڑ کی ایک بلند چوٹی پر قلعہ بند ہو گئے جو ایک مضبوط پہاڑ کی مانند تھی جس کی وجہ سے مشرکین کا آپ کے پاس پہنچنا مشکل ہو گیا بلکہ پہاڑ پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نئی کمان کے ہیڈ کوارٹر کے نزدیک مشرکین کا آنا ہی انہیں ان مسلمانوں کے تیروں کا نشانہ بنا دیتا تھا جو اپنی ریٹائرمنٹ کے

بعد) ایسی جگہ پر تھے جو (مکمل طور پر) مشرکین کی اس فوج پر جھانکتی تھی جس کا بہت سا حصہ مسلمانوں کے نیچے اُحد کے درّے کے دہانے میں جمع ہو گیا تھا۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پانی کو طلب کرنا

ریٹائرمنٹ کے دوران، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت پیاس لگی تو آپ نے پانی مانگا پس حضرت علی بن ابی طالب وہ ریٹائرمنٹ کے دوران درّے میں تھے .... المہراس[1] کی طرف گئے اور اپنی چمڑے کی ڈھال کو بھر کر اُسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے تاکہ آپ اس سے پانی پئیں تو آپ نے اس میں بُو پائی اور اس سے پانی نہ پیا لیکن آپ نے اس سے اپنے چہرے کا وہ خون دھویا جو اس پر ان زخموں کے نتیجے میں بہہ پڑا تھا جو آپ کو مشرکین کے حملے کے وقت اکیلے ہونے کی حالت میں لگے تھے اور آپ نے اُسے اپنے سر پر بھی ڈالا اور آپ فرما رہے تھے (اس پر اللہ کا سخت غضب ہوگا جس نے اپنے نبی کے چہرے کو خون آلود کیا ہے[2]) اور جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ پانی پینا گوارا نہ کیا جو حضرت علی بن ابیطالب لائے تھے تو حضرت محمد بن مسلمہ انصاری پانی کے لیے ایک دوسری جگہ گئے[3] اور شیریں پانی لائے اور اس سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی پیا اور حضرت ابن مسلمہ کیلئے دعائے خیر کی[4]۔ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت محمد بن مسلمہ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے پانی تلاش کیا اور جب ریٹائرمنٹ کے بعد آپ پہاڑ میں اپنی جگہ پر ٹک گئے تو وہ اسے آپ کے

---

[1] المہراس: ابو ذر نے بیان کیا ہے کہ ابو العباس نے بیان کیا ہے کہ المہراس اُحد میں ایک پانی ہے اور دوسروں نے بیان کیا ہے کہ المہراس، اس پتھر کو کہتے ہیں جس میں گڑھا بنا کر کنوئیں کے پہلو میں رکھ دیا جائے اور اس میں پانی ڈالا جائے تاکہ لوگ اس سے فائدہ اٹھائیں۔ [2] سیرت ابن ہشام جلد ۳ ص ۸۵۔ [3] سیرت حلبیہ جلد ۲ ص ۳۰۔ [4] حضرت محمد بن مسلمہ کے حالات اس کتاب میں پہلے بیان ہو چکے ہیں۔

پاس لے آتے۔

مشرکین کا آخری حملہ

مسلمانوں کے جبل احد کی پہاڑیوں میں ٹھہر جانے کے بعد مشرکین نے متعدد باران پر حملہ کرنے کی کوشش کی لیکن یہ تمام کوششیں رائیگاں گئیں اور مسلمانوں نے (اور وہ اپنی پہاڑی پناہ گاہ میں تھے) مشرکین پر مخالفانہ حملے کیے اور ان کے ذریعے انہیں اُن کی ایڑیوں کے بل لوٹا دیا جس سے انہوں نے از سر نو مسلمانوں سے بدلہ لینے کی اُمید کھو دی۔

اور مکی فوج نے مسلمانوں کو ان کے پہاڑی مقامات پر ضرب لگانے کی جو آخری کوشش کی وہ یہی کوشش ہے جو مکہ کے سواروں نے کی وہ سالار عام ابوسفیان اور خالد بن ولید کی کمان میں (رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے) پہاڑ میں مسلمانوں کو ان کے ہیڈ کوارٹر میں ضرب لگانے کے لیے گھس گئے جہاں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پڑاؤ کیے ہوئے تھے۔

اور عملاً سواروں کا دستہ اپنے حملے میں اس پوائنٹ پر پہنچ گیا جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کمان کے ہیڈ کوارٹر سے زیادہ دور نہ تھا لیکن مسلمانوں نے (حضرت عمر بن الخطاب[1] کی کمان میں) ابوسفیان کے سواروں پر مخالفانہ حملہ کیا اور ان سے جنگ کی حتیٰ کہ انہیں واپس جانے اور وادی کی طرف اُترنے پر مجبور کر دیا۔

آخری ناکام حملے میں قریش کا نقصان

ابن اثیر نے الکامل میں بیان کیا ہے کہ ابوسفیان، مشرکین کی ایک جماعت کے ساتھ پہاڑ پر چڑھا (ابن اسحاق کا بیان ہے کہ وہ گھڑ سوار تھے اور ان میں (حضرت) خالد بن ولید بھی شامل تھے) تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایسا نہ ہو کہ وہ ہم پر غالب آجائیں سو حضرت عمر بن الخطاب اور مہاجرین کی ایک جماعت نے ان سے جنگ

---

[1] آپ کے حالات ہماری کتاب غزوہ بدر میں بیان ہو چکے ہیں۔

کی حتیٰ کہ انہیں نیچے اتار دیا، مشرکین نے اس ناکام حملے میں تین مقتولوں کی تکلیف اٹھائی جو سب کے سب مشہور تیر انداز حضرت سعد بن ابی وقاص کے تیروں سے مرے،

اور مغازی الاموی ہے کہ مشرکین پہاڑ پر چڑھے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد سے فرمایا ـــــ انہیں واپس لوٹا دو۔ آپ نے عرض کیا میں اکیلے انہیں کیسے واپس لوٹا دوں؟ ـــــ آپ نے یہ بات تین بار کہی ـــــ پس حضرت سعد نے اپنے ترکش سے ایک تیر لیا اور اُسے ایک آدمی کو مارا اور اُس نے اُسے قتل کر دیا آپ بیان کرتے ہیں پھر میں نے اپنا تیر لیا اور اُسے پر لگانے لگا پس میں نے اُسے ایک اور آدمی کو مارا اور اس نے اُسے قتل کر دیا پھر میں نے اُسے لیا اور اسے پَر لگانے لگا اور اسے ایک اور آدمی کو مارا اور اس نے اُسے قتل کر دیا تو وہ اپنی جگہ سے نیچے اُتر گئے[1]

زخموں کے اثر سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بیٹھ کر نماز پڑھنا

اور اُحد کے روز، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے فریضہ کو بیٹھ کر ادا کیا کیونکہ آپ کھڑے ہو کر نماز ادا نہیں کر سکتے تھے اور ایسا ان زخموں کے شدید اثر کی وجہ سے کیا گیا جو معرکہ میں آپ کو لگے تھے اور ساری فوج نے بھی آپ کے پیچھے بیٹھ کر نماز پڑھی زخمیوں نے بھی اور غیر زخمیوں نے بھی۔

جنگ کا خاتمہ

اس آخری مایوسانہ کوشش کی ناکامی سے جو ابو سفیان نے خود مسلمانوں پر (ان کے جبل احد کی پہاڑیوں میں پناہ لینے کے بعد) حملہ کرنے کیلئے کی، قریش مسلمانوں سے مایوس ہو گئے اور ان کے قائدین کو یقین ہو گیا کہ مسلمانوں کے دوبارہ منظم ہو جانے اور اپنے سالار اعلیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد ان محفوظ مقامات میں جمع ہو جانے کے بعد ان سے از سر نو بدلہ لینا مشکل ہے اور اس پر مستزاد یہ کہ مکی فوج کو بے حد تھکاوٹ اور تکان ہو چکی تھی خصوصاً اس فوج نے جنگ کے پہلے مرحلہ میں اسلامی

[1] زاد المعاد از ابن القیم جلد ۲ صفحہ ۲۴۰

فوج سے دردناک اور ہلا دینے والی چوٹیں کھائی تھیں جن کا مکی فوج کے سپاہیوں کے دلوں میں خوف اور رعب داخل کرنے کا بڑا اثر تھا، جن کے علمبردار دستے کے تمام افراد کو مسلمانوں نے (چند لمحوں میں) فنا کر دیا حتیٰ کہ انہوں نے اُسے مٹی میں لتھیڑ دیا پھر انہوں نے (خوفناک، تیز اور شدید حملے میں) مکی فوج کو شکست دی اور اگر تیر اندازوں کی غلطی نہ ہوتی اللہ انہیں معاف فرمائے تو قریب تھا کہ وہ شکست تباہ کن ہوتی۔

یوں قائدین قریش کے مسلمانوں سے مایوس ہو جانے کے بعد ابوسفیان نے جنگ کے ختم کرنے کا فیصلہ کیا اور اپنی فوج کو کوچ کے لیئے تیاری کا حکم دیا اس طرح جنگ ختم ہوگئی اور اُحد کے علاقے میں فوجی کارروائیاں رک گئیں۔

سیدالشہداء کے جسّے کو بگاڑنا

ابوسفیان کے جنگ کے خاتمہ کے فیصلے کے بعد، مشرکین کوچ کی تیاری میں لگ گئے اور اپنے مقتولین کی تلاش میں میدانِ کارزار کی طرف لوٹے اسی طرح ایک گروہ اپنی جاہلی پیاس کو بجھانے اور اپنے بت پرستانہ کینہ کو ٹھنڈا کرنے کے لیئے مسلمان شہداء کا مثلہ کرنے اور ان کے جسّوں کو بُری طرح بگاڑنے میں مصروف ہوگیا انہوں نے پیٹوں کو پھاڑ دیا اور ان میں سے اپنے ہاتھوں سے انتڑیوں کو نکال لیا اور ناک اور کانوں کو کاٹ دیا بلکہ انہوں نے بعض شہداء کے حساس تناسلی اعضا کو بھی کاٹ دیا[1]

اور سید الشہداء حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ، سب شہداء سے بڑھ کر تشویہ وتمثیل (بگاڑ اور مثلہ) کی وحشیت اور انتقامی بربریت کا نشانہ بنے اس لیئے کہ سادات قریش نے زیادہ بدلے آپ ہی سے لینے تھے، آپ نے بدر کے روز (اپنے بھتیجے حضرت علی بن ابی طالب کے اشتراک سے) قریش کے دو سرداروں عتبہ بن ربیعہ اور شیبہ بن ربیعہ اور ہند بنت عتبہ کے بھائی ولید بن عتبہ کو قتل کیا تھا اور

---

[1] سمط النجوم العوالی از العصامی جلد ۲ ص ۸۷

یہ سب بنی امیہ بن عبد شمس بن مناف سے تعلق رکھتے تھے۔

اسی لئے ہند بنت عتبہ سب لوگوں سے بڑھ کر حضرت حمزہ بن عبدالمطلب سے غصہ رکھتی تھی اور وہ اپنے خاوند سالار عام ابوسفیان کے ساتھ قائدین مکہ کی عورتوں کے ساتھ، فوج کو مسلمانوں سے جنگ کرنے پر ابھارنے کے لیئے حاضر ہوئی تھی اور اس مخالف عورت کو معلوم تھا کہ جبیر بن مطعم نے اپنے غلام وحشی سے وعدہ کیا ہے کہ اگر وہ حضرت حمزہ کو قتل کر دے تو وہ آزاد ہوگا پس جب کبھی یہ اس حبشی غلام کے پاس سے گزرتی تو اس کی حوصلہ افزائی کرتی کہ وہ اپنے آقا جبیر کے وعدے کو پورا کرے اور اس نے اس سے وعدہ کیا کہ اگر وہ حضرت حمزہ کو قتل کر دے تو وہ اسے بڑا بدلہ دے گی۔

ہند کا حضرت حمزہ کے جگر کو چبانا

پس جب جنگ ختم ہوگئی تو غلام وحشی (سید الشہداء حضرت حمزہ کے قتل کے بعد) ہند بنت عتبہ کے پاس آیا اور اُسے کہنے لگا — اگر میں آپ کے باپ کے قاتل کو قتل کر دوں تو مجھے کیا ملے گا؟ اس نے کہا میرے کپڑے...... پس اس نے اُسے یقین دلایا کہ اس نے حضرت حمزہ کو قتل کر دیا ہے تو اس نے اُسے اپنے کپڑے اور زیورات دے دیئے اور اس سے وعدہ کیا کہ جب وہ مکہ پہنچے گی تو اُسے بہت بڑی سنہری نقدی بھی بدلے میں دے گی۔ پھر دھوکے سے قتل کرنے والا غلام اُسے اس جگہ لے گیا جہاں اللہ اور اس کے رسول کا شیر قتل ہوا پڑا تھا پس اس نے (وحشیانہ پن اور سنگدلی سے) حضرت حمزہ کے پیٹ کا قصد کیا اور اُسے پھاڑ دیا پھر اس نے آپ کے جگر کو نکالا اور اُسے دیکھ کر ٹھنڈک حاصل کرنے لگی اور خون اس کی ان انگلیوں کے درمیان بہہ رہا تھا جنہیں جاہلی غیظ اور بت پرستانہ غصے نے کپکپا دیا تھا اور ہند نے (جاہلیت میں) نذر مانی تھی کہ اگر اس نے حضرت حمزہ پر قابو پایا تو وہ آپکے جگر کو کھا جائے گی اس لیئے اس نے اُسے چبایا اور اُسے نگلنے کے لیئے چبانے لگی لیکن

وہ اسے گلے سے آتار نہ سکی اور اس نے اُسے پھینک دیا۔[1]

بعض مؤرخین کہتے ہیں کہ ہند نے حضرت حمزہ شہید کی انتڑیوں کو نکالا اور ان سے ایک تاج بنایا اور آپ کی ناک اور کان کاٹے پھر انہیں اپنے ہاتھ میں کنگن کی طرح اور اپنی گردن میں ہار کی طرح ڈال لیا اور وہ اسی حالت میں چلتے ہوئے مکہ آئی۔[2]

یہ کام وحشیت رذالت اور قسوت کی حد درجہ گری ہوئی قسم کی مثال ہے اور مقتول کا بدلہ نہ لے سکنے والی عورت سے جو جاہلیت کے دین پر ہو، اس کا صدور مستبعد نہیں۔

ابن اسحاق کا بیان ہے کہ ہند بنت عتبہ اور اس کے ساتھ جو عورتیں تھیں وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقتول اصحاب کا مثلہ کرنے لگیں وہ ناک اور کان قطع کر دیتیں حتیٰ کہ ہند نے مردوں کی ناک اور کانوں سے پازیب بنائے اور اپنے پازیب بنائے اور اپنے پازیب اور ہار اور بالیاں، جبیر بن مطعم کے غلام وحشی کو دیدیں اور حضرت حمزہ کے جگر کو چیر کر اُسے چبایا لیکن اُسے گلے سے اتار نہ سکی اور اسے پھینک دیا۔[3]

ہند کے فخریہ اشعار

تیر اندازوں کی غلطی نے ہند کے خاوند سالار عام ابوسفیان کو جو مسلمانوں پر سرسری سی فتح دی اس نے اُسے اوچھا بنا دیا اور وہ ایک چٹان پر چڑھ گئی جو مسلمانوں کے قریب ہی تھی اور بلند آواز سے اشعار میں ان کو مخاطب کرنے لگی ؎

ہم نے بدر کی جنگ کا تمہیں بدلہ دیا ہے اور جنگ کے بعد بھڑکنے والی جنگ ہوگی جسے عتبہ[4] اور اپنے بھائی اور چچا اور اپنے پہلو لئے بیٹے (یعنی حنظلہ بن ابوسفیان

---

[1] سیرت حلبیہ جلد ۲ ص ۲۷ ، [2] سیرت حلبیہ جلد ۲ ص ۳۷ ، [3] سیرت ابن ہشام جلد ۲ ص ۹۱ ،

[4] عتبہ بن ربیعہ، ہند کا والد ہے جسے بدر کے روز حضرت حمزہ نے مبارزت میں قتل کیا تھا۔

جسے مسلمانوں نے بدر میں قتل کیا تھا) کے بارے میں صبر نہ آتا تھا میں نے اپنا دل ٹھنڈا کر لیا ہے اور اپنی نذر پوری کر دی ہے وحشی نے میرے دل کی پیاس بجھادی ہے عمر بھر وحشی کا شکریہ ادا کرنا مجھ پر واجب ہے حتیٰ کہ میری قبر میں میری ہڈیاں بوسیدہ ہو جائیں۔

اور مسلمانوں کی جانب سے ہند بنت[1] اثاثہ بن عباد بن المطلب نے اشعار میں اُسے اسی بحر میں جواب دیا۔

اے عیب کرنے والے اور عظیم کافر کی بیٹی تو بدر میں اور بدر کے بعد رسوا ہوئی ہے۔ بحر کو اللہ تجھے ہر کاٹنے والی تلوار کے بدلے میں کیلئے کو خوبصورت بلے اور بلند نیزے دے، حضرت حمزہ میرے شیر اور حضرت علی میرے باز ہیں، جب تیرے چچا شیبہ اور تیرے باپ نے مجھ سے خیانت کا ارادہ کیا تو اس کے سینے کے اطراف خون سے رنگین ہو گئے اور تیری بڑی نذر بدترین نذر ہے۔

تجھ پر ہلاکت ہو اسے مجھ سے چھپاؤ

اسی دوران میں کہ مشرکین کے بعض آدمی، شہداء کا مثلہ کر رہے تھے، سالار عام ابوسفیان مکی فوج کے بڑے بڑے قائدین کے ساتھ فریقین کے مقتولین کی تعداد معلوم کرنے اور ان کو پہچاننے کے لیے میدان کارزار میں گھوم رہا تھا، گشت کے دوران اچانک وہ سید الشہداء حضرت حمزہ بن عبد المطلب کے جثّے کے پاس سے گزرا اور ابوسفیان بھی (اپنی بیوی کی طرح) آپ سے کینہ رکھتا تھا اس نے نیزے کے

---

[1] یہ ہند بنت اثاثہ بن عباد بن المطلب بن عبد مناف ہے جو مشہور قریشی شاعرہ ہے اس نے جاہلیت میں شہرت پائی اور غزوہ بدر کے روز مسلمان ہوگئی اور جنگ خیبر میں بھی اس کے واقعات ہیں اس نے حضرت جندب سے نکاح کیا اور آپ سے ایک بیٹی ریطہ کو جنم دیا۔ یہ ہند اس مسطح کی بہن ہے جس کا ذکر حدیث افک میں آیا ہے اس ہند نے ۲۰ھ میں وفات پائی۔

پچھلے سرے کے لوہے کو آپ کی باچھ میں رکھا اور آپ کو مارنے لگا اور وہ کہہ رہا تھا نافرمان مزا چکھ۔

مقتولین کا مثلہ کرنا اور دشمنوں کے جثوں کو بگاڑنا (جاہلیت میں بھی) ایسا کام تھا جسے عرب حقیر اور برا جانتے تھے اس لئے جب سید الاحابیش (الحلیس[1] بن زبان بن عبدمناۃ) نے ابوسفیان کو حضرت حمزہ کی باچھ میں نیزے کے پچھلے حصے کے لوہے کو رکھے دیکھا تو اس کے فعل کو ناپسند کیا اور غصے سے کہا۔

اے بنی کنانہ یہ قریش کا سردار (یعنی ابوسفیان) جو کچھ اپنے عزاد[2] سے کر رہا ہے وہ تم دیکھ رہے ہو وہ تو مُردہ ہے جو بدلہ لینے کی طاقت نہیں رکھتا، پس ابوسفیان شرمندہ ہو گیا اور احابیش کے لیڈر سے کہنا لگا (تجھ پر ہلاکت ہو اسے مجھ سے چھپاؤ بلاشبہ یہ ایک لغزش ہے)

---

[1] الحلیس (حا کی پیش کے ساتھ) بن زبان الحارثی، ہمیں مراجع (ماخذ) سے اس کے مسلمان ہونے کی اطلاع نہیں ملی اور الحلیس وہ ہے جس کے بارے میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (حدیبیہ کے روز) جب اسے دیکھا تو فرمایا ——— یہ ان لوگوں میں سے ہے جو قربانی کے اونٹوں کی تعظیم کرتے ہیں۔

[2] ابوسفیان، حضرت حمزہ سے عبدمناف میں جا ملتا ہے جو بنی امیہ اور بنی ہاشم کا جد ہے۔

فصل ششم

- معرکہ کا خاتمہ ــــ مکی فوج کی ریٹائرمنٹ
- حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقتولین کو تلاش کرنا ــــ معرکہ کا متروکہ سامان
- شہداء کی تدفین

مشرکین نے مسلمان شہداء کے جثوں کے مثلہ سے اپنی پیاس بجھانے اور مقتولین سے فریقین کے نقصان کا اندازہ لگانے کے بعد واپس جانے کا فیصلہ کیا پس سالار ابوسفیان نے فوج کو اس کا حکم دیا اور وہ تیار ہو گئی۔

اور وہ سفیان، مکی فوج کے ساتھ، اُحد سے واپس جانے سے قبل، ایک پہاڑی پر چڑھا جو مسلمانوں کے قریب ہی تھی۔ اور اس پر کھڑا ہوا تاکہ مسلمانوں پر فخر کرے اور معرکہ میں جو انہیں نقصان پہنچا ہے اس پر ان کے سامنے اپنی خوشی

کا اظہار کرے) اور اس نے پہاڑ پر (جاہلی فخر میں اپنے آپ کو مخاطب کرتے ہوئے) بلند آواز میں کہا —— تو نے بہت اچھا کیا ہے۔

پھر مسلمانوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا —— جنگ کا پانسہ پلٹتا رہتا ہے دن کے بدلے دن۔ ایک دن ہمیں شکست ہوتی ہے ایک دن ہمیں فتح ہوتی ہے اور ایک دن ہانکنے کا اور ایک دن کوگس کا، پھر کہنے لگا

ھبل کی شان بلند ہو —— اور ھبل، قریش کا سب سے بڑا بت تھا۔

جب ابو سفیان نے یہ بات کہی تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر کو جواب دینے کا حکم دیا آپ نے فرمایا اے عمر کھڑے ہو کر اسے جواب دیجئے اور کہیئے اللہ اعلیٰ واجل، لا سوی، ہمارے مقتولین جنت میں اور تمہارے مقتولین دوزخ میں ہیں، جب حضرت ابن الخطاب نے اُسے یوں جواب دیا تو ابو سفیان کہنے لگا —— العزیٰ لنا ولا عزیٰ لکم (ہمارے لیئے عزیٰ ہے اور تمہارے لیئے کوئی عزیٰ نہیں) مسلمانوں نے اُسے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق جواب دیا —— اللہ مولانا ولا مولیٰ لکم

ابو سفیان کو حقیقتاً رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ٹھکانے کا علم نہ تھا

ابو سفیان کو (جنگ کے خاتمے تک) شکست کے بعد حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے جنگی بورڈ کے بڑے بڑے اراکین کے ٹھکانے کے متعلق مکمل علم نہ تھا اور وہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی خبر کے متعلق جسے ابن قمئہ نے مکی فوج کے درمیان مشہور کر دیا تھا شک میں مبتلا تھا اس لئے جب اس نے (واپسی سے تھوڑا عرصہ قبل) پہاڑ سے جھانکا تو اس نے مسلمانوں کو اپنی بلند آواز سے (تاکہ حقیقت کا یقین حاصل کرے) پکارا

کیا تم میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) موجود ہیں؟ مگر انہوں نے اُسے جواب نہ دیا تو اس نے پکارا کیا تم میں ابن ابی قحافہ (یعنی حضرت ابوبکر صدیق) موجود ہیں؟ انہوں نے اُسے جواب نہ دیا، تو اس نے پکارا کیا تم میں عمر بن الخطاب موجود ہیں؟ تو انہوں نے اُسے جواب نہ دیا اور اس نے صرف ان تین آدمیوں کے متعلق ہی دریافت کیا کیونکہ اسے اور اس کی قوم کو اس کا علم تھا کہ اسلام کا قیام انہی کی وجہ سے ہے[1]۔ اور جب اس کی نداؤں کا کسی نے جواب نہ دیا تو اس نے اپنی فوج کے مشرک قائدین کی طرف التفات کیا جو اسے گھیرے ہوئے تھے اور انہیں (حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صاحبین کے قتل کے متعلق یقین دلاتے ہوئے تکبر سے) کہنے لگا ـــــــ ارے ان کے متعلق تم نے اُسے کفایت کر دی ہے۔

ابوسفیان اور ابن الخطاب کا مقابلہ

لیکن حضرت عمر بن الخطاب ـــــ ابوسفیان کی بات کے سنتے ہی اپنے آپ پر قابو نہ رکھ سکے اور کہنے لگے ـــــ اے دشمن خدا، جن لوگوں کا تو نے ذکر کیا ہے وہ زندہ ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اس چیز کو تیرے لیئے باقی رکھا ہے جو تجھے دکھ دیتی رہے گی[2]۔

پس جب ابوسفیان نے حضرت عمر کی آواز سنی تو اس نے آپ سے مقابلہ کرنا چاہا اور کہنے لگا اے عمر میری طرف آؤ۔ اور جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہوا کہ ابوسفیان، حضرت عمر کا مقابلہ کرنا چاہتا ہے تو آپ نے حضرت عمر سے فرمایا اس کے پاس جاؤ اور اس کا حال دیکھو[3] ـــــــ

پس حضرت عمر (باوجودیکہ ان کے درمیان جنگی حالت قائم تھی) اس کے پاس گئے اور جب دونوں ایک دوسرے سے ملے تو ابوسفیان نے کہا اے عمر میں آپ

---

[1] زاد المعاد جلد ۲ صفحہ ۲۲۷، [2] سیرت حلبیہ جلد ۲ صفحہ ۳۹۔ [3] البدایۃ والنہایۃ جلد ۴ صفحہ ۳۸

کو اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کیا ہم نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کر دیا ہے ؟ حضرت عمرؓ نے کہا قسم بخدا نہیں اور وہ اس وقت بھی تمہاری باتیں سن رہے ہیں، ابوسفیان نے کہا، اے عمرؓ آپ میرے نزدیک ابن قمئہ سے زیادہ راستباز ہیں اور ابن قمئہ نے ہی مشرکین کو یہ تصور دیا تھا کہ اس نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دیا ہے اور یہ واقعہ یوں ہے کہ اس نے حضرت مصعبؓ[1] بن عمیر کو قتل کیا اور آپ خاص طور پر جب ہتھیار لگاتے تو رسول اللہ علیہ وسلم کے مشابہ ہوتے تھے

ابوسفیان کا مثلہ کے متعلق مسلمانوں سے معذرت کرنا

بعض مشرکین نے، مسلمانوں کے شہداء کے جثوں کا جو تشویہ و تمثیل (بگاڑ اور مثلہ) کیا تھا اس کے معلوم ہونے پر ابوسفیان نے (ایک ذمہ دار سالار کی طرح) مسلمانوں سے معذرت کی اور اس نے پہاڑ کی چوٹی سے اپنی یہ معذرت ان تک پہنچائی اس نے کہا۔

تم اپنے مقتولین میں مثلہ کیئے ہوئے مقتول بھی پاؤ گے میں نے اس کا حکم نہیں دیا اور نہ اس نے مجھے خوش کیا ہے[2]

اور جب ابوسفیان نے اپنی فوج کے ساتھ واپسی کا ارادہ کیا تو اس نے بدر کی مڈبھیڑ میں مسلمانوں سے وعدہ کیا تھا کہ اگلے سال ملاقات ہوگی یعنی اس سال جس میں اُحد کا معرکہ ہوا اور مسلمانوں نے اس سے اس بات پر اتفاق کیا اور یہ وعدہ آخری بات تھی جو ابوسفیان نے معرکہ اُحد کے بعد پہاڑ کی چوٹی سے مسلمانوں تک پہنچائی۔

مکی فوج کی ریٹائرمنٹ

ابن اسحاق کا بیان ہے کہ جب ابوسفیان واپس لوٹا تو اس نے آواز دی کہ تمہارے بدر کی وعدہ گاہ

---

[1] آپ کے حالات ہماری کتاب غزوہ بدر میں بیان ہو چکے ہیں۔

[2] سیرت حلبیہ جلد ۲ صفحہ ۲۷ طبع البہی ۱۳۴۹ھ

آئندہ سال ہوگی، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک صحابی سے فرمایا کہو ہاں، وہ ہمارے اور تمہارے درمیان وعدہ گاہ ہے، اور اس ملاقات کے بعد ابوسفیان پہاڑ سے نیچے اُتر گیا اور اپنی فوج کے ساتھ مکہ واپس چلا گیا، اور اس طرح اُحد کے خوفناک اور خونریز معرکہ کی جس میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی آزمائش کی، آخری فصل ختم ہوگئی اور اس کے شدائد و مصائب نے طیب اور خبیث میں امتیاز کر دیا۔

(ما کان اللہ لیذر المومنین علی ما انتم علیہ حتی یمیز الخبیث من الطیب[1])

اللہ مومنین کو اس حالت میں چھوڑنے کا نہیں جس میں تم ہو حتیٰ کہ وہ خبیث کو طیب سے الگ کر دے گا۔

دشمن کی حرکات کی نگرانی

منطقہ اُحد سے مکی فوج کے مارچ کرنے اور ریٹائرمنٹ کرنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی بن ابیطالب کو بلایا کہ وہ معلومات حاصل کرنے کی کارروائی کریں اور آپؐ نے انہیں مکی فوج کے پیچھے جانے اور اس کی حرکات کی نگرانی کرنے کا حکم دیا نیز یہ کہ وہ کہاں جاتی ہے ــــــ کیا وہ مدینہ (جو میدان کارزار سے دو میل سے زیادہ فاصلے پر نہ تھا) کی طرف اس پر اچانک حملہ کرنے کو جاتی ہے یا مکہ کی طرف جاتی ہے؟

اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک تجربہ کار اور واقف کار سالار کی طرح) اپنے جنگی بورڈ کے ارکان کو تاکید کی کہ اگر مشرکین گھوڑوں پر سوار ہوں اور اونٹوں کو کوتل لے جائیں تو وہ مدینہ پر حملہ کرنا چاہتے ہیں اور اگر وہ گھوڑوں کو کوتل لے جائیں اور اونٹوں پر سوار ہوں تو وہ مکہ واپس جانے کا عزم کیے ہوئے

---

[1] آل عمران ۱۷۹

ہیں۔

پھر آپ نے اپنی فوج کو اطلاع دی کہ اگر اس نے یہ عزم کیا تو آپ مکی فوج سے مقابلہ کرنے اور اس کے اور مدینہ کے درمیان حائل ہونے کا مصمم ارادہ کیئے ہوئے ہیں۔

مگر حضرت علی نے ـــــــ اپنی معلوماتی کارروائی کے بعد ـــــــ واپس آکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا کہ مشرکین گھوڑوں کو کوتل لے جا رہے ہیں اور اونٹوں پر سوار ہیں اور مکہ کی طرف جا رہے ہیں۔

ابن اسحاق کا بیان ہے کہ پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی بن ابی طالب کو بھیجا اور فرمایا ـــــ قوم کے پیچھے جاؤ اور دیکھو وہ کیا کرتے ہیں اور کیا چاہتے ہیں؟ اگر وہ گھوڑوں کو کوتل لے گئے اور اونٹوں پر سوار ہوئے تو وہ مکہ جانا چاہتے ہیں اور اگر وہ گھوڑوں پر سوار ہوئیں اور اونٹوں کو پیچھے چلائیں تو وہ مدینہ جانا چاہتے ہیں اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اگر انہوں نے مدینہ کا ارادہ کیا تو میں ان کی طرف جاؤں گا اور اس میں ان سے جنگ کروں گا۔[1]

حضرت علی کا بیان ہے کہ میں ان کے پیچھے گیا تاکہ دیکھوں کہ وہ کیا کرتے ہیں، وہ گھوڑوں کو کوتل لے گئے اور اونٹوں پر سوار ہوئے۔ اور مکہ کی طرف چلے گئے۔

ابوسفیان نے مدینہ پر کیوں اچانک حملہ نہیں کیا

(مکی فوج کے میدان کارزار سے واپس جاتے کے وقت) مدینہ مکمل طور پر کھلا تھا اس لیے کہ وہ اس اسلامی فوج سے خالی تھا جو ابھی تک (اس گھڑی تک) میدان کارزار میں موجود تھی اور مشرکین کی ریٹائرمنٹ کے وقت مدینہ میں صرف عورتیں، بچے اور وہ لوگ موجود

---

[1] سیرت ابن ہشام جلد ۲ صفحہ ۹۴ طبع الحلبی ۱۳۷۵ھ

تھے جنہیں جنگ کی سکت نہ تھی، یہ بڑا مناسب موقع تھا کہ ابوسفیان اپنی فاتح فوج کے ساتھ مدینہ پر قبضہ کرنے کے لیئے اس پر حملہ کر دیتا۔ یا اس سے کچھ غنائم حاصل کرنے اور بعض قیدیوں کو حاصل کرنے کے لیئے حملہ کر دیتا کیونکہ معرکہ اُحد میں وہ یہ کام نہ کر سکا تھا۔

بلاشبہ ابوسفیان اور اس کی فوج کے سالاروں نے اس موقع سے فائدہ اٹھانے اور اس میں مدینہ پر حملہ کرنے کے بارے میں غور و فکر کیا خصوصاً اس لیئے کہ وہ مکمل طور پر کھلا اور اسلامی فوج سے خالی شہر تھا لیکن واقعہ اس کے برخلاف ہوا اور وہ یوں کہ مکی فوج نے میدان کارزار سے بغیر اس کے کہ وہ مدینہ پر قبضہ کرنے کے لیئے اپنے دل میں شجاعت پائے، مکہ کی جانب ریٹائرمنٹ کرنے میں جلدی کی، حالانکہ مدینہ اس سے چند قدم کے فاصلے پر تھا اس نے اس سے متعرض ہونا بھی نہیں چاہا، پس اس سنہری موقع کے میسر آنے کے باوجود، مکی فوج کی کمان کے مدینہ کے ساتھ جنگ کرنے سے بزدلی دکھانے اور مکہ کی طرف واپس جانے میں کیا راز ہے؟

حقیقی سبب

حقیقت یہ ہے کہ مشرکین (واقعی) اپنی فوج کو مدینہ پر حملہ کرنے کی اُلجھن میں نہ ڈالنے کا پورا حق رکھتے ہیں اور سالار عام ابوسفیان نے فوجی نقطہ نگاہ سے کوئی غلطی نہیں کی اور مدینہ پر حملہ سے صرف نظر کر کے اس نے صحیح راہ سے پہلو تہی نہیں کی جیسا کہ بعض (فوجی نقطہ نگاہ سے) ایسا سمجھتے ہیں۔

بلکہ ابوسفیان نے اپنے اس عمل سے ثابت کر دیا ہے کہ وہ ان فوجی سالاروں سے ہے جو سلیقت سے دور ہوتے ہیں اور فریب کے داعی کی بات نہیں مانتے اور نہ ہی انہیں سرسری فتوحات کا نشہ اوچھا بنا دیتا ہے اور وہ ان سالاروں میں سے ہے جو

اعمال کے نتائج کا ان کی آمد سے قبل اندازہ کر لیتے ہیں۔

ابو سفیان کو منطقہ اُحد سے ریٹائرمنٹ کے وقت پوری طرح معلوم تھا کہ اس وقت ایسی کوئی چیز موجود نہیں جو اس کے اور مدینہ پر حملہ کے درمیان حتی کہ اس پر قبضہ کے درمیان حائل ہو سکے کیونکہ اس وقت اس کی فوج، مدینہ اور اس کی فوج کے درمیان جو ابھی تک احد کے میدان کارزار میں اپنے مقتولین کے دفن کرنے اور اس کے زخمیوں کی مدد کرنے میں مشغول تھی، حائل تھی۔

لیکن ابو سفیان (اس حقیقت کے ادراک کے پہلو) اپنے دل کی گہرائی سے (ذمہ دار سالار کی طرح) جانتا تھا کہ اس کے مدینہ پر حملہ کرنے میں جو لڑائی ہوگی وہ مکی فوج کی ہلاکت یا برائے نام فتح کی قیمت کے ضائع کرنے کا سبب بن جائے گی جو اسے معرکہ کے آخر میں تیراندازوں کے اپنے سالار کی حکم عدولی کے باعث حاصل ہوئی تھی۔

مکی فوج کے سالار کو مکمل یقین تھا کہ معرکہ کے آخر میں مشرکین کو مسلمانوں پر جو فتح حاصل ہوئی ہے وہ مکی فوج کی جانبازی اور اس کے صبر و ثبات کا نتیجہ نہیں، وہ ایک غلطی کا نتیجہ تھی جو ان کے مخالف نے کی تھی ...... اس غلطی کے پیدا کرنے میں مشرکین کا کوئی ہاتھ نہ تھا یہ قبیح غلطی (جو تیراندازوں کی غلطی تھی) دقیق اور حکیمانہ منصوبے میں جس کے بموجب مسلمانوں نے جنگ کا پانسہ پلٹ دیا تھا۔ بڑی خرابی کا باعث بن گئی۔ جس نے جنگ کی رفتار میں اس خوفناک اور اچانک تبدیلی تک پہنچا دیا جو مشرکین کے خوشی کا باعث تھی۔

۱۔ ان پر نازل ہونے والی ہزیمت کے سیلاب کو روکنا۔

۲۔ مسلمانوں کو زبردست جانی نقصان پہنچانے کی قوت پانا۔

۳۔ مسلمانوں کو معرکہ کے پہلے مرحلے میں جو فیصلہ کن فتح حاصل ہوئی اسے ضائع کرنا

۴۔ ظاہری طور پر مشرکین کو غالب فاتح موقف میں قائم کرنا۔

ابوسفیان کو معلوم تھا کہ اگر تیر اندازوں کا دستہ جو وقت مقررہ سے قبل اپنی جگہ سے ریٹائرمنٹ کر آیا تھا اس شنیع غلطی کا مرتکب نہ ہوتا تو ان چاروں باتوں میں سے کچھ بھی نہ ہوتا ۔

جس بات نے ابوسفیان کو (اس وقت) مدینہ پر حملہ کرنے سے روکا اور معرکہ کے آخری مرحلہ میں اس کی فوج کو جو فتح حاصل ہوئی تھی اس سے فریب کھانے والا نہ بنایا؛ وہ اس کا یقین تھا کہ اس قسم کی فتح کے عناصر اسلامی فوج میں موجود نہ تھے۔ اور یہ فتح اسلامی فوج کے ایک حصے کی غلطی کے نتیجے میں حاصل ہوئی تھی اور اس قسم کی غلطی کی تکرار کی کوئی ضمانت نہ تھی کہ جب مکی فوج مدینہ پر حملہ کرے گی تو اُسے اس قسم کی فتح حاصل ہوگی خصوصاً اس لیے کہ اس فوج کی حالت کمزوری اور تھکاوٹ کے لحاظ سے مدنی فوج سے اچھی نہ تھی ۔

مدنی فوج نے (باوجود اپنی چھوٹائی کے) مکی فوج کو (باوجود اس کی بڑائی کے) جو خوفناک ہزیمت دی اس کی پرچھائیاں ہمیشہ سالار عام ابوسفیان کے سامنے رہیں اور اُسے یقینی طور پر علم تھا کہ اس اچانک اور غیر متوقع فتح کے باوجود جو تیر اندازوں کی غلطی سے اُسے حاصل ہوئی تھی، ہمیشہ مسلمانوں کا خوف اور رعب اس ہزیمت کے بعد جو مسلمانوں نے انہیں دی تھی، مشرکین کی فوج کے دلوں پر چھایا رہے گا اگر تیر اندازوں کی غلطی نہ ہوتی اللہ انہیں معاف فرمائے تو مسلمانوں کو حاصل ہونے والی فتح مکہ تک منتہی ہوتی ۔

اس لیے ابوسفیان یقین کی مانند اس بات پر قائم تھا کہ اگر اس نے مدینہ پر حملہ کیا تو اس جنگ کا نتیجہ صرف تباہ کن شکست ہوگا اس لیے کہ مدنی فوج مشرکین کے درپے ہو جائیں گی اور انہیں مدینہ کے اندر ایسی ضرب لگائے گی جو قریش کی شہرت کو آخر تک ختم کر دے گی ۔

اس طرح ابوسفیان نے صرف مدینہ پر حملہ کرنے ہی سے صَرفِ نظر نہیں کیا بلکہ اس نے فرار کی مانند ریٹائرمنٹ کی کیونکہ وہ اپنی بھاری بھرکم فوج کے ساتھ ایک دن میں چالیس میل سے زیادہ فاصلہ طے کر گیا گویا اُسے خوف تھا کہ اگر اس نے اپنی ریٹائرمنٹ میں سستی کی (یا اپنی فوج کے ساتھ مدینہ کے قریب کسی جگہ پڑاؤ کیا) تو مسلمان اپنے پراگندہ لوگوں کو جمع کریں گے اور اُسے معرکہ میں شامل ہونے پر مجبور کریں گے اور اس میں فتح مسلمانوں کی حلیف ہوگی۔ (جنہوں نے معرکہ احد میں شکست کے باوجود اس کی فوج کے دلوں میں، خوف کی شکل گرہیں ڈال دی تھی جسے انہوں نے معرکہ کے پہلے مرحلہ میں محسوس کیا تھا جب انہوں نے مشرکین کے علمبرداروں کو مکمل طور پر فنا کر دیا تھا پھر انہوں نے جنگ کے آغاز میں (خوفناک طریق سے) انہیں تباہ کن شکست دی تھی اور عملاً ابوسفیان نے جو اندازہ کیا تھا اور جس بات سے وہ ڈرا تھا وہ رونما ہوگئی اور معرکہ احد میں جنگ کے ختم ہونے سے پندرہ گھنٹوں سے بھی کم وقت کے بعد اسلامی فوج کو (جس نے خاص طور پر معرکہ میں حصّہ لیا تھا) نبوی احکام ملے کہ وہ مکہ کی لڑنے والی فوج کے تعاقب کیلئے حرکت کرے جیسا کہ ہم اس کتاب میں حمراء الاسد کے دستہ کی گفتگو میں اسے مفصل بیان کریں گے، انشاءاللہ

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقتولین اور مجروحین کو تلاش کرنا

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ یقین حاصل کرنے کے بعد کہ مشرکین مدینہ سے جنگ کرنے سے روک گئے ہیں

معرکہ کے نتائج کی تحقیق کرنے اور اپنے شہید ہونے والے صحابہ کے متعلق معلومات حاصل کرنے کی طرف متوجہ ہوگئے، آپؐ اور آپ کے ساتھ مسلمان بھی اپنی پہاڑی پناہ گاہ سے شہید ہونیوالے صحابہ کے حالات پر غور کرنے اور جن زخمیوں کو بچانا ممکن ہے ان کو بچانے اور جو لوگ وفات پا گئے ہیں ان کی تجہیز و تکفین کرنے اور انہیں ان کے آخری ٹھکانے

میں چھوڑنے کیلئے باہر نکلے۔

حضرت سعد بن الربیع

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص طور پر مشہور جانباز حضرت سعد[1] بن الربیع کے انجام کو معلوم کرنے کا حکم دیا آپ انصار کے مشہور قائدین میں تھے (کہ کیا آپ زندوں میں ہیں یا مُردوں میں ہیں؟) پس اس مہم کیلئے حضرت محمد بن مسلمہ انصاری تیار ہوئے جو حضرت سعد بن الربیع کا انجام معلوم کرنے کے لیئے اس جگہ چلے گئے جہاں گھمسان کا رن پڑا تھا اسی دوران میں کہ وہ میدان کارزار کے اطراف میں گھوم رہے تھے کہ آپ نے جانباز سعد کو اپنے خون میں لت پت پایا آپ کے زخموں سے بکثرت خون بہہ رہا تھا (اور آپ آخری سانسوں پر تھے)

حضرت محمد بن مسلمہ نے ان پر جھک کر انہیں بتایا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص

---

[1] سعد بن الربیع بن عمرو بن ابی زہیر خزرجی انصاری، آپ اسلام کے سابقون میں سے ہیں، آپ ہجرت سے قبل منیٰ میں معاہدہ عقبہ میں شامل ہوئے اور آپ ان رؤسا میں سے ایک تھے جنہوں نے اپنی قوم سے اس معاہدہ کی مضبوطی کا ذمہ لیا تھا، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے اور حضرت عبدالرحمن بن عوف کے درمیان ہجرت کے وقت مواخات کروائی۔ حضرت سعد، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ معرکہ بدر میں شامل ہوئے، آپ وفادار صحابہ کرام میں سے تھے آپ کو اُحد کے روز، بارہ قاتل زخم لگے اور حضرت ابوبکر صدیق آپ سے بہت محبت کرتے تھے، طبرانی نے روایت کی ہے کہ ام سعد بنت سعد بن الربیع حضرت ابوبکر کے دور خلافت میں آپ کے پاس آئیں تو آپ نے ام سعد کے لیئے اپنا کپڑا ڈال دیا حتیٰ کہ آپ اس پر بیٹھ گئیں حضرت عمر آئے تو آپ نے حضرت ابوبکر سے پوچھا تو آپ نے فرمایا یہ اس شخص کی بیٹی ہے جو مجھ سے اور تجھ سے بہتر تھا، حضرت عمر نے پوچھا اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ! وہ کون ہے؟ آپ نے فرمایا وہ شخص جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں فوت ہوا اور اس نے جنت میں اپنی جگہ بنائی اور میں اور تم باقی رہ گئے۔

طور پر انہیں آپ کا حال معلوم کرنے اور آپ کے انجام سے واقفیت حاصل کرنے کے لیے بھیجا ہے، حضرت سعد نے (ایسی آواز سے جو آپ سن نہ سکتے تھے)
قاتل زخم سے جو آپ کو لگا ہے اہل دنیا میں شمار نہیں ہوتے پھر آپ نے جان دیدی۔

عقائد یوں ہیرو بناتے ہیں

اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ حضرت سعد بن ربیع نزع کی تکلیف میں بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے غم کو اور آپ کو جو ناگوار صورت حال پیش آئی اُسے نہیں بھولے' آپ نے (اس وقت بھی جب کہ آپ دنیا کو چھوڑ رہے تھے) اپنی بیوی اور اپنی اولاد کے متعلق نہیں سوچا آپ صرف رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے انجام کے بارے میں سوچتے رہے اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کی عظیم محبت نے آپ کو سب کچھ (حتیٰ کہ اپنی جان بھی) بھلا دیا اور اسی کیفیت میں آپ دنیا کو چھوڑ گئے۔ آپ کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق شدید خوف تھا اور آپ اس بات کے شدید خواہش مند تھے کہ آپ کو کوئی گزند نہ پہنچے۔

اور اس امر پر اس سے بڑھ کر دلالت کرنے والی بات کوئی نہیں کہ قبل اس کے کہ آپ کی روح اپنے خالق کی طرف پرواز کرے آپ نے حضرت محمد بن مسلمہ کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ایک پیغام دیا جو محبت، اخلاق اور وفا سے پُر تھا اسی طرح آپ نے اپنی قوم انصار کے نام بھی آپ کو پیغام دیا جس میں انہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دفاع میں سہل انگاری کرنے سے انتباہ کیا اور انہیں بتایا کہ جب ان کے نبی کو گزند پہنچا اور ان کا ایک شخص بھی زندہ ہوا تو اللہ تعالیٰ ان کے عذر کو ہرگز قبول نہیں کرے گا ان دو پیغامات کے لکھوانے کے بعد آپ کی روح اپنے خالق کے حضور حاضر ہو گئی۔

ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ لوگوں نے اپنے مقتولین کا قصد کیا تو رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا کون شخص میرے لیئے دیکھے گا کہ سعد بن الربیع نے کیا کیا ہے کیا وہ زندوں میں ہے یا مُردوں میں ہے۔ انصار کے ایک شخص نے کہا ـــــ سہیلی کا قول ہے کہ وہ حضرت محمد بن مسلمہ تھے ـــــ یا رسول اللہ میں آپ کے لیئے دیکھوں گا کہ سعد نے کیا کیا ہے آپ نے دیکھا تو انہیں زخمی پایا اور آپ زندگی کے آخری سانس لے رہے تھے، راوی بیان کرتا ہے میں نے آپ سے کہا مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ میں دیکھوں کہ آپ زندوں میں ہیں یا مردوں میں ہیں ؟

آپ نے فرمایا، میں مُردوں میں ہوں، میری طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام پہنچا دینا، اور آپ سے عرض کرنا، سعد بن الربیع آپ سے کہتا ہے اللہ آپ کو ہماری طرف سے وہ بہترین جزا دے جو اس نے کسی نبی کو اس کی اُمت کی طرف سے دی ہے اور اپنی قوم انصار کو بھی میری طرف سے سلام پہنچانا اور انہیں کہنا، سعد بن الربیع تمہیں کہتا ہے اگر تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھنے والی آنکھ بھی بچی تو اللہ کے ہاں تمہارا کوئی عذر نہ ہوگا، حضرت محمد بن مسلمہ کا بیان ہے کہ پھر میں آپ کے پاس ہی رہا حتیٰ کہ آپ فوت ہو گئے ـ راوی کا بیان ہے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر آپ کو ان کا حال بتایا۔

حقیقت یہ ہے کہ جس فوج کے جوان، یقین و ایمان اور جانبازی میں حضرت سعد بن الربیع کی سطح پر ہوں ان سے معرکوں میں معجزات کی مانند کارنامے کرنا مستبعد نہیں اور وہ ایسی فتوحات کرتے ہیں جنہیں جاہل لوگ ان جوانوں کی طاقت کے مطابق ایسے افسانے خیال کرتے ہیں جن کی تصدیق نہیں جا سکتی۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا سب سے زیادہ غصّے دلانے والا موقف

مقتولین کی تلاش کے دوران رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا حضرت حمزہ بن

لہ سیرت ابن ہشام جلد ۲ صہ ۹۵ طبع الحلبی ۱۳۷۵ھ

عبدالمطلب کو تلاش کیا تو آپ نے انہیں وادی قناۃ کے نشیب میں پایا مشرکین نے نہایت بُری طرح آپ کا مثلہ کیا تھا یعنی آپ کا پیٹ کھلا ہوا تھا اور آپ کے پہلوؤں سے غصہ ٹھنڈا کرنے کے لیے آپ کا جگر نکال لیا گیا تھا اور یہ ایک خوفناک منظر تھا جس سے بڑھ کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دردمند کرنے والا اور کوئی منظر نہیں ہو سکتا (جیسا کہ خود آپ نے اس کی صراحت کی ہے) حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا اور آپ کے رضاعی بھائی تھے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ آپ معرکوں میں ہزاروں کے مقابلہ میں شمار ہوتے تھے اور آپ دانائی، بہادری اور شرافت کا ایک اعلیٰ نمونہ تھے اور جب جنگ کے شعلے بھڑکتے تو آپ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بازو ہوتے اور (حضرت حمزہ کے قتل کے روز) اسلام کو اس قسم کے بہادر لیڈروں کی بہت ضرورت تھی کیونکہ فوجی خطرات، اسلام کی نئی دعوت کو ہر طرف سے گھیرے ہوئے تھے۔

حقیقت یہ ہے کہ اس روز حضرت حمزہ کا قتل ہونا مسلمانوں کے لیے بہت بڑا فوجی نقصان تھا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جس قدر دکھ اس روز پہنچا جس روز آپ اپنے شہید اور جانباز چچا کے جسّہ کے پاس کھڑے تھے اس قدر دکھ آپ کو کبھی نہیں پہنچا۔

ابن اسحاق کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم (میری اطلاع کے مطابق حضرت حمزہ کی تلاش میں) باہر نکلے تو آپؐ نے انہیں وادی کے نشیب میں پایا، آپ کا پیٹ چاک کر کے اس سے جگر نکال لیا گیا تھا اور آپ کا مثلہ کیا گیا تھا اور آپ کا مثلہ کیا گیا تھا اور آپ کی ناک اور کان کاٹ دیئے گئے تھے آپؐ نے انہیں بُری طرح مسخ کیے ہوئے پایا اور فرمایا ——— مجھے تیرے جیسے شخص کی کبھی تکلیف نہ ہوگی اور میں اس سے زیادہ غصہ دلانے والے موقف پر کھڑا نہیں ہوا۔[1]

پھر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا...... اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے کسی میدان

---

[1] سیرت ابن ہشام جلد ۲ صفحہ ۹۶ طبع الحلبی ۱۳۷۵ھ

جنگ میں قریش پر غلبہ دیا تو میں ان کے تیس آدمیوں کا مثلہ کروں گا۔
اور جب مسلمانوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس غم و غیظ کو دیکھا جو آپ کو اس شخص پر تھا جس نے آپ کے چچا سے جو کرنا تھا کیا، تو وہ کہنے لگے اگر اللہ تعالیٰ نے کبھی ہمیں ان پر فتح دی (یعنی قریش پر) تو ہم ان کا یوں مثلہ کریں گے کہ عربوں میں سے کسی کا ایسا مثلہ نہ کیا گیا ہو گا۔[1]

پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی جس میں قریش کو دھمکایا کہ

وان عاقبتم .... ولا تك فی ضیق مما یمکرون[2]

اور اگر تم سزا دو تو اتنی ہی دو جتنی تمہیں دی گئی ہے اور اگر تم صبر سے کام لو تو یہ صابرین کے لیے بہتر ہے اور تو صبر کر اور تیرا صبر اللہ کی مدد سے ہے اور تو ان کا غم نہ کر اور جو وہ تدابیر کرتے ہیں ان سے تنگی میں نہ پڑ۔

اور اس آیت کے نزول کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اس عزم سے باز آ گئے جو آپ نے دشمن کے مقتولین کے مثلہ کرنے کے متعلق کیا ہوا تھا۔ پھر آپ نے معاف کر دیا اور صبر سے کام لیا بلکہ ہر قسم کے مثلہ سے منع کر دیا خواہ وہ کسی کا بھی ہو۔

حضرت حسن بن سمرۃ بن جندب سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی کسی مقام پر کھڑے ہوئے اور اسے چھوڑا تو ہمیں صدقہ کرنے کا حکم دیا اور مثلہ کرنے سے منع کیا۔[3]

مجھے اسکی عقل کے کھو جانے کا خوف ہے

اور حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب[4] (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی اور حضرت حمزہ شہید کی سگی ہمشیرہ) اپنے بھائی کی تلاش میں نکلیں اور جو

---

[1] البدایۃ والنہایۃ جلد ۴ صفحہ ۴۰ ، [2] النحل ۱۲۷ ، [3] سیرت ابن ہشام جلد ۳ صفحہ ۹۶

[4] آپ کے حالات اس کتاب کے آغاز میں بیان ہو چکے ہیں۔

سلوک ان سے ہوا تھا اس کی اطلاع آپ کو مل چکی تھی اور آپ کو اپنے سگے بھائی حضرت حمزہ سے جو عظیم محبت تھی اس کا علم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی تھا اس لیئے آپ کو خدشہ ہوا کہ اگر اس نے اپنے بھائی کے بُری طرح مسخ شدہ اور مثلہ کیئے ہوئے جثے کو دیکھا تو اس کی عقل کھو جائیگی، آپؐ نے ان کے بیٹے (حضرت زبیر بن العوام) سے اپیل کی کہ وہ انہیں مدینہ واپس کرنے کی کوشش کریں تاکہ وہ اس مصیبت کو نہ دیکھیں جو ان کے بھائی پر نازل ہوئی ہے۔ پس آپ کے بیٹے حضرت زبیر نے آپ سے ملاقات کر کے کہا اے میری ماں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ آپ کو واپس جانے کا حکم دیتے ہیں وہ پوچھنے لگیں ..... کیوں؟ مجھے اطلاع مل چکی ہے کہ میرے بھائی کا مثلہ کیا گیا ہے اور یہ اللہ کی راہ میں ہے جو کچھ ہوا ہم اسے پسند نہیں کرتے میں ضرور انشاء اللہ صبر و تحمل سے کام لوں گی۔ حضرت زبیر نے واپس آکر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت صفیہ کی بات سے آگاہ کیا تو آپ نے فرمایا اس کا راستہ چھوڑ دو، تو وہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف چل پڑیں اور جب آپؐ نے انہیں دیکھا تو فرمایا کہ مجھے اس کی عقل کے کھو جانے کا خوف ہے[1] کیونکہ انہیں اپنے سگے بھائی حضرت حمزہ سے جو شدید محبت تھی آپ اس سے آگاہ تھے، پس جب وہ آپ کے پاس آئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ ان کے سینے پر رکھا (وہ آپ کی پھوپھی تھیں) اور ان کے لیئے دعا کی تو انہوں نے انا للہ وانا الیہ راجعون کہا اور رو پڑیں۔

اور آپ کے بیٹے حضرت زبیر بن العوام، آپ کے اور آپ کے بھائی کی دید کے درمیان آپ پر شفقت کے باعث حائل ہونے کی کوشش کرتے رہے کیونکہ آپ بڑی اور عمر رسیدہ ہو چکی تھیں لیکن آپ نے کہا میں انہیں دیکھے بغیر واپس نہیں جاؤں گی پس جب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنے بھائی حضرت حمزہ کے جثے کو

---

[1] سیرت حلبیہ جلد ۲ صـ۲۴۰ طبع الحلبی ۱۳۴۹ھ

دیکھنے کی اجازت دی تو انہوں نے ایک خوفناک جگر پاش منظر دیکھا، آپ نے اپنے جانباز نوجوان بھائی کو مٹی میں لتھڑے دیکھا، بت پرستانہ کینہ کے ہاتھ نے آپ کا پیٹ پھاڑ دیا تھا اور آپ کی ناک اور کان کاٹ دیئے تھے، آپ کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے آپ رو پڑیں اور دوسروں کو رلا دیا اور اپنے بھائی کے لیئے (مومنانہ سکون اور مسلمانانہ ثبات کے ساتھ) دعائے مغفرت کی پھر واپس چلی گئیں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے رونے کی وجہ سے روتے رہے۔

حضرت ابن مسعود کا بیان ہے کہ ہم نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی پر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر روتے نہیں دیکھا آپ نے انہیں قبلہ کی جانب رکھا پھر آپ کے جنازے پر کھڑے ہوئے اور روئے حتیٰ کہ آپ کی چیخ نکل گئی اور آپ غش کھا گئے[1]

مسلمانوں نے اپنے مقتولین کو کیسے دفن کیا

پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شہداء کو دفن کرنے کا حکم دیا اور ابن ہشام کی سیرتِ نبوی میں بیان ہوا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق، حضرت حمزہ کو چادر سے ڈھانپ دیا گیا پھر آپ کا جنازہ پڑھا اور سات تکبیریں کہیں پھر مقتولین کو لایا گیا اور وہ انہیں حضرت حمزہ کے پہلو میں رکھتے تو آپ نے ان کا اور آپ کا ان کے ساتھ جنازہ پڑھا حتیٰ کہ آپ نے آپ کی ۷۲ دفعہ نماز جنازہ پڑھی[2]۔

لیکن صحیح بات یہ ہے جس پر اہل علم فقہا، مفسرین اور اہلحدیث قائم ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی معرکہ کے شہید کی نماز جنازہ نہیں پڑھی نہ احد میں اور نہ کسی اور معرکے میں، آپ شہداء کو معرکہ کے کپڑوں میں (غسل اور نماز کے بغیر) دفن کرنے کا حکم دیتے تھے۔

---

[1] سیرت حلبیہ جلد ۲ صفحہ ۲۴۰، [2] جلد ۲ صفحہ ۹۹

غسل و نماز جنازہ کے بغیر شہداء کی تدفین

امام شافعی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ احادیث بیان ہوئی ہیں (گویا وہ متواتر وجوہ سے) یقینی ہیں کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُحد کے مقتولین کی نماز جنازہ نہیں پڑھی اور یہ جو روایت کی گئی ہے کہ آپ نے ان کی نماز جنازہ پڑھی اور حضرت حمزہ پر ستر تکبیریں کہیں درست نہیں اور صحیح بخاری میں لکھا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شہدائے احد کو ان کے خون سمیت دفن کرنے کا حکم دیا اور ان کی نماز جنازہ نہ پڑھی اور نہ انہیں غسل دیا گیا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ شہداء کو معرکہ کے کپڑوں میں دفن کیا جائے[1] پس انہیں لوہا اور چمڑا[2] اتارنے کے بعد ان میں کفن دیا گیا۔

حضرت حمزہ بن عبدالمطلب کو ان کی دھاریدار چادر کا کفن دیا گیا اور جب وہ اُسے آپ کے سر کی طرف کھینچتے تو آپ کے پاؤں ننگے ہو جاتے اور اگر پاؤں کی طرف کھینچے تو آپ کا سر ننگا ہو جاتا سو انہوں نے اُسے کھینچ کر آپ کے سر پر ڈال دیا اور آپ کی تکفین کو مکمل کرنے کیلئے آپ کے پاؤں پر حرمل ڈال دیا[3]۔

ایک قبر میں ایک سے زیادہ شہیدوں کو دفن کیا گیا

حضرت حمزہ بن عبدالمطلب کے ساتھ (ایک قبر میں) حضرت عبداللہ بن جحش اسدی کو دفن کیا گیا حضرت حمزہ ان کے ماموں تھے[4]

---

[1] البدایۃ والنھایۃ جلد ۴ صہ ۴۲ ، [2] یعنی اپنے جسم کی حفاظت کے لیے جو وہ آہنی زرہیں اور خود اور چمڑے کا لباس زیب تن کیے ہوتے تھے اُسے اتار کر انہیں ان کے کپڑوں کا کفن دیا گیا۔ ترجم ،

[3] سیرت حلبیہ ، [4] حضرت عبداللہ بن جحش کی والدہ ، امیمہ بنت عبدالمطلب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی اور حضرت حمزہ کی بہن ہیں اور حضرت عبداللہ بن جحش کو اُحد کے روز ابوالحکم بن الاخنس بن شریق نے قتل کیا تھا (جس کے باپ نے جنگ بدر میں ابوجہل سے پہلے معارضے کی قیادت کی تھی (باقی اگلے صفحہ پر)

اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خصوصی حکم دیا کہ حضرت عمرو بن الجموح[1] اور حضرت عبداللہ بن عمرو[2] بن حرام کو ایک قبر میں دفن کیا جائے یہ دونوں دنیا میں ایک دوسرے سے خالص محبت رکھتے تھے۔

(بقیہ حاشیہ) اور بنو زہرہ کے قبیلے کے ساتھ رابغ سے واپس مکہ آ گیا تھا اور ان میں سے کوئی شخص بھی معرکہ بدر میں شامل نہ ہوا تھا) اور ابوالحکم بھی احد کے روز کافر ہونے کی حالت میں مارا گیا۔

[1] عمرو بن الجموح (پہلے حرف کی زبر اور دوسرے حرف کی پیش کے ساتھ) بن زید بن حرام سلمی انصاری آپ انصار کے سادات میں سے تھے ابن الکلبی نے بیان کیا ہے کہ حضرت عمرو بن الجموح، انصار میں سے اسلام قبول کرنے والے آخری شخص تھے اور اپنی قوم کے سردار اور مشہور سخی تھے آپ ہی کے متعلق حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک انصاری سے فرمایا کہ (تمہارا سردار سفید رنگ اور گنگھریالے بالوں والا عمرو بن الجموح ہے) حضرت ابن الجموح بہت لنگڑے تھے ہم نے اس کتاب میں آپ کی تاریخ کے عمدہ واقعات بیان کیے ہیں۔

[2] عبداللہ بن عمرو بن حرام بن ثعلبہ انصاری خزرجی سلمی، مشہور صحابی حضرت جابر بن عبداللہ کے والد، یہ عبداللہ اسلام کے سابقون میں سے تھے، آپ بیعت عقبہ میں شامل ہوئے اور آپ ان نقباء میں سے ایک تھے جنہوں نے اپنی قوم کی طرف سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ معاہدہ کی پختگی کی ذمہ داری لی تھی آپ بدر میں شامل ہوئے اور آپ ہی نے عبداللہ بن ابی کے منافق ٹولہ کو جنہوں نے تمرد اختیار کیا تھا اور مدینہ واپس آ گئے تھے، نصیحت کرنے کی کوشش کی تھی حالانکہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ابھی اپنے احد کے راستے ہی میں تھے۔ اور اسی عبداللہ بن عمرو کے بارے میں ہی جب آپ احد میں قتل ہو گئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ (فرشتے ہمیشہ آپ کو اپنے پروں سے سایہ کیے رہے)

ان دونوں کو ایک قبر میں رکھو اور حضرت خارجہؓ[1] بن زید اور حضرت سعدؓ[2] بن الربیع کو ایک قبر میں دفن کیا گیا اور حضرت نعمانؓ[3] بن مالک اور عبد بنی الحسحاسؓ[4] کو ایک قبر میں دفن کیا گیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، دفن کی کارروائی میں شمولیت فرماتے تھے اور فرماتے تھے، (قبر کھود و اور وسیع کرو اور دو اور تین آدمیوں کو ایک قبر میں رکھو) نیز فرماتے تھے (ان لوگوں میں سے جو قرآن کو زیادہ جمع کرنے والا ہے اسے قبر میں اپنے اصحاب سے آگے رکھو)

---

[1] خارجہ بن زید بن ابی زہیر انصاری خزرجی، آپ جلیل القدر صحابی ہیں، بدر میں شامل ہوئے آپ حضرت ابوبکر صدیق کے خسر ہیں حضرت ابوبکر نے آپ کی بیٹی سے نکاح کیا اور انہیں حاملہ ہونے کی حالت میں چھوڑ کر فوت ہو گئے، خارجہ کو محارب جانبازوں میں شمار کیا جاتا ہے احد کے روز نیزوں نے آپ کو نوچ لیا اور آپ کو دس پندرہ زخم آئے، صفوان بن امیہ آپ کے پاس سے گزرا تو اس نے آپ کو پہچان لیا اور آپ کو مار کر آپ کا کام تمام کر دیا، پھر کہنے لگا اب میں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اصحاب کے اماثل (زیادہ فضیلت والے) کو قتل کر کے اپنے دل کو ٹھنڈا کیا ہے۔ میں نے خارجہ بن زید، اوس بن ارقم اور ابو نوفل کو قتل کیا ہے۔

[2] آپ کے حالات پہلے بیان ہو چکے ہیں۔

[3] نعمان بن مالک ثعلبہ انصاری، خزرجی، آپ جلیل القدر صحابی ہیں، بدر میں شامل ہوئے، آپ ہی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا تھا...... خدا کی قسم میں جنت میں ضرور داخل ہوں گا آپ نے پوچھا کس وجہ سے؟ آپ نے جواب دیا اس لیے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ اللہ کے رسول ہیں اور میں دشمن کی طرف بڑھنے والے لشکر سے نہیں بھاگتا آپؐ نے فرمایا تو نے درست کہا ہے۔

[4] میں آپ کے حالات سے مطلع نہیں ہو سکا۔

آپؐ کا مدینہ سے مقتولین کو واپس لانے کا حکم دینا

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی کہ کچھ لوگ اپنے مقتولین کو دفن کرنے کے لیے اٹھا کر مدینہ لے گئے ہیں، آپؐ نے حکم دیا کہ ان مقتولین کو واپس لایا جائے اور جہاں وہ قتل ہوئے ہیں ان کو وہیں دفن کیا جائے۔

اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خاص نمائندہ مدینہ کی طرف بھیجا اور اس نے (رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے) اعلان کیا کہ مقتولین کو ان کے ٹھکانوں پر واپس لے جاؤ پس اس نے دیکھا کہ وہ ایک کے سوا، سب کو دفن کر چکے ہیں تو انہوں نے اُسے واپس کر دیا اور اُسے میدان کارزار میں دفن کیا گیا۔

اور امام احمد نے روایت کی ہے کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میرا باپ اُحد میں شہید ہو گیا تو میری بہنوں نے اپنے اونٹ کے ساتھ مجھے اس کی طرف بھیجا اور کہنے لگیں، جا اور اس اونٹ پر اپنے باپ کو اٹھا کر لے آ اور اُسے بنی مسلمہ کے قبرستان میں دفن کر، آپ بیان کرتے ہیں کہ میں اور میرے مددگار اس کے پاس آئے تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اس کی اطلاع پہنچ گئی آپ اُحد میں بیٹھے ہوئے تھے آپؐ نے مجھے بلایا اور فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے، وہ اپنے بھائیوں کے ساتھ دفن ہوگا پس اُسے اپنے اصحاب کے ساتھ اُحد میں دفن کر دیا گیا۔

اسی طرح حضرت جابر سے یہ بھی روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ میں دیکھنے والوں میں شامل تھا کہ اچانک میری پھوپھی، میرے باپ اور ماموں کو لے کر آئی میں نے ان دونوں کو اونٹ پر برابر برابر کر کے سوار کیا تھا، پس وہ ان دونوں کو مدینہ لائی کہ انہیں ہمارے قبرستان میں دفن کرے کہ اچانک ایک شخص منادی

کرتے ملا ...... آگاہ رہو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تم کو حکم دیتے ہیں کہ تم اپنے مقتولین کو واپس لاؤ اور ان کے قتل ہونے کے مقامات پر انہیں دفن کرو پس ہم ان دونوں کو واپس لے گئے اور جہاں وہ قتل ہوئے تھے ہم نے انہیں وہاں دفن کر دیا[1]

اس سے اہل علم نے میت کو اٹھا کر اس علاقے میں دفن کرنے کی تحریم پر استدلال کیا ہے جس میں اس نے وفات نہیں پائی۔

راہ خدا میں شہید ہونے والے کے جسم کو زمین نہیں کھاتی

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے گواہی دی ہے کہ شہداء کو قیامت کے روز بغیر کسی تبدیلی کے اسی حالت میں اٹھایا جائے گا جس حالت میں وہ دفن ہوئے تھے۔

ابن اسحاق کا بیان ہے کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ اُحد کے مقتولین کو دیکھا تو فرمایا میں ان پر گواہ ہوں، جو بھی اللہ کے راستے میں زخمی ہوا ہے اللہ اسے قیامت کے روز اس حالت میں اٹھائے گا کہ اس کے زخم سے خون رواں ہوگا اس کا رنگ، خون کا ہوگا اور خوشبو، کستوری کی ہوگی[2]

اور یہ (عملاً) واقعہ ہو چکا ہے جو اس نبی اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کا مصدق ہے جو خواہش سے بات نہیں کرتے ابو داؤد، نسائی اور ترمذی نے حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ...... میں حضرت معاویہ بن ابی[3] سفیان کے دور خلافت میں تھا کہ میرے پاس ایک شخص آ کر کہنے لگا اے جابر بن عبداللہ قسم بخدا حضرت معاویہ کے عمال نے تیرے باپ کو تلاش کیا ہے اور وہ نمایاں ہو گیا ہے پس ایک پارٹی آپ کی طرف سے گئی اور میں بھی آپ کے پاس گیا تو میں نے آپ کو

---

[1] البدایۃ والنہایۃ جلد ۴ صفحہ ۴۳، [2] سیرت ابن ہشام جلد ۲ صفحہ ۹۸

[3] آپ کے حالات ہماری کتاب غزوہ بدر میں بیان ہو چکے ہیں۔

اسی حالت پر پایا جس میں میں نے آپ کو دفن کیا تھا اور کوئی تبدیلی نہیں ہوئی تھی
اور اسی طرح بیہقی نے حضرت جابرؓ سے روایت کی ہے کہ جب چالیس سال بعد حضرت معاویہ نے اُحد کے مقتولین کے پاس چشمہ جاری کیا تو ہم نے ان کے پاس جا کر ان سے مدد طلب کی پس ہم ان کے پاس آئے اور ہم نے انہیں نکالا اور حضرت حمزہ بن عبدالمطلب کے پاؤں کو کدال لگی تو خون تیزی سے ظاہر ہوگیا اور ابن اسحاق کی روایت میں ہے کہ ہم نے انہیں نکالا تو وہ یوں تھے گویا انہیں کل دفن کیا گیا ہے۔

اور اسی طرح واقدی نے حضرت جابرؓ سے جو روایت کی ہے اس میں ہے کہ ہم نے ان سے مٹی کھودی تو میں نے اپنے باپ کو اپنی قبر میں یوں پایا کہ وہ اپنی ہیئت پر سویا ہوا ہے اور ہم نے آپ کی قبر میں آپ کے پڑوسی حضرت عمرو بن الجموح کو بھی دیکھا آپ کا ہاتھ زخمی تھا اُسے ہٹایا گیا تو آپ کے زخم سے خون پھوٹ پڑا، بیان کیا جاتا ہے کہ ان کی قبور سے کستوری کی طرح خوشبو مہکتی تھی (رضی اللہ عنہم وارضاہم) یہ ان کے دفن ہونے سے ۴۶ سال بعد کا واقعہ ہے۔

معرکہ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعا

مسلمانوں کے اپنے مقتولین کے دفن سے فارغ ہونے کے بعد، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی فوج کے ساتھ مدینہ واپس جانے کا عزم کیا آپؐ جبل احد کے دامن میں اپنے گھوڑے پر کھڑے ہوئے اور مسلمانوں کو صف بندی کرنے کا حکم دیا تو انہوں نے آپ کے پیچھے صف بندی کرلی اور ان کی اکثریت زخمیوں کی تھی اور ان کے پیچھے عورتوں نے صف بندی کی اور وہ چودہ عورتیں تھیں پھر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
برابر برابر ہو جاؤ حتیٰ کہ آپ نے اپنے رب کی ثناء کی پس وہ برابر ہو گئے تو آپ

نے فرمایا۔

اے اللہ، حمد تیرے ہی لیئے ہے جسے تو کھوئے اُسے کوئی سمیٹنے والا نہیں اور جسے تو سمیٹے اسے کوئی کھولنے والا نہیں اور جسے تو گمراہ کرے اُسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں اور جسے تو ہدایت دے اُسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں اور جسے تو روک دے اُسے کوئی دینے والا نہیں اور جو تو دے اُسے کوئی روکنے والا نہیں اور جسے تو دور کرے اُسے کوئی قریب کرنے والا نہیں اور جسے تو قریب کرے اُسے کوئی دور کرنے والا نہیں

اے اللہ ہم پر اپنی رحمتیں، برکتیں فضل اور رزق کشادہ کر دے اے اللہ میں تجھ سے محتاجی کے روز، آسودگی اور خوف کے روز، امن مانگتا ہوں، اے اللہ تو نے ہمیں جو دیا ہے اور جو ہم سے روکا ہے میں اس کے شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں اے اللہ ایمان کو ہمارا محبوب بنا دے اور ہمارے دلوں میں اسے خوبصورت بنا دے اور کفر و فسق اور عصیان کو ہمارے لیئے ناپسندیدہ بنا دے اور ہمیں راہ راست پر چلنے والوں میں سے بنا، اے اللہ ہمیں مسلمان ہونے کی حالت میں موت دے اور مسلمان ہونے کی حالت میں زندہ رکھ اور ہمیں رسوا اور دیوانہ کیئے بغیر صالحین کے ساتھ شامل کر، اے اللہ ان کفار سے جنگ کر جو تیرے رسولوں کی تکذیب کرتے ہیں اور تیرے راستے سے روکتے ہیں۔

اور انہیں اپنا عذاب دے اے اللہ ان کفار سے بھی جنگ کر جنہیں کتاب دی گئی ہے سچے خدا[۱]

مقام شہداء کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گفتگو کرنا

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے راہ خدا میں قتل ہونے والے شہدا کے مقام اور اللہ کے ہاں ان کا جو عظیم درجہ

---

[۱] بخاری نے اسے الادب المفرد میں اور احمد نے اپنے مسند میں روایت کیا ہے۔

ہے اس کے متعلق گفتگو کی ہے، حضرت ابن عباس سے روایت کی گئی ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ

جب تمہارے بھائی احد میں مقتول ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی ارواح کو سبز پرندوں کے پیٹوں میں رکھا جو جنت میں نہروں پر آتے اور اس کے پھل کھاتے ہیں اور سونے کی قنادیل کی جو عرش کے سائے میں معلق ہیں پناہ لیتے ہیں پس جب انہوں نے اپنے خورد و نوش کی خوشگواری اور اپنے قیلولہ کی جگہ کی خوبصورتی کو دیکھا تو کہنے لگے کاش ہمارے بھائیوں کو علم ہوتا کہ اللہ نے ہمارے ساتھ کیا سلوک کیا ہے تاکہ وہ جہاد سے بے رغبت نہ ہوں اور نہ جنگ سے پیچھے ہٹیں۔

اللہ عزوجل نے فرمایا — میں تمہاری طرف سے انہیں یہ بات پہنچا دوں گا پس اللہ نے اپنے رسول پر یہ آیت نازل فرمائی

ولا تحسبن الذین قتلوا .... ان اللہ لا یضیع اجر المومنین [1]

(ترجمہ) جو لوگ راہ خدا میں مارے گئے ہیں انہیں مردہ نہ سمجھو بلکہ انہیں اپنے رب کے ہاں رزق دیا جاتا ہے اللہ نے اپنے فضل سے جو انہیں دیا ہے وہ اس سے خوش ہیں اور جو لوگ ابھی پیچھے سے انہیں نہیں ملے وہ ان سے خوش ہوتے ہیں کہ ان پر کوئی خوف نہ ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے وہ اللہ کے فضل و نعمت سے خوش ہوتے ہیں اور اللہ مومنین کے اجر کو ضائع نہیں کرے گا۔

محض وطنیت کے لیئے قتل ہونیوالوں کا انجام

یہ تو ان شہدائے اسلام کا انجام ہے جنہوں نے خدا کا بول بالا کرنے کے لیئے جنگ کی اور ان کے سوا، دوسرے جو اسلامی عقیدہ کے دائرہ سے باہر اور اس کی نصرت کے راستے کے علاوہ کسی اور راستے

---

[1] آل عمران ۱۶۹ تا ۱۷۱

پر جنگ کرتے ہیں ان کا انجام آخرت میں شہدائے اسلام کے انجام سے مختلف ہو گا۔ خواہ وہ اس فوج ہی میں شامل ہو کر مارے جائیں جس کی کمان رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کر رہے ہوں اور اس جھنڈے کے نیچے لڑیں جسے رسول نے باندھا ہو۔

یہ دو شخص اہل مدینہ میں سے ہیں اور جنہوں نے اُحد کے روز، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ، آپ کے جھنڈے تلے بہادروں کی طرح جنگ کی ہے لیکن اس کے باوجود یہ دونوں دوزخی ہیں۔

اور اس کا سبب یہ ہے کہ ان دونوں نے اسلامی عقیدے پر جنگ نہیں کی اور ان کی جنگ صرف وطنی اور قومی تھی اور جنگ میں ان کی شمولیت اپنی قوم کی نخوت اور اپنے وطن مدینہ کے دفاع کے لئے تھی، اس کے سوا اور کچھ نہ تھا۔

ان دونوں میں سے ایک تو مدینہ کے عربوں میں سے تھا جسے قزمان کہا جاتا تھا اور یہ مدینہ کے مشہور بہادروں میں سے تھا اور جب مسلمانوں نے اُحد میں مشرکین سے جنگ کرنے کا عزم کیا تو قزمان بھی مسلمانوں کے ساتھ نکلا اور ان کے ساتھ بہادروں کی طرح لڑا اور یہ مشرکین مکہ پر سخت ترین حملہ کرنے والوں میں سے تھا حتیٰ کہ اُحد کے روز اس اکیلے نے مشرکین کے گیارہ آدمیوں کو قتل کیا جن میں سے پانچ بنی عبدالدار کے سوار تھے (مکی فوج کے علمبردار)

مسلمانوں کی صفوں میں یہودی

دوسرا عربی الاصل، یہودی الدین تھا (بنی ثعلبہ کے یہود میں سے تھا) اس کا نام مخیریق تھا اس مخیریق کی رائے تھی کہ اس معاہدہ کی تنفیذ کے لیے جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور یہود کے درمیان طے پایا تھا جس کے بموجب یہود پر مسلمانوں کے ساتھ مل کر اس شخص سے جنگ کرنا واجب تھا جو یثرب پر حملہ آور ہو، دفاع مدینہ کے لئے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

کے ساتھ مل کر یہود کا لڑنا واجب ہے۔

سومخیریق نے اُحد کے روز، یہود کو مسلمانوں کے ساتھ مل کر جنگ کرنے کیلئے ہتھیار اٹھانے کی دعوت دی لیکن انہوں نے عذر کیا کہ یہ ہفتے کا دن ہے اور وہ اس میں جنگ نہیں کرتے مگر مخیریق نے ان کے اس عذر کو قبول نہ کیا اور کہنے لگا (آج تمہارے لیئے کوئی ہفتے کا دن نہیں) پھر اس نے اپنے ہتھیار اٹھائے اور مسلمانوں کی طرف سے لڑا حتیٰ کہ قتل ہو گیا جیسا کہ ہم ابھی تفصیل سے بیان کریں گے، انشاء اللہ

قزمان منافق کی شجاعت

ابن اسحاق نے بحوالہ عاصم بن عمر بن قتادہ بیان کیا ہے آپ بیان کرتے ہیں کہ .....

ہمارے پاس ایک مسافر آدمی تھا ہمیں معلوم نہ تھا کہ وہ کن میں سے ہے اسے قزمان کہا جاتا تھا اور وہ بڑا طاقتور اور جنگجو تھا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب اس کا ذکر ہوتا تو آپ فرماتے' وہ دوزخی ہے۔ جب اُحد کا روز آیا تو قزمان نے شدید جنگ کی، بیان کیا جاتا ہے کہ وہ پہلا شخص تھا جس نے مسلمانوں کی جانب سے میدان کارزار میں تیر چلایا اور وہ تیراندازی کرتا تھا گویا وہ ریت ہیں پھر اس نے تلوار سے بھی کارنامے کیئے۔

کہتے ہیں کہ (گھمسان کے رن کے وقت) وہ نراونٹ کی طرح بلبلاتا تھا اور مشرکوں نے اس سے خوف محسوس کیا۔

لادینی قومیت

ابن اثیر نے الکامل میں بیان کیا ہے کہ معرکہ اُحد میں اس قزمان کو بہت زخم آئے اور اسے اٹھا کر مدینہ میں اس کے گھر لایا گیا اور مسلمان اس کے پاس جا کر کہتے، قزمان خوش ہو جا وہ انہیں کہتا میں کس وجہ سے خوش ہو جاؤں؟ میں تو صرف اپنی قوم کے فخر و شرف کے لیئے لڑا ہوں اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت قتادہ نے قزمان سے کہا اے ابوالغیداق مجھے

شہادت مبارک ہو، اس نے کہا اے ابو عمر قسم بخدا میں نے دین پر جنگ نہیں کی میں صرف حفاظت کے طور پر لڑا ہوں کہ قریش آ کر ہمارے علاقے کو پامال کر دیں گے، مورخین نے بیان کیا ہے کہ جب قزمان کے زخم بڑھ گئے تو وہ خودکشی کر کے مر گیا اس نے اپنے ترکش سے ایک تیر لیا اور اس سے اپنے ہاتھ کی اندرونی رگوں[1] کو کاٹ دیا جس سے خون بہہ گیا حتیٰ کہ وہ مر گیا۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں

اور جب بہادر قزمان اس صورت میں مر گیا تو ایک شخص نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر کہا، میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں آپ نے فرمایا یہ کیسے؟ اس نے کہا آپ نے ابھی جس شخص کے بارے میں کہا تھا کہ وہ دوزخی ہے اس نے (اپنی موت کے وقت) ایسے ایسے کیا ہے اور اس نے قزمان کے واقعہ کو بیان کیا۔

اور قزمان کے واقعہ کی مانند ایک واقعہ ایک اور شخص کے ساتھ جنگ خیبر میں بھی ہوا جو مسلمانوں کی جانب سے لڑتا ہوا مارا گیا لیکن اس کی جنگ اسلام کے لیئے نہ تھی وہ صرف وطنی قومی جنگ تھی (قزمان منافق کی جنگ کی طرح)

---

[1] اس قزمان کا عقیدہ، قومی، علمانی لادینی لوگوں کا تھا جو اسلام کی راہ میں یا اس کے نام پر جنگ کرنے کو رجعیت اور طائفیت کہتے ہیں بلکہ وہ اسلام کی طرف دعوت دینے والے ہر شخص سے جنگ کرتے ہیں تاکہ مسلمان (عربی) وطن میں) اس سے دین اور حکومت بنا لیں اور وہ اسلام کے نام پر (صلیبوں سامراجیوں تک سے جنگ کو ناپسند کرتے ہیں) اور اس کے باوجود ان میں سے بعض مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں بلکہ وہ اپنے آپ کو صلاح الدین ایوبی اور اس جیسے قائدین امت اسلامیہ سے مشابہت دیتے نہیں شرماتے، کیا تمہارے خیال میں اللہ کے ہاں ان لوگوں کا انجام قزمان کے انجام سے اچھا ہو گا۔

اس وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال کو، لوگوں میں اعلان کرنے کا حکم دیا کہ (جنت میں صرف مسلمان ہی داخل ہو گا اور اللہ تعالیٰ فاجر آدمی کے ذریعے بھی اس دین کی مدد کرتا ہے) اس واقعہ کو احمد نے اپنے مسند میں بحوالہ حضرت ابو ہریرہ روایت کیا ہے۔

اور ان قوم پرست لادین لوگوں کی مانند ایک شخص کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا جو راہ خدا میں شجاعت، حمیت اور ریاکاری سے لڑتا ہے وہی اللہ کی راہ میں لڑتا ہے[1]

مخیریق، یہود کا بہترین آدمی تھا

وہ عربی یہودی جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے جنگ کی حتیٰ کہ قتل ہو گیا اس کا واقعہ ابن حزم نے اپنی کتاب (جوامع السیرۃ) میں بیان کیا ہے آپ نے بیان کیا ہے کہ

مخیریق (بنی ثعلبہ کا ایک یہودی تھا) یہود میں سے تھا اور مخیریق نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کی طرف دعوت دی اور اس نے انہیں کہا، قسم بخدا تمہیں معلوم ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مدد کرنا تم پر حق واجب ہے وہ اُسے کہنے لگے آج ہفتے کا دن ہے اس نے کہا تمہارے لیئے کوئی ہفتہ نہیں پھر اس نے اپنے ہتھیار لیئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملا اور لڑا حتیٰ کہ مارا گیا۔

ابن کثیر نے (البدایۃ والنھایۃ میں) بیان کیا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو (مسلمانوں کی جانب میں) مخیریق کے قتل کی اطلاع ملی تو آپ نے فرمایا مخیریق بہترین یہودی تھا اور اس مخیریق نے وصیت کی۔

اگر میں مارا جاؤں تو میرا مال محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کیلئے ہے وہ اس میں

---

[1] سیرت حلبیہ جلد ۲ صہ ۲۳

جو چاہیں تصرف کریں اور سہیلی نے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مخیریق یہودی کے اموال (اس کے قتل کے بعد) (جو ستر باغات تھے) مدینہ میں اللہ کے لیئے اوقات بنادئے بیان کیا جاتا ہے کہ مدینہ میں وہ پہلے اوقاف تھے۔

یہ بات دیکھنے اور سمجھنے کے قابل ہے اگرچہ اس عربی منافق (قزمان) اور عربی یہودی (مخیریق) نے مسلمانوں کی جانب ہو کر شجاعت وبسالت سے جنگ کی اور قتل ہو گئے، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو شہداء میں شمار نہیں کیا اور مؤرخین میں سے کسی ایک نے بھی ان دونوں میں سے کسی ایک کا بھی ان شہداء میں ذکر نہیں کیا جو اُحد کے روز شہید ہوئے تھے۔ اور اس میں اس شخص کے لیئے جو دل رکھتا ہے اور کان لگاتا ہے اور دیکھتا ہے، موعظت وعبرت کا سامان موجود ہے۔

عجیب مفارقات[1]

اور مفارقات کے عجائبات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ بنی عبدالاشہل کا ایک شخص جسے الاصیرم کہا جاتا تھا وہ اسلام سے بہت نفور تھا اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرنے پر اپنی قوم کو ملامت کیا کرتا تھا اور وہ حضور علیہ السلام کی رسالت کو تسلیم کیئے بغیر مشرک ہی رہا حتیٰ کہ احد کا دن آگیا کہ اچانک اُسے اللہ کی رہنمائی مل گئی اور اس نے اس عظیم دن کی صبح کو اپنے ہتھیار اٹھائے اور میدان کارزار کی طرف چلا گیا (اور اسکی حقیقت کا کسی کو علم نہ تھا) اور اس نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب ہو کر سخت جنگ کی حتیٰ کہ زخموں نے اُسے چھید دیا اور وہ مر گیا اور نماز پڑھے اور روزہ رکھے بغیر جنت میں داخل ہو گیا۔

اور ابن برہان الدین نے سیرۃ حلبیہ میں بیان کیا ہے کہ الاصیرم (اس کا نام عمرو بن ثابت بن وقش تھا) اپنی قوم بنی عبدالاشہل کے اسلام کو ناپسند کرتا تھا پس

---

[1] مفرق، نقطہ انفصال اور مرکز اختلاف کو کہتے ہیں۔ مترجم

جب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اُحد کی طرف جانے کا دن تھا تو وہ مدینہ آیا اور اس نے اپنی قوم کے متعلق پوچھا تو اُسے بتایا گیا کہ وہ اُحد میں ہے تو اُسے اسلام میں رغبت ہو گئی اور وہ مسلمان ہو گیا پھر وہ اپنی تلوار، نیزہ اور زرّہ لے کر اُحد کے طرف روانہ ہو گیا۔

اور ابن کثیر نے اپنی تاریخ میں بیان کیا ہے کہ الاصیرم اپنی قوم کے اسلام سے ناخوش تھا حتیٰ کہ اُحد کے روز اسے رغبت ہو گئی اور وہ مسلمان ہو گیا پھر وہ اپنی تلوار لے کر چلا گیا حتیٰ کہ لوگوں کے بیچ میں داخل ہو گیا اور جنگ کرنے لگا حتیٰ کہ زخموں نے اُسے چھید دیا اسی دوران میں کہ بنی عبدالاشہل کے لوگ، میدان کارزار میں اپنے مقتولین کی تلاش کر رہے تھے کہ اچانک وہ اس کے پاس پہنچ گئے اور کہنے لگے قسم بخدا یہ الاصیرم ہے۔ اسے کون سی چیز لائی ہے؟ ہم نے اسے اس حال میں چھوڑا تھا کہ یہ منکر اسلام تھا انہوں نے اس سے پوچھا، عمرو تجھے کونسی بات لائی ہے؟ کیا اپنی قوم پر مہربان ہو کر آئے ہو یا اسلام کی رغبت سے آئے ہو؟ اس نے کہا اسلام کی رغبت سے آیا ہوں میں اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لایا اور مسلمان ہو گیا پھر میں نے اپنی تلوار لی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صبح کو چل پڑا اور جنگ کی حتیٰ کہ جو زخم مجھے لگنے تھے لگے، اور پھر جلد ہی وہ ان کے ہاتھوں میں فوت ہو گیا انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا (بلاشبہ وہ اہل جنت میں سے ہے) اور حضرت ابوہریرہؓ (اس الاصیرم کے بارے میں) فرمایا کرتے تھے مجھے اس شخص کے متعلق بتاؤ جو جنت میں داخل ہوا اور نماز کبھی نہ پڑھی۔

ان دونقیضوں (الاصیرم اور قزمان) پر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول منطبق ہوتا ہے کہ تم میں سے ایک شخص بظاہر لوگوں کے نزدیک اہل جنت کے سے اعمال کرتا ہے حالانکہ وہ دوزخی ہوتا ہے اور ایک شخص بظاہر لوگوں کے نزدیک

دوزخیوں کے سے اعمال کرتا ہے اور وہ جنتی ہوتا ہے ۔

قزمان (بظاہر لوگوں کے نزدیک مسلمان تھا) اور اس نے اُحد کے روز حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے بہادروں کی سی جنگ کی اور لوگ اسے جنتی خیال کرتے تھے اور وہ اسلامی عقیدے پر اور اس کی راہ میں شہید ہو کر مرا، حالانکہ حقیقت میں معاملہ اس کے برعکس تھا وہ کسی دین پر نہیں لڑا وہ صرف اپنی قوم کے شرف و فخر کے دفاع و نخوت میں لڑا اور اس کی حقیقت اس وقت ظاہر ہوئی جب وہ قریب المرگ تھا اس نے اعتراف کیا کہ اس نے اسلام کی خاطر جنگ نہیں کی بلکہ اس نے صرف وطنی اور قومی جنگ کی ہے پس اس وجہ سے وہ دوزخ کا مستحق ہوا کیونکہ اس نے غیر دینی عقیدے پر جنگ کی تھی ۔

اور یہ (ہمیشہ) ہر اس مقتول کا انجام ہوتا ہے جو اسلام کی طرف منسوب ہوتا ہے اور اپنی جنگ کے دوران اسلامی عقیدہ کو اپنے حساب سے خارج کر دیتا ہے اور وہ اس کے نام سے اور اس کے جھنڈے تلے جنگ کرنے سے انکار کر دیتا ہے اور وہ ان لوگوں کو ملامت کرنے سے کبھی باز نہیں رہتا جو اس کی طرف دعوت دیتے ہیں حالانکہ اسلامی وطن میں ہر جنگ اور جہاد کا اسلامی عقیدہ سے مربوط ہونا ضروری ہے ۔

ہاں اسلام کی طرف منسوب ہونے والے ہر اس شخص کا انجام دوزخ ہے جس کا حال یہ ہو، خواہ وہ دشمنان اسلام کے ہتھیاروں سے مارا جائے کیونکہ جب تک وہ اسلامی عقیدہ کے چھوڑنے اور اس کی طرف دعوت دینے والوں سے جنگ کرنے اور اس کی راہ میں اور اس کے جھنڈے تلے جہاد کا اعلان کرنے والوں کی مقاومت کرنے میں اس مقام پر ہے، اس کے اور ان دشمنوں کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے ۔

مگر الاصیرم ...... جیسا کہ لوگوں کو معلوم تھا ...... اس کے برعکس مشرک تھا اس نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہو کر جنگ کی اور اس کی وفات کی

گھڑی تک کسی کو اس کی اصل حقیقت سے آگاہی نہ تھی اور لوگ اُسے مشرک خیال کرتے تھے اس نے اہل مدینہ کے ساتھ ہو کر اپنی قوم کے شرف و فخر کے دفاع کے لیے جنگ کی، حالانکہ حقیقت میں وہ مسلمان تھا اس نے اسلام کی خاطر اور اس کی راہ میں جنگ کی اور اس کی زندگی کے آخری سانسوں میں اس کی حقیقت واضح ہو گئی جس کی وجہ سے وہ جنت کا مستحق ہو گیا کیونکہ وہ جنگ کر کے اللہ اور اس کے رسول کے پسندیدہ دینی عقیدے پر قتل ہوا۔

اسی طرح بہت سی باتیں بظاہر، اپنے باطن کے خلاف ہوتی ہیں ہم اللہ سے دعاگو ہیں کہ وہ ہمارا خاتمہ بالخیر کرے اور اپنی ملاقات کے دن کو ہمارا بہترین دن بنائے بلاشبہ اسے ہر چیز پر قدرت حاصل ہے۔

فصل ہفتم

- — اُحد سے اسلامی فوج کی واپسی
- — مدینہ میں ہنگامی حالت
- — معرکہ کی صبح کو تعاقب
- — حمراء الاسد کا دستہ
- — مشرکین کا جنگ سے باز رہنا۔

اسلامی فوج کی مدینہ کی طرف واپسی

منطقہ احد میں، مسلمانوں کے اپنے مقتولین کی تدفین سے فراغت کے بعد، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی فوج کو مدینہ کی طرف مارچ کرنے کا حکم دیا پس مسلمانوں نے اپنے زخمیوں کو اٹھا لیا پھر جیش نبوی نے مارچ کر دیا اور اس کے آگے آگے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تھے جنہیں تمام جوانب سے انصار و مہاجرین کے کبار قائدین گھیرے ہوئے تھے۔

جس راستے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم معرکے سے مدینہ واپس آ رہے تھے اس میں ایک واقعہ رونما ہوا۔ جس میں مسلمانوں کی وہ سچی محبت متجلی ہے جو انہیں

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے اس محبت کے مقابلے میں بیوی، بیٹے، باپ اور بھائی کی محبت بھی کم ہوتی ہے۔

لوگ، اپنے نبی اور اپنے ان مشرک رشتہ داروں کے متعلق جو معرکے میں موجود تھے استفسار کرنے کے لئے مدینے سے نکلے۔ ان میں بنی دینار کی ایک عورت بھی تھی [1] جس کا باپ، بیٹا، خاوند اور بھائی اُحد کے روز مارے گئے تھے۔ جب اُسے ان کے مرنے کی خبر دی گئی تو اس نے کوئی زیادہ پرواہ نہ کی آپ سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کی پریشانی نے ہر کسی کو بھلا دیا تھا۔ پس جب اسے اس کے باپ، بیٹے بھائی اور خاوند کی موت کی اطلاع دی گئی تو اس کے بعد اس نے (افسوس سے) کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے؟ لوگوں نے کہا اے ام فلاں وہ خدا کے فضل سے جیسا کہ تو چاہتی ہے خیریت سے ہیں۔ اس نے (اپنے حد درجہ دلی اضطراب کو دور کرنے کے لئے) کہا مجھے دکھاؤ تاکہ میں آپ کو دیکھوں اور جب اس نے آپ کو سلامت دیکھا تو (اپنے بھائی، باپ، خاوند اور بیٹے کے کھو جانے کی مصیبت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) کہنے لگی۔

آپؐ کے بعد ہر مصیبت ہیچ ہے۔

اور ایک روایت میں ہے کہ یہ دیناریہ عورت، میدان کارزار میں لوگوں کے قتل کی جگہ پر آئی اور اپنے باپ، بیٹے، بھائی اور خاوند کے پاس سے گذری جو قتل ہوئے پڑے تھے اور جب اس نے کسی کے متعلق پوچھا تو کہا یہ کون ہے اُسے بتایا گیا کہ یہ تیرا باپ، تیرا بیٹا، تیرا خاوند اور تیرا بھائی ہے تو اس نے پرواہ نہ کی بلکہ پوچھنے لگی (اور اضطراب اسے کھا رہا تھا) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے؟

---

[1] میرے پاس جو ماخذ ہیں مجھے ان میں اس کا نام نہیں ملا

لوگ کہنے لگے وہ تیرے آگے ہیں حتیٰ کہ وہ آپؐ کے پاس آئی اور آپ کے کپڑے کا پلو پکڑ کر کہنے لگی، یارسول اللہؐ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں جب آپ ہلاکت سے محفوظ ہیں تو میں کسی چیز کی پرواہ نہیں کروں گی لے

عورت کے خاوند کا ایک مقام ہے

فوج کی مدینہ کی طرف واپسی کے راستے میں

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پھوپھی کی بیٹی (حضرت حمنہؓ بنت جحش) سے ملاقات کی اور اسے (اس کی تکلیف کے بارے میں تسلی دیتے ہوئے) فرمایا ثواب کی امید رکھ، اس نے پوچھا یارسول اللہؐ کس کے ثواب کی۔ آپؐ نے فرمایا اپنے ماموں حمزہؓ کے ثواب کی۔ اس نے کہا انا للہ وانا الیہ راجعون' اللہ اسے معاف فرمائے اسے شہادت مبارک ہو۔

آپؐ نے فرمایا۔ ثواب کی امید رکھ۔

اس نے پوچھا۔ یارسول اللہؐ کس کے ثواب کی۔

لے سیرت جلد ۲ ص ۴۴

لے حمنہ بنت جحش الاسدیہ، آپ حضرت مصعب بن عمیر العبدری کی بیوی تھیں (جو اُحد کے روز مسلمانوں کے علمبردار تھے) جب آپ شہید ہو گئے تو طلحہ بن عبید اللہ نے آپ سے نکاح کرلیا۔ آپ کی اور آپ کی بہن زینب (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ) کی ماں امیمہ بنت عبد المطلب تھی، حضرت حمنہ بیعت کنندہ عورتوں میں سے تھیں اور آپ (اصابہ کے بیان کے مطابق) پیاسوں کو پانی پلاتی تھیں اور زخمیوں کو اٹھاتی تھیں اور ان کا علاج کرتی تھیں۔ ابن سعد نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو خیبر سے تیس وسق خوراک دی اور آپ محمد بن طلحہ العابد کی والدہ ہیں جو سجاد کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث روایت کی ہے۔

آپ نے فرمایا۔ اپنے بھائی عبداللہ بن جحش ؓ کے ثواب کی۔

اس نے کہا انا للہ وانا الیہ راجعون، اللہ اسے معاف فرمائے۔ اسے شہادت مبارک ہو۔

پھر آپ ؐ نے اسے فرمایا۔ ثواب کی امید رکھ۔

اس نے پوچھا۔ یا رسول اللہ کس کے ثواب کی۔

آپ ؐ نے فرمایا۔ اپنے خاوند مصعب بن عمیر کے ثواب کی۔

اس نے کہا... ہائے غم اور اس نے چیخ ماری اور واویلا کیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، عورت کے خاوند کا ایک مقام ہے۔ جو اور کسی کے لئے نہیں۔ کیونکہ آپ نے اس کے بھائی اور ماموں پر اس کے ثبات کو اور اس کے خاوند پر اس کے چلانے کو دیکھا تھا۔ پھر آپ نے (اس کے چلانے کے بعد) اسے کہا تو نے یہ بات کیوں کہی ہے؟ وہ کہنے لگی مجھے اس کے بیٹوں کی یتیمی یاد آئی تو اس نے مجھے خوفزدہ کر دیا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لئے اور اس کے بیٹے کے لئے دعا فرمائی کہ وہ ان کا بہترین خلف ہو۔ سو آپ نے حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ سے نکاح کر لیا۔ جو بڑے مالدار صحابہ میں سے تھے۔ اور وہ آپ کے بیٹوں کے ساتھ سب لوگوں سے بڑھ کر صلہ رحمی کرنے والے اور حسن سلوک کرنے والے تھے۔

حضرت ام سعد بن معاذ

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینے میں داخل ہونے سے قبل، حضرت ام سعد بن معاذ (جو انصار کے سردار تھے) دوڑتی ہوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی

لہ آپ کے حالات ہماری کتاب غزوۂ بدر میں بیان ہو چکے ہیں۔

طرف آئیں۔ آپ اس وقت اپنے گھوڑے پر سوار تھے اور حضرت سعد اس کی لگام پکڑے ہوئے تھے۔

حضرت سعد نے کہا یا رسول اللہ۔ میری ماں ہے۔۔۔ آپ نے فرمایا اُسے خوش آمدید ہو اور آپ اس کے لئے کھڑے ہو گئے اور جب وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک آئی تو آپ نے اس سے اس کے بیٹے حضرت عمروؓ بن معاذ کی تعزیت کی۔ تو وہ کہنے لگی۔ جب میں نے آپ کو سلامت دیکھا ہے تو مصیبت کو کم سمجھ لیا ہے۔

پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے احد کے مقتولین کے اہل کے لئے دعا فرمائی اور حضرت ام سعد سے فرمایا۔

اے ام سعد تجھے بشارت ہو اور ان کے اہل کو بھی بشارت دے دے کہ ان کے سب مقتولین جنت میں اکٹھے ہوں گے۔ اور انہوں نے اپنے سارے اہل کے بارے میں سفارش کی ہے۔

وہ کہنے لگی یا رسول اللہ ہم راضی ہیں۔ اور اس کے بعد ان پر کون رو سکتا تھا؟ پھر وہ کہنے لگی یا رسول اللہ ان میں سے جو پیچھے رہ گئے ہیں ان کے لئے دعا فرمایئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اے اللہ ان کے دلوں کے غم کو دور فرما اور ان کی مصیبت کی تلافی فرما اور

ؓ عمرو بن معاذ بن النعمان بن امری القیس اوسی انصاری۔ حضرت سعد بن معاذ کے بھائی۔ جلیل القدر صحابی ہیں۔ بدر میں شامل ہوئے۔ احد کے روز آپ کو ضرار بن الخطاب نے قتل کیا اور ضرار نے (جب نیزہ مار کر آپ کے آر پار کر دیا) کہا تو ایسے جوان کو نہ کھوئے وہ بڑی آنکھ والی حور سے تیرا نکاح کرے گا۔ ضرار نے یہ بات استہزار کے طور پر کہی اور یہ ان کے اسلام لانے سے پہلے کا واقعہ ہے۔ حضرت عمرو نے نوجوانی کی حالت میں ۳۲ سال کی عمر میں شہادت پائی رضی اللہ عنہ۔

ان کی مصیبت کی تلافی فرما اور جو پیچھے رہ گئے ہیں۔ ان کا بہتر خلف بن جا لہ

جیش نبوی کا مدینے میں داخلہ

معرکہ احد کے دن کی شام کو جو ۱۵ شوال ۳ ھ کا دن تھا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی فوج کے ساتھ احد سے واپس آتے ہوئے مدینے میں داخل ہوئے۔ آپ کو آپ کے جنگی بورڈ کے ارکان اور آپ کی عام فوج گھیرے میں لئے ہوئے تھی۔ معلوم ہوتا ہے کہ معرکۂ احد میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو زخم لگے تھے مدینہ پہنچنے کے بعد ان کی تکلیف میں اضافہ ہو گیا۔ اور اس امر کا پتہ اس سے چلتا ہے کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر پہنچے تو سعدان (حضرت سعد بن معاذ اور حضرت سعد بن عبادہ) نے جلدی سے آکر آپ کو اٹھا لیا پھر آپ کے گھوڑے پر جو تھا اسے اتارا پھر آپؐ دونوں کا سہارا لے کر چلے حتیٰ کہ اپنے گھر میں داخل ہو گئے ؎۲

تلواروں کو خون سے صاف کرنا

اور جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر پہنچے تو آپ نے اپنی بیٹی حضرت فاطمہ کو اپنی تلوار دی اور فرمایا اے میری بیٹی اس کے خون کو دھو دو قسم بخدا اس نے آج مجھ سے دوستی کی ہے ؎۳

اسی طرح حضرت علی بن ابی طالب بھی اپنی تلوار لائے جو احد کے روز سخت شمشیر زنی سے ٹیڑھی ہو گئی تھی آپ نے اسے اپنی زوجہ حضرت فاطمۃ الزہرا کو دیا اور

؎۱ سیرت حلبیہ جلد ۲ ص ۴۷

؎۲ سیرت حلبیہ جلد ۲ ص ۴۷

؎۳ البدایۃ والنہایۃ جلد ۴ ص ۴۷

کہنے لگے۔ یہ قابلِ تعریف تلوار لو، اس نے میرے دل کو ٹھنڈا کیا ہے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اگر آپ نے اپنی تلوار سے خوب شمشیر زنی کی ہے تو سہل بن حنیف، ابو دجانہ، عاصم بن ثابت[1] اور الحارث بن الصمۃ نے بھی تلوار کے جوہر خوب دکھائے ہیں۔

احد کے روز مسلمانوں کی جو آزمائش ہوئی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی بن ابی طالب سے فرمایا کہ

مشرکین ہم سے اس کی مانند حاصل نہیں کریں گے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ ہمیں فتح دے دے گا اور عملاً معرکہ احد کے بعد حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے کے الٹ نہیں ہوا حتیٰ کہ آپ اپنے رب سے جا ملے۔

مدینہ نے مصیبت کی خبر کو کیسے وصول کیا

معرکہ احد کے سال کی تکمیل سے قبل مکہ پر گہرے غم کے بادل چھائے رہتے تھے اور آسے (معرکۂ بدر میں) مسلمانوں کے ہاتھوں دردناک، خوفناک اور ہلا دینے والی ضرب لگی تھی اور اس نے اس روز ستر مقتولین کو کھو دیا جن میں سے بہت سے اس کے لیڈر اور سردار تھے اور اسی طرح اس نے فرزندانِ مکہ کے ستر محاربین کو ذلت و رسوائی سے ہمکنار کیا۔ جو بدر کے روز مسلمانوں کی قید میں آگئے تھے اور وہ دن اپنی نوع کا پہلا دردمند حادثہ تھا۔ جو کہ مکہ کو اپنی تاریخ میں پہنچا۔

اور اللہ نے چاہا کہ بدر میں مشرکین کی ہزیمت کے ایک سال بعد مسلمانوں کی آزمائش کرے اور وہ امتحان و آزمائش وہ تھی جس نے انہیں معرکہ احد میں

---

[1] آپ کے حالات ہماری کتاب غزوۂ بدر میں بیان ہو چکے ہیں۔

گزند پہنچایا۔

اور یہ اللہ کا عجیب کام ہے کہ مسلمانوں نے معرکہ اُحد میں جس قدر مقتولین کا نقصان اٹھایا اتنی ہی تعداد میں مشرکین نے (معرکہ بدر میں ایک سال قبل) نقصان اٹھایا تھا۔ ہاں مسلمانوں میں سے کوئی شخص احد کے روز مشرکین کی قید میں نہ آیا جبکہ بدر کے روز اہل مکہ کے ستر قیدی مسلمانوں کے ہاتھ آئے۔ قرآن کریم نے اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بیان کیا ہے۔

اولما اصابتکم مصیبۃ ..... قلتم انّی [1]

(تفسیری ترجمہ) یعنی جب احد میں تمہیں ستر مقتولین کی مصیبت پہنچی اور تم بدر میں ستر مشرکین کے قتل کی اور ستر کے قید کرنے کی مصیبت پہنچا چکے تھے، تم نے کہا یہ کہاں سے ہوا۔

بلاشبہ مدینہ کی مصیبت، بڑی دردمند مصیبت تھی لیکن مکہ اور مدینہ کے درمیان اپنی مصیبت کے وصول کرنے میں دور دراز کا فرق تھا۔ مشرکین مکہ نے اپنی بدر کی مصیبت کو کچھ کمزوری، اضطراب اور گھبراہٹ سے وصول کیا اور مدینہ نے اپنی اُحد کی مصیبت کو بے نظیر صبر و ایمان اور ثبات و شجاعت سے وصول کیا۔ مدینے کی فوج کو احد میں جو نقصان پہنچا اس کی وجہ سے مدینہ کے باشندوں میں سے کسی پر گھبراہٹ، اضطراب اور کمزوری کا کوئی نشان نہ تھا۔

اور اس کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ ایک مسلمان عورت نے معرکہ احد میں اپنے بیٹے، خاوند، بھائی اور باپ کو کھو دیا اور وہ حیران نہ ہوئی اور نہ ہی اس مصیبت نے اسے اعتدال کی حدود سے باہر کیا اور وہ دینار یہ عورت ہے

---

[1] آل عمران - ۱۶۵

جو میدان کارزار کی طرف گئی اور اس نے اپنے بیٹے، خاوند، بھائی اور باپ کو خون میں لتھڑے ہوئے مقتول دیکھا تو اس نے (توازن کھونا تو کجا) پرواہ ہی نہ کی اور وہ صرف اس انسان کے متعلق پوچھتی رہی جو ان چاروں سے بڑھ کر اسے محبوب تھا اور وہ محمد الرسول تھے صلی اللہ علیہ وسلم۔ جب اس نے آپ کو سلامت دیکھا تو اس نے کہا ہر مصیبت (خواہ وہ کتنی ہی بڑی ہو) آپ کی سلامتی کے مقابلے میں ہیچ ہے۔

بلاشبہ یہ ایمان ہے اور ایمان سے بڑی کوئی چیز نہیں۔

مقتولین پر نوحہ کرنے سے منع کرنا

ہاں اہل مدینہ نے (جیساکہ اسلام سے قبل عربوں کی عادت تھی) اپنے مقتولین پر نوحہ کیا اور رونے والی عورتوں کی آوازوں سے جو شہدار کا ندبہ[۱] کرتی تھیں، مدینہ لرز گیا لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شب، مُردوں پر نوحہ کرنے سے منع کر دیا اور نوحہ کرنا اسلام میں ہمیشہ کے لئے قطعی طور پر حرام ہو گیا۔

ابن اسحاق کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنو عبد الاشہل کے گھر کے پاس سے گذرے تو آپ نے رونے کی آواز سنی اور اپنے مقتولین پر عورتوں کو نوحہ کرتے سنا تو آپ کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے پھر آپ نے فرمایا (حضرت) حمزہ پر رونے والی عورتیں کوئی نہیں، پس جب حضرت سعد بن معاذ اور حضرت اسید بن الحضیر، بنی الاشہل کے گھر کی طرف واپس آئے تو ان دونوں نے ان کی عورتوں کو حکم دیا کہ وہ پٹیاں باندھ لیں پھر جا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

---

[۱] ندبہ۔ میت کے محاسن اور خوبیاں بیان کرنے کو کہتے ہیں۔ مترجم

چچا پر روئیں۔ لیکن جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حضرت حمزہ پر روتے سنا تو آپ ان کے پاس آئے وہ مسجد کے دروازے پر رو رہی تھیں۔ آپ نے فرمایا (اللہ تم پر رحم کرے واپس چلی جاؤ تم نے ہمدردی کردی ہے) پھر اس روز رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نوحہ سے منع کر دیا۔ جیسا کہ ابن ہشام نے بیان کیا ہے۔

اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ جب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نوحہ گر عورتوں کی آواز سنی تو فرمایا یہ کیا ہے؟ تو آپ کو بتایا گیا کہ انصار کی عورتیں آپ کے چچا حضرت حمزہ پر رو رہی ہیں۔ آپ نے فرمایا میرا مقصد یہ نہ تھا اور نہ میں رونے کو پسند کرتا ہوں اور اس سے منع فرمایا۔[۱]

مدینہ میں ہنگامی حالت

یہ رات (جس میں اسلامی فوج احد سے واپس آئی) ہنگامی حالت کی مانند تھی۔ اہلِ مدینہ نے جاگتے ہوئے رات گذاری اور اس کے جوان ہتھیار بند ہو کر اس احتمال کے باعث اس کے راستوں کی حفاظت کر رہے تھے کہ فتح کا فخر ابوسفیان کو دوبارہ اس سے جنگ کرنے پر آمادہ کرے گا۔ اور اوس اور خزرج نے (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انصار سے) اپنے سرداروں اور زبردست بہادروں کا ایک چھوٹا سا دستہ بنا دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کا کام ان کے سپرد کیا اس دستے کے جوانوں نے پوری طرح ہتھیار بند ہو کر) آپ کے دروازے پر اس دشمن کے حملے کے خوف سے کھڑے ہو کر رات گذاری۔ جس کا مدینہ پر اچانک

---

[۱] البدایۃ والنہایۃ جلد ۴ ص ۴۸۔ اور بھی بہت سی احادیث صحیحہ بیان ہوئی ہیں۔ جو عورتوں اور مردوں پر نوحہ کرنے سے روکتی ہیں۔

حملہ کر دینا مستبعد نہ تھا خصوصاً اس رات جس میں معرکہ احد میں حصہ لینے والی اسلامی فوج کا اکثر حصہ زخموں سے چور تھا اور تھکاوٹ نے اسے کمزور کر دیا تھا۔

حمراء الاسد کا دستہ

معرکہ احد میں مکی فوج کو جو اچانک فتح حاصل ہوئی اس نے مسلمانوں کے اقتدار کو کمزور کرنے اور ان کے ان مخالفین کے دلوں سے (جو مدینہ کے اندر اور باہر) ان کے مصیبت میں پڑنے کے منتظر تھے۔ ان کی ہیبت کو کم کرنے میں بڑا اثر ڈالا اور ان لوگوں میں سے بعض لوگ اپنے لوگوں کو تپانے لگے اور مسلمانوں کے خلاف بعض اضطرابات اور پریشانیاں کھڑی کرنے کے بارے میں سوچنے لگے۔ بلکہ ان میں سے بعض (خصوصاً یہود اور منافقین) نے معرکہ کے دن کی شام کو ہی ایسی باتیں کہنی شروع کر دیں جنھوں نے مسلمانوں کو محسوس کرا دیا کہ انہیں احد میں جو مصائب پہنچے ہیں۔ انہوں نے ان بیچر دشمنوں کو وہم میں ڈال دیا کہ اس نے ان کے مورال کو اور ان کی فوجی قوت کو کمزور کر دیا ہے۔ اس وجہ سے یہ دوبارہ اپنے اقتدار کی حفاظت کرنے اور اپنے بُرا چاہنے والوں پر اپنا رعب ڈالنے کی سکت نہیں پائیں گے۔ اس لئے اسلامی فوج کے قائدین نے محسوس کیا کہ وہ جب تک عملی طور پر ان دشمنوں کے ظن کو (خواہ وہ اندرونی ہوں یا بیرونی ہوں) غلط ثابت نہ کر دیں وہ اپنے اس ظن پر قائم رہیں گے۔

کھوکھلی فتح

مکی فوج نے معرکہ احد میں جو فتح حاصل کی وہ صرف جزیرے کے تھوڑے سے باشندوں کو معلوم تھی اس لئے کہ کھوکھلی فتح مکی فوج کی بہادری اور جانبازی کے نتیجے میں حاصل نہ ہوئی تھی۔ بلکہ یہ مسلمانوں کی شنیع غلطی کے نتیجے میں ملی تھی۔ جس کا ارتکاب خود مسلمانوں نے (معرکہ کے جنگی منصوبے کی تنفیذ میں) کیا تھا۔ اس غلطی نے مکی فوج کو سرسری فتح عطا کر دی۔ یہ اچانک فتح (جب کہ وہ ہزیمت کے راستوں پر دوڑ رہے تھے) انہیں

دوبارہ میدانِ جنگ میں لے آئی۔ تاکہ وہ فاتح فوج کی صورت میں مکہ کی طرف واپس لوٹیں۔ حالانکہ حقیقت میں ایسا نہ تھا۔ اس لئے جزیرہ کے باشندوں کے لئے (اولاً) عملی دلیل قائم کرنا ضروری تھا۔ کہ معرکہ احد میں ابوسفیان کی فوج کو جو فتح حاصل ہوئی ہے وہ ایک کھوکھلی فتح ہے اور جس فوج کے متعلق مشہور کیا گیا کہ اس نے بہادری سے فتح حاصل کی ہے وہ نئے معرکے میں مسلمانوں کے سامنے ٹھہرنے سے بہت کمزور ہے۔ اور اس فوج کے قائدین (جن کا سرخیل ابوسفیان تھا) کے لئے چیلنج کا قبول کرنا اور (ان حالات میں) مسلمانوں کے خلاف کسی نئے معرکے میں شمولیت پر موافقت کرنا ممکن نہ تھا اور یہ فوج اس حد تک خوفزدہ، کمزور اور پریشان تھی کہ وہ کسی معرکے میں شمولیت کی طاقت نہ رکھتی تھی (حتیٰ کہ احد کی اس فوج کے ساتھ بھی نہ لڑ سکتی تھی جس کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ اس نے اسے شکست دی تھی اور اس پر متغلب ہو گئی تھی) اور یہ اس انداز فتح کی مدافعت کے لئے تھا جس کا وہ خواب بھی نہ دیکھ سکتے تھے اس لئے (اس نازک وقت میں) مسلمانوں کے لئے ضروری تھا کہ وہ عملی طور پر اپنے مخالفین پر، جو یہود، منافقین اور مدینہ کے قریب رہنے والے اعراب تھے، ثابت کر دیں کہ ان کا خیال غلط ہے کہ وہ ان پر غالب آجائیں گے اور معرکہ احد میں مسلمانوں کے لئے جو کچھ ہوا ہے اس کا ان کے مورال پر کوئی اثر نہیں ہے۔ اور ان کے پاس اتنی قوت ہے جو ان کے بول کو بالا کر دے گی (جیسا کہ وہ بالا ہی تھے) اور وہ انھیں ہر اس تحریک کے کچلنے کی طاقت دے گی۔ جسے ان دشمنوں میں سے کوئی مسلمانوں کے خلاف کھڑا کرنے کی کوشش کرے گا۔

مدنی فوج کا مکی فوج کا تعاقب کرنا

ان دو مقاصد کو زبردست فوجی کارروائی سے پورا کرنا ضروری تھا۔ اس لئے مسلمانوں کے سالار اعلیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے انتہائی

جرات مندانہ اور دلیرانہ فیصلہ کیا، یہ ایسا فیصلہ تھا جسے آج کل کے بعض فوجی خطرناک فوجی جانبازی یا خطرناک خودکشی کی کاروائی قرار دیتے ہیں۔

باوجودیکہ جس اسلامی فوج نے معرکہ احد میں حصہ لیا تھا اس کے زخم ابھی تک خون ٹپکا رہے تھے) لیکن سالار اعلیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے (جلدی سے) مکی فوج کے تعاقب کرنے کا حکم دے دیا۔ جس کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ وہ فاتح فوج تھی۔

یہ احکام، اسلامی فوج کو کب ملے؟ یہ احکام نبویہ، اس فوج کو جس نے احد میں حصہ لیا تھا اور جس میں اسے سرسری پسپائی ہوئی تھی۔ معرکے کے اختتام سے پندرہ گھنٹے سے بھی کم عرصہ گذرنے پر ملے۔

اور تجربے کار، دانا سالار نبیؐ کی خواہش تھی کہ مسلمان (اپنے ان دشمنوں کے سامنے جو ان کے متعلق مصیبت کے منتظر تھے اور ان کے کمزور ہونے کا خیال کر رہے تھے) قوت وطاقت، بہادری اور مضبوطی اور ثبات اور معرکہ احد میں جو انھیں تکلیف پہنچی ہے اس کی عدم پرواہ کا مظاہرہ کریں۔ آپ نے حکم دیا کہ مکی فوج کے تعاقب کرنے والے دستے میں صرف وہی سپاہی شامل ہوں جنہوں نے معرکہ احد میں حصہ لیا ہے۔

ابن اسحاق کا بیان ہے کہ جب جنگ احد کا دوسرا دن ہوا (یعنی ۱۶ شوال) تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے منادی نے لوگوں میں دشمن کی تلاش کرنے کا اعلان کر دیا۔ آپ کے منادی نے اعلان کیا کہ ہمارے ساتھ وہ شخص جائے جو گذشتہ کل کے دن ہمارے ساتھ شامل تھا۔ [1]

---

[1] سیرت ابن ہشام جلد ۲ ص ۱۰۱

حضرت جابر بن عبداللہ

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُحد کی فوج کے سوا کسی کو حمراء الاسد کے دستے میں شریک ہونے کی اجازت نہیں دی۔ ہاں ایک شخص حضرت جابر بن عبداللہ[1] کو آپ نے اس میں شامل ہونے کی اجازت دی جنہوں نے سالارِ اعلیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس دستے میں شامل ہونے کے لئے خاص التماس کیا تھا اور اس دستے میں شمولیت کے لئے اس نوجوان نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لینے کے لئے جو بڑا سبب اختیار کیا وہ یہ تھا کہ وہ شدید خواہش کے باوجود معرکہ اُحد میں شمولیت کا شرف کھو چکا ہے۔ اس لئے کہ اس کے والد حضرت عبداللہ بن عمرو بن[2] الحرام نے اُسے اس میں شمولیت کی اجازت نہیں دی اور اسے مدینہ میں اپنی سات بہنوں کے پاس رہنے کا حکم دیا۔ جن کے پاس اس کے سوا کوئی شخص نہ تھا۔

---

[1] جابر بن عبداللہ بن عمرو بن حرام خزرجی انصاری سلمی، مشہور صحابہ میں سے تھے۔ آپ نے راہِ خدا میں ۱۹ جنگیں لڑیں، حضرت جابر، بدر میں شامل نہیں ہوئے۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے باپ نے اُحد کی طرح آپ سے اپنی سات بہنوں کے ساتھ رہنے کا مطالبہ کیا تھا۔ حضرت جابر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث کی بہت روایت کرنے والے ہیں اور علم کے جامع لوگوں میں سے ہیں۔ مسجد نبوی میں آپ کا ایک حلقہ تھا جس میں آپ سے علم حاصل کیا جاتا تھا۔ آپ (اصابہ میں ابن حجر کی بیان کردہ روایت کے مطابق) اصحاب رسول میں سے مدینہ میں وفات پانے والے آخری شخص ہیں۔ آپ نے ۷۴ھ میں وفات پائی۔ بخاری نے بیان کیا ہے کہ حجاج آپ کے جنازے میں شامل ہوا۔ اصحاب حدیث نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کی ۱۵۴۰ احادیث بیان کی ہیں۔ ابن حزم نے اپنی کتاب جوامع السیرۃ میں اس کا ذکر کیا ہے۔ [2] آپ اُحد میں شہید ہوئے تھے۔

ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ حضرت جابر بن عبد اللہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہنے لگے۔

یا رسول اللہ! میرے باپ نے میری سات بہنوں پر مجھے جانشین بنایا تھا اور کہا تھا اے میرے بیٹے، نہ میرے لئے اور نہ تیرے لئے ان عورتوں کو چھوڑنا مناسب ہے ان کے پاس کوئی آدمی نہیں اور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد کرنے میں تجھے اپنے پر ترجیح نہیں دوں گا۔ پس تو اپنی بہنوں کے ساتھ پیچھے رہ اور تو ان پر جانشین ہوگا۔ یا رسول اللہ مجھے اپنے ساتھ جانے کی اجازت دیجئے تو آپ نے ان کو جانے کی اجازت دے دی۔ اور رئیس المنافقین (عبد اللہ بن ابی) نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کے ساتھ جانے کی اجازت طلب کی مگر آپ نے اسے اجازت نہ دی لہ [redacted]

دستے کا مارچ کرنا

مدینے کی تعاقبی فوج نے (حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کمان میں) مارچ کیا اور نماز فجر کے بعد مدینہ کو چھوڑ دیا اور حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن ام مکتوم[۲] کو مدینہ کا امیر مقرر کیا۔

لہ سیرت حلبیہ جلد ۲ ص ۴۹۔ [redacted]

۲ عمرو بن ام مکتوم۔ بیان کیا جاتا ہے کہ آپ کا نام عبد اللہ تھا اور اکثر عمرو بیان کرتے ہیں اور آپ ابن قیس بن زائدہ بن الاصم ہیں اور قرشی ہیں اور عامر بن لوی کے قبیلے سے ہیں۔ آپ کی ماں عاتکہ بنت عبد اللہ مخزومیہ ہیں اور آپ ام المومنین حضرت خدیجہؓ کے ماموں کے بیٹے ہیں حضرت ابن ام مکتوم اولین مہاجرین میں سے ہیں۔ آپ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہجرت کرنے سے قبل مدینے آئے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے عام غزوات میں آپ کو

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے السکب نامی گھوڑے پر سوار ہوئے اور آپ اپنے ہتھیار لگائے ہوئے تھے اور ابوسفیان کا جلد تعاقب کرنے کے لئے فوج کی کمان کرتے ہوئے جنوب کی جانب بڑھ گئے۔ آپ نے اس دستے کا جھنڈا حضرت علی ابن ابی طالب کو عطا کیا اور یہ وہی جھنڈا تھا۔ جس کے سائے تلے مسلمان احد کے روز لڑے تھے ■ ابھی تک بندھا ہوا تھا اور اسے اس کے بانس سے کھولا نہیں گیا تھا حتیٰ کہ مسلمان اس حملے سے کامیاب ہو کر واپس آگئے۔

منافقین اور یہود کی ذلت

جب منافقین اور یہود نے اس چھوٹی سی فوج کو دیکھا (جس کے متعلق ان کا ظن تھا کہ وہ تباہ و برباد ہو گئی ہے) کہ اس کے افراد (عزم و ثبات سے) اس دشمن کے تعاقب کے لئے ہتھیار اٹھانے میں ایک دوسرے سے سبقت کر رہے ہیں جس کے متعلق لوگوں کا خیال ہے کہ اس نے مسلمانوں پر فتح پائی ہے اور ان کی شوکت کو توڑ دیا ہے تو ان پر حیرت چھا گئی۔

اس بات نے ان کو بہت خوفزدہ کر دیا اور ان کے سروں کو پھیر دیا اور ان کے ظن فاسد کو غلط ثابت کر دیا۔ انہوں نے دیکھا کہ اسلامی فوج کے زخمی، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پکار کے جواب میں دستے میں شامل ہونے کے لئے ہتھیار اٹھانے کی طرف ایک دوسرے سے سبقت کر رہے ہیں اور اس دستے میں ان زخمیوں میں سے

مدینے کا امیر مقرر کرتے تھے اور آپ لوگوں کو نماز پڑھاتے تھے۔ زبیر ابن بکار نے بیان کیا ہے کہ حضرت ام مکتوم قادسیہ کے معرکے میں علمبردار تھے اور اسی معرکے میں شہید ہوئے اور آپ ہی کے متعلق اللہ تعالیٰ نے (اپنے نبی کو خطاب کرتے ہوئے) یہ آیات نازل کی ہیں کہ (عبس وتولی ان جاءہ الاعمیٰ) جیسا کہ سورۂ عبس کی تفسیر میں مفصل بیان ہوا ہے۔

کوئی ایک بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خروج کرنے سے پیچھے نہیں رہا حتیٰ کہ وہ لوگ جن کے زخم گہرے اور بڑے تھے۔ انہوں نے اپنی جانوں پر تکلیف برداشت کی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ روانہ ہوگئے۔

ان لوگوں میں بنی عبدالاشہل کے دو جوان معرکہ احد میں بری طرح زخمی ہوئے ان میں سے ایک سے روایت ہے وہ بیان کرتا ہے کہ میں اور میرا بھائی اُحد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شامل ہوئے اور ہم دونوں زخمی ہوکر واپس آئے[1] اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منادی نے دشمن کی تلاش کے لئے روانگی کا اعلان کیا تو میں نے اپنے بھائی سے کہا۔ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہم جنگ نہ کرسکیں گے؟ خدا کی قسم ہمارے پاس سواری کا جانور بھی نہ تھا اور ہم سخت زخمی تھے۔ پس ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ روانہ ہوگئے اور میرا زخم معمولی تھا اور میرا بھائی جب مغلوب ہوجاتا تو میں اسے پیچھے اٹھالیتا اور پیچھے اٹھاکر چل پڑتا حتیٰ کہ ہم اس جگہ پہنچ گئے جہاں مسلمان پہنچے تھے[2]

کبار صحابہ میں سے معرکہ احد میں سخت زخم کھانے کے باوجود حمراء الاسد کے دستے میں شمولیت کرنے والے۔

۱۔ حضرت طلحہ بن عبیداللہ۔ آپ کو ستر سے زیادہ زخم تھے۔

۲۔ حضرت الحارث بن الصمۃ۔ آپ کو دس زخم تھے۔

۳۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف۔ آپ کو بیس زخم تھے

۴۔ حضرت کعب بن مالک۔ آپ کو دس سے زیادہ زخم تھے۔

---

[1] یہ دونوں زخمی سہیل بن رافع کے بیٹے حضرت عبداللہ اور رافع تھے۔

[2] سیرت ابن ہشام جلد ۲ ص ۱۰۱

۵۔ حضرت اسید بن الحضیر۔ آپ کو نو زخم تھے۔
۶۔ حضرت عقبہ بن عامرؓ۔ آپ کو بھی نو زخم تھے۔

اسی طرح عام فوج بھی زخمی تھی حتیٰ کہ صرف قبیلہ بنی سلمہ کے چالیس جوان زخمی تھے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اس قبیلے کے زخمیوں کو دیکھا تو فرمایا۔ اے اللہ بنی سلمہ پر رحم فرما۔ؔ

(جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے) تعاقب کرنے والی فوج نے (حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کمان میں) نماز فجر کے بعد مدینہ سے مارچ کیا۔ حالانکہ آپؐ بھی ان لوگوں میں شامل تھے جنہیں معرکہ احد میں زخموں نے نڈھال کر دیا تھا۔ یہ فوج جلدی سے ابوسفیان کی تلاش میں روانہ ہو گئی حتیٰ کہ اسے حمراء الاسدؔ مقام پر شام ہو گئی اور اس اسلامی فوج کے راہنما حضرت ثابت بن الضحاکؔ تھے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حمراء الاسد ہی پر پڑاؤ کیا۔

الروحاء کی کانفرنس

ابوسفیان نے اپنی فوج کے ساتھ الروحاءؔ میں پڑاؤ کیا اور یہ جگہ

ؐ عتبہ بن عامر بن نابی سلمی انصاری جلیل القدر صحابی ہیں آپ بیعت عقبہ میں شامل ہوگئے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بدر و احد، خندق اور بقیہ معرکوں میں شامل ہوئے آپ جنگ میں اپنے خود میں سبز پگڑی سے اپنی شناخت کراتے تھے آپ جنگ یمامہ میں شہید ہوئے۔ ؔ سیرت حلبیہ جلد ۲ ص ۵۰۔ ؔ حمراء الاسد، مدینہ سے آٹھ میل کے فاصلے پر ایک جگہ ہے۔ ؔ ثابت بن الضحاک بن خلیفہ اوسی انصاری، آپ جلیل القدر صحابی ہیں۔ معرکہ بدر میں شامل ہوگئے اور درخت تلے بیعت کرنے والوں میں شامل تھے اور خندق کے روز، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ اصحاب حدیث نے آپ سے ۱۴ احادیث روایت کی ہیں۔ آپ نے ۴۵ھ میں وفات پائی۔
ؔ الروحاء ایک کشادہ راستہ ہے جو مدینہ سے تین میل کے فاصلے پر ہے۔

حمراء الاسد سے زیادہ دور نہیں ہے، معلوم ہوتا ہے کہ بعض قائدین نے اُحد سے واپسی کے وقت مدینہ پر حملہ نہ کرنے اور مدینہ کی فوج کی بیخ کنی کرنے سے قبل جلدی سے میدان سے ریٹائرمنٹ کرنے پر ابوسفیان کو ملامت کی۔ اور انہوں نے اس سے پُر اصرار مطالبہ کیا کہ وہ مدینہ میں مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لئے جلد واپس جائے حتیٰ کہ ایک نے (ابوسفیان کو ملامت کرتے ہوئے) کہا۔

نہ تم نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کیا اور نہ جوان عورتوں کو اپنے پیچھے بٹھایا (یعنی قیدی عورتوں کو) تم نے بہت برا کیا ہے۔ بلاشبہ تم نے انہیں قتل کر دیا ہے حتیٰ کہ صرف تم نے بھگوڑوں کو ہی چھوڑا ہے۔ واپس جاؤ اور قبل اس کے کہ وہ قوت و شوکت حاصل کریں۔ ان کی بیخ کنی کردو[1]۔

یہ باتیں بعض قائدین نے ابوسفیان کو اس کانفرنس میں کہیں جسے مکی فوج کے قائدین نے بعض ان قائدین کی تجویز پر مناقشہ کے لئے الروحا کے کشادہ راستے میں منعقد کیا تھا جنہوں نے اس بات کی دعوت دی تھی کہ مکی فوج ، مدینہ پر حملے کے لئے واپس چلی جائے۔ باوجودیکہ مکی فوج کے اکثر قائدین اس تجویز کو خوش آمدید کہتے تھے مگر زعیم صفوان بن امیہ[2] الجمحی نے اس رائے میں ان کی مخالفت کی اور انہیں مشورہ دیا کہ وہ اپنی ریٹائرمنٹ کرتے جائیں اور مدنی فوج سے جنگ کرنے کے لئے اپنی فوج کی واپسی کے بارے میں نہ سوچیں کیونکہ

---

[1] سیرت حلبیہ جلد ۲ ص ۴۹۔

[2] یہ صفوان مسلمان ہوگیا اور بہترین صحابہ میں سے ہوگیا۔ اس کے حالات ہماری کتاب غزوۂ بدر میں بیان ہوچکے ہیں۔

اُسے خدشہ تھا کہ انہیں بڑی شکست ہوگی اس لئے اس نے کہا۔

اے میری قوم کے لوگو ایسا نہ کرنا مجھے خدشہ ہے کہ جو لوگ خروج سے پیچھے رہ گئے ہیں (یعنی وہ مسلمان جو احد میں شامل نہیں ہوئے) وہ تمہارے خلاف اکٹھ کر لیں گے۔ پس واپس چلے جاؤ۔ تم کو غلبہ نصیب ہوا ہے اور مجھے خدشہ ہے کہ اگر تم واپس لوٹے تو تم مغلوب ہو جاؤ گے، معلوم ہوتا ہے کہ سالارِ عام ابوسفیان صفوان بن امیہ کی رائے کو نصف نصف کرنا چاہتا تھا۔ مگر آخر کار وہ ان قائدین کی رائے کی طرف مائل ہو گیا۔ جنہوں نے فوج کے ساتھ واپس جا کر مدینہ میں مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنے پر اصرار کیا۔

حیران کن اچانک بات

اسی دوران میں کہ مکی فوج کے قائدین اپنی الروحار کی کانفرنس میں رائے پر باری باری اظہار خیال کر رہے تھے کہ اچانک ان کی انٹیلی جنس نے انہیں خبر پہنچائی کہ مدنی فوج (حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کمان میں) ان کے تعاقب کو چل پڑی ہے اور اس فوج نے کھلی کرتے ہوئے ان کے نزدیک ہی حمراء الاسد میں پڑاؤ کر لیا ہے۔ پس وہ شرمندہ ہو گئے۔ اور ان کے عزائم ڈھیلے پڑ گئے اور ان کے دل مسلمانوں کے رعب سے بھر گئے اور انہیں یقین ہو گیا کہ مدینے میں مسلمانوں پر حملہ کرنا تو کجا وہ کھلے میدان میں بھی مسلمانوں سے جنگ کرنے میں کمزور ہیں۔ پس انہوں نے صفوان ابن امیہ کی رائے کو درست خیال کیا اور بجائے اس کے کہ وہ مسلمانوں سے جنگ کرنے کے منصوبے بناتے (جیسا کہ کانفرنس میں فیصلہ ہوا تھا) اس طریق کے بارے میں غور و فکر کرنے لگے۔ جس سے وہ ذرا سی نام کی فتح کی قیمت کی محافظت کرتے ہوئے جو انہیں معرکہ احد میں حاصل ہوئی تھی) الروحا سے ریٹائرمنٹ

کی باتیں اور جب جزیرے کے باشندوں کو اس بات کا علم ہوجاتا کہ مکی فوج اس جنگ سے پیچھے ہٹ گئی ہے جس میں وہ اس مدنی فوج کے ساتھ لڑنے کے لئے نکلی تھی جوان کے قریب ہی چیلنج کرتے ہوئے پڑاؤ کئے ہوئے تھی تو ان باشندوں کی نگاہ میں یہ قیمت بھی ضائع ہوجاتی۔ مکی فوج کے قائدین کے دلوں میں یہ بات پڑ گئی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان سے جنگ کرنے کے لئے مدینے سے نئی فوج لے کر آئے ہیں۔ پس وہ مسلمانوں سے شدید خوفزدہ ہو گئے۔

مشرک حلیف کا مسلمانوں سے اخلاص

خزاعہ[1] کے مشرکین میں سے مسلمانوں کے ایک حلیف معبد بن ابی معبد[2] الخزاعی نے ابو سفیان اور اس کی فوج پر اعصابی جنگ کے پروپیگنڈے کا جو شدید حملہ کیا اس سے ابو سفیان مسلمانوں سے مزید خوفزدہ ہو گیا۔

یہ معبد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزرا (آپ حمراء الاسد میں پڑاؤ کئے ہوئے تھے) اور اس نے آپ کو بتایا کہ مسلمانوں کو جو تکلیف پہنچی ہے وہ ہم پر گراں ہے اور ہم چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ان سے بچائے گا۔[3] پھر اس نے حمراء الاسد کو چھوڑ دیا (اور وہ اپنے حلیف محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی فوج کے مفاد میں ایک شریفانہ فعل کے ادا کرنے کی نیت کئے ہوئے تھا۔)

---

[1] اس قبیلے کے حالات ہماری کتاب غزوۂ بدر میں بیان ہو چکے ہیں [2] معبد ابن ابی معبد الخزاعی آپ مسلمان ہو کر حسن اسلام سے آراستہ ہوئے مجھے تراجم میں آپ کی تاریخ وفات کا پتہ نہیں چل سکا۔

[3] الاستیعاب از عبد البر ص ۴۳۴ ا ذا صابہ ابن حجر جلد ۳

اور عملاً معبد نے (اپنے راستے میں) ابوسفیان کی فوج کے پاس سے جو الرّوحار میں پڑاؤ کئے ہوئے تھی، گذرنے کا ارادہ کیا۔

تو ہلاک ہو جائے تو کیا کہتا ہے

پس جب معبد الروحار پہنچا تو ابوسفیان جلدی سے اس کے پاس یہ کہتے ہوئے آیا، اے معبد تیرے پیچھے کیا ہے؟ اس نے کہا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے اصحاب کے ساتھ ایک فوج کے ساتھ جس کی مثال میں نے کبھی نہیں دیکھی تمہاری تلاش میں نکل پڑے ہیں وہ تمہارے خلاف جلے ہوئے ہیں کل جو اوس اور خزرج میں سے پیچھے رہ گئے تھے وہ آپ کے ساتھ اکھٹے ہو گئے ہیں اور انہوں نے باہم معاہدہ کیا ہے کہ وہ تم سے جنگ کئے بغیر واپس نہ جائیں اور حملہ کریں ..... ان میں ایسا غصہ ہے کہ میں نے اس کی مثل کبھی نہیں دیکھی۔

ابوسفیان نے (خوف اور گھبراہٹ سے) کہا۔ تو ہلاک ہو جائے تو کیا کہتا ہے؟ معبد نے کہا: خدا کی قسم میرے خیال میں تو کوچ نہیں کرے گا کہ تو گھوڑوں کی پیشانیاں دیکھو گے۔ ابوسفیان نے کہا خدا کی قسم ہم نے ان کے بقیہ لوگوں کی بیخ کنی کے لئے ان پر حملے کی نیت کی تھی۔ معبد نے کہا میں تمہیں اس بات سے منع کرتا ہوں [1]

مکی فوج کا نازک موقف

معبد نے (مسلمانوں کے مفاد کے لئے) جو پروپیگنڈہ کارروائی کی اس کا مکی فوج کے قائدین کے عزائم کے توڑنے اور قریشی فوج کے دلوں میں

---

[1] سیرت حلبیہ جلد ۲ ص ۵۱

خوف اور ڈر کے پھیلانے میں بڑا اثر ہوا۔ معبد خزاعی نے جو خبر انہیں دی اس نے مشرکین کے دلوں میں یہ بات ڈال دی کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نئی فوج کے ساتھ آئے ہیں اور اگر یہ بات نہ ہوتی تو وہ اس قدر جلد مارچ کرنے اور اس طرح کھلا چیلنج کرنے کا اقدام نہ کرتے۔

اس نئے مشرکین کی فوج کے قائدین نے اس حالت میں مکہ کی طرف مسلسل ریٹائرمنٹ جاری رکھنے اور مسلمانوں سے ٹکرانے سے اجتناب کرنے کا فیصلہ کیا اس تحدی کی شکل میں مسلمانوں کے خروج نے مشرکین کی فوج کے سالار عام (ابو سفیان) کو ایک نازک پوزیشن میں ڈال دیا۔ پس اس کا مکہ کی طرف ریٹائرمنٹ کرنا جبکہ عربوں کو معلوم ہو چکا تھا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے تعاقب کے لئے روانہ ہو چکے ہیں ۔) جزیرہ کے باشندوں پر واضح کر دیتا تھا کہ ابو سفیان فی الواقعہ معرکہ احد میں فاتح نہیں تھا۔

اور اگر ایسا نہ ہوتا تو وہ جنگ سے پیچھے نہ ہٹتا اور نہ ہی اس مسلمان فوج سے جنگ کرنے سے کمزوری دکھاتا جو اس کی تلاش میں نکلی تھی اور (کھلی تحدی کے ساتھ) اس مکی فوج کے نزدیک پڑاؤ کئے ہوئے تھی جس کے متعلق لوگوں کا خیال تھا کہ اس نے فتح پائی ہے اور اس نے احد میں اسلامی فوج کو شکست دی ہے۔ واقعات کی منطق (خصوصاً اس حالت میں جس میں مکی فوج عربوں کے سامنے غالب اور فاتح کی صورت میں نمایاں ہوئی تھی) ابو سفیان کے متعلق فیصلہ دیتی ہے کہ وہ (نئے سرے سے) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی فوج کے خلاف معرکے میں حصہ لے جو پختہ ارادے کے ساتھ اس سے جنگ کرنے کو نکلے ہیں۔

(اس حالت میں) واقعات کی منطق ابو سفیان پر جو کرنا فرض قرار دیتی ہے یہ اس کا کم از کم ہے کیونکہ ماہرین جنگ حیرت سے) ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں

کہ ابوسفیان نے احد سے اپنی فاتح فوج کے ساتھ واپسی پر مدینہ سے کیوں جنگ نہ کی جب کہ مدینہ مکمل طور پر کھلا تھا اور اس میں مسلمانوں میں سے ہتھیار اٹھانے والا کوئی بھی نہ تھا۔

پس ان لوگوں کی کیا حالت ہوگی جب انہیں پتہ چلے گا کہ ابوسفیان جنگ سے پیچھے ہٹ گیا ہے اور اسی اسلامی فوج کے آگے بھاگ گیا ہے جس کے متعلق اس نے عربوں کو یہ تصور دیا اور ان کے درمیان مشہور کیا کہ اس نے اسے شکست دی ہے اور اس کی قوت کو توڑ دیا ہے اور اس پر غالب آیا ہے۔

ابوسفیان کا آندھی کی طرف جھکاؤ

واقعات کی منطق یونہی ابوسفیان کے متعلق رہی کہ وہ چیلنج کو قبول کرے اور (نئے سرے سے) اس مدنی فوج کے ساتھ برسرپیکار ہو جو کسی تردد اور سستی کے بغیر اس کی تلاش میں اور اس کے خلاف جنگ کا چیلنج دیتے ہوئے نکلی ہے، لیکن ابوسفیان (ایک تجربہ کار جنگی سالار کی طرح) دوسروں سے بہتر جانتا تھا کہ اس کی فوج کو معرکہ احد میں جو سرسری فتح ہوئی ہے (اگر اس کا نام فتح رکھنا جائز ہو تو) وہ ایک غلطی کے نتیجے میں حاصل ہوئی ہے اور غلطیاں بار بار نہیں ہوتیں اس لئے وہ مسلمانوں سے (خاص طور پر اس حالت میں) جنگ کرنے سے ڈرتا تھا کیونکہ اسے خدشہ تھا کہ ان کے ساتھ دالروحاء یا حمراء الاسد میں) ٹکراؤ کرنے سے وہ اسے ایسی شکست دیں گے کہ جس سے اُسے تیر اندازوں کی غلطی کی مانند غلطی نہیں بچائے گی جو احد کے روز اس کی فوج کے سروں کو شکست کے ہتھوڑوں تلے لے آئی تھی۔ قریب تھا کہ وہ شکست تباہ کن ہو جاتی . . . . اور تیر اندازوں کی غلطی کے نتیجے میں حاصل ہونے والی فتح اس سے ضائع ہو جاتی (اللہ انہیں بخشے) بلاشبہ ابوسفیان کو یقین تھا کہ اگر

مکی فوج نے نبوی فوج (تعاقب کرنے والی غصہ ور اور حملہ آور) کے خلاف جنگ کی تو (اس جنگ کے نتیجے میں) اسے شکست ہوگی جو بدر کے مشہور معرکے کی جنگ سے بھی زیادہ بڑی اور سخت اثر والی ہوگی۔ اس لئے اس نے (مکی فوج کے زعما کے اتفاق سے) جنگ سے واپسی کا اور تعاقب کرنے والی نبوی فوج کے خلاف جنگ کرنے سے بچنے کا فیصلہ کیا۔

اپنی ریٹائرمنٹ کو چھپانے کے لئے ابوسفیان کے داؤ پیچ

لیکن (اس ریٹائرمنٹ کے حکم کی تنفیذ سے قبل) ابوسفیان نے ایک حیلہ اختیار کیا کہ شاید وہ اس سے نبوی فوج کے آگے جو اس کے تعاقب کے لئے نکلی ہے اپنے عزم فرار کی رسوائی کو چھپا سکے۔

سو اس نے مدنی فوج کو ڈرانے کے لئے پروپیگنڈہ داؤ پیچ استعمال کرنے کا فیصلہ کیا کہ وہ اسے اس وہم میں ڈالے کہ وہ (حمراء الاسد میں) اس پر حملہ کرنے اور اسے تباہ کرنے کا عزم کئے ہوئے ہے کہ شاید وہ مکی فوج کے اپنے مقام (الروحاء) سے مکہ کی جانب مارچ کرنے سے قبل ڈر جائے اور جس راستے آئی تھی اسی راستے سے مدینہ واپس چلی جائے۔ اس طرح ابوسفیان ان عربوں کو (جنھیں حیرت اور استغراب سے مسلمانوں کے اس مکی فوج کے تعاقب میں روانہ ہونے کا علم ہو چکا تھا جس کے متعلق مشہور ہو گیا تھا کہ اس نے اسلامی فوج کو شکست دی ہے اور معرکہ احد میں اسے تباہ کر دیا ہے) سجھا رہا تھا کہ اس نے نبوی فوج کو خوفزدہ کر دیا ہے اور اسے مدینہ واپس جانے پر مجبور کر دیا ہے۔ اس طرح مکی فوج پر فاتح فوج کا رنگ باقی رہ سکتا ہے۔

تہدیدی پیغام

اس طرح ابوسفیان نے بنو عبد القیسؒ کے ایک قافلے کو (جو مدینہ کی طرف جا رہا تھا) حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب ایک تہدیدی پیغام دیا جس کا مضمون یہ تھا کہ ابوسفیان نے حمراء الاسد میں مسلمانوں پر حملے کا عزم کیا ہوا ہے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور آپ کے اصحاب کی بیخ کنی کے لئے روانگی کی نیت کی ہوئی ہے ؏

اور عملاً عبد القیس کے قافلے نے ابوسفیان کا تہدیدی پیغام حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا دیا لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دھمکی سے تجاہل اختیار کیا اور آپ کا عزم کمزور نہ ہوا بلکہ آپ اپنی فوج کے ساتھ (حمراء الاسد میں) اپنی جگہ تین دن پڑاؤ کر کے پوری رات آگ جلاتے رہے تاکہ (تحدی کے ساتھ) قریش کو بتائیں کہ آپ اپنی جگہ پر قائم ہیں اور ان کے خلاف فیصلہ کن معرکے میں حصہ لینے کو تیار ہیں اور یہ قریشی داؤ پیچ مسلمانوں کے عزائم کو کمزور کرنے میں فائدہ مند ثابت نہ ہوئے اور ابوسفیان کو اسلامی فوج کے ثبات اور اس کے جنگ پر اصرار کرنے کا یقین ہوگیا۔ (وہ مسلمانوں کے تحدی کے سامنے) واپسی کی عار کو اپنی فوج کے ساتھ عسکری جانبازی میں شمولیت پر فضیلت دیتے ہوئے جو قریش کی شہرت کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ کرنے کا سبب بن سکتی تھی (لوگوں کے قول کے مطابق) آندھی کے سامنے جھک گیا اور پشت پھیر گیا۔

؏ بنو عبد القیس، اسد کا ایک بطن ہیں جو عدنانی ربیعہ میں سے ہیں ان کے دیار تہامہ میں تھے پھر یہ بحرین کی طرف چلے گئے۔

؏ سیرت حلبیہ جلد ۲ ص ۵۱

پس وہ مکہ واپس آگیا حالانکہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ابھی تک اپنی فوج کے ساتھ حمرار الاسد میں پڑاؤ کئے ہوئے تھے ..... ابوسفیان مکی فوج کے ساتھ بھاگتے ہوئے الروحار سے واپس آگیا۔ باوجودیکہ اس کی فوج کی تعداد اس اسلامی فوج سے چار گنا زیادہ تھی جو مدینہ سے اس کے تعاقب کے لئے نکلی تھی۔

مدینہ کی طرف اسلامی فوج کی واپسی

ابوسفیان کے الروحار سے

مکہ کی طرف واپس آجانے کے بعد، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنی جانباز فوج کے ساتھ سربلند ہو کر مدینہ واپس آگئے اور اس دیرانہ فوجی حرکت سے آپ نے ایک واضح سیاسی اور فوجی فتح کا ریکارڈ قائم کیا۔ اور حمرار الاسد کا یہ کامیاب دستہ، دلوں میں مسلمانوں کی ہیبت اور ان کے مقام کو دوبارہ قائم کرنے کا سبب بن گیا۔ اس لئے کہ انہوں نے انس بہادر دستے سے انتظار کرنے والے (منافقین، یہود اور اعراب) پر ان کے ظن کی خرابی اور ان کی سوچ کی غلطی ثابت کر دی اور یہ کہ وہ ان کے خیال سے بہت زیادہ طاقتور ہیں۔

اسی طرح سالار رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سریع حرکت سے سب عربوں کے سامنے ثابت کر دیا کہ ابوسفیان حقیقتہً معرکہ احد میں فاتح نہ تھا اور اس کی فتح ایک کھوکھلی فتح تھی جو صرف ایک غلطی کے نتیجے میں حاصل ہوئی تھی۔

اور بڑے بڑے فوجی ماہرین (گذشتہ اور موجودہ) نے تسلیم کیا ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حمرار الاسد تک جوان کا

تعاقب کیا یہ ایک شاندار عسکری داؤ پیچ تھا جس سے آپ نے اپنی فوج کی شہرت کو محفوظ کیا اور اس سے اس کی اس شہرت و مقام کو واپس لے آئے جسے وہ معرکہ احد کی شکست کے بعد کھو دینے والی تھی۔

فصل ہشتم

- فریقین کے خساروں کا دقیق جائزہ
- قرآن کی معرکہ کے مراحل کے متعلق گفتگو

معرکے میں فریقین کے مقتولین

اس معرکے میں مسلمانوں کو (بخاری کی تحقیق کے مطابق) ستر مقتولین کا نقصان پہنچا اس کا مفہوم یہ ہے کہ انہوں نے اس معرکے میں اپنی فوج کے سو جوانوں میں سے دس جوانوں کو کھویا۔

اور معرکہ احد میں شہداء صحابہ کی غالب اکثریت انصار رضی اللہ عنہم کی تھی اس معرکے میں ان کے ۶۴ آدمی مارے گئے جن کی اکثریت خزرجیوں کی تھی جو ہمیشہ اکثریت میں ہوتے تھے۔

اور اس معرکے میں مہاجرین کے شہدا صرف چار تھے۔

مہاجرین کے شہدا کی تعداد اور ان کے نام

۱۔ بنو ہاشم بن عبد مناف سے ...... حضرت حمزہ بن عبد المطلب، جنھیں جبیر بن مطعم کے غلام وحشی حبشی نے قتل کیا۔

۲۔ بنو عبد شمس بن عبد مناف سے ... حضرت عبد اللہ بن جحشؓ (ان کے حلیف) آپ بنی اسد بن خزیمہ میں سے تھے۔

۳۔ بنو عبد الدار بن قصی سے ...... حضرت مصعبؓ بن عمیر آپ کو ابن قمئۃ اللیثی نے قتل کیا۔

۴۔ بنو مخزوم سے .... حضرت شماس بن عثمان [2]

انصار کے شہدا اور ان کے نام

(۱) بنو عبد الاشہل سے (یہ اوس کا ایک بطن ہیں) چودہ آدمی شہید ہوئے۔

۱۔ حضرت عمرو بن معاذ بن النعمان [3]

---

[1] آپ کے حالات ہماری کتاب غزوۂ بدر میں بیان ہو چکے ہیں۔

[2] شماس بن عثمان بن الشرید بن حرمی، آپ اولین مہاجرین میں سے تھے۔ بدر میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شامل ہوئے۔ (حضرت زبیر بن بکار) کے قول کے مطابق آپ بہت خوب صورت تھے۔ ان کو بہت کاری زخم لگے۔ آپ کو مدینہ لایا گیا تو آپ معرکے کے ایک دن بعد فوت ہو گئے اور بقیع میں دفن ہوئے۔

[3] عمرو بن معاذ بن النعمان، آپ مشہور صحابی حضرت سعد بن معاذ کے بھائی ہیں۔ جو اوس کے سردار تھے۔ آپ بدر میں شامل ہوئے اور احد کے روز حضرت عمر بن الخطاب کے بھائی ضرار بن الخطاب نے آپ کو قتل کیا۔

۲۔ حضرت الحارث بن انس بن رافع ؓ ۱
۳۔ حضرت عمارۃ بن زیاد بن اسکن ؓ ۲
۴۔ حضرت سلمہ بن ثابت بن دقش ؓ ۳
۵۔ حضرت عمرو بن ثابت بن دقش ؓ ۴
۶۔ ان دونوں کے باپ حضرت ثابت دقش ؓ ۵
۷۔ حضرت حیل بن جابر ؓ ۶

۱۔ عبدان المروزی کا بیان ہے کہ میں نے احمد بن سیار کو بیان کرتے سنا کہ الحارث بن رافع حضرت نبی کریم ؐ کے اصحاب میں سے ہیں آپ احد میں شہید ہوئے آپ کی کوئی حدیث معلوم نہیں۔

۲۔ عمارۃ بن زیاد بن اسکن، آپ ایک بہادر آدمی تھے۔ پہاڑ کی طرف ریٹائرمنٹ کے درمیان آپ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع کرتے ہوئے آپ کے آگے شہید ہوئے۔

۳۔ یہ سلمہ، رسول کریم ؐ کے ساتھ بدر میں شامل ہوئے۔

۴۔ یہ عمرو بن ثابت واحد مسلمان ہیں جو جنت میں داخل ہوں گے۔ حالانکہ آپ نے کبھی نماز نہیں پڑھی۔ آپ اسلام کا انکار کرتے تھے۔ حتیٰ کہ احد کے روز مسلمان ہو گئے اور اپنے ہتھیار اٹھا کر مسلمانوں کے ساتھ جا ملے اور معرکے کے آغاز میں شہید ہو گئے۔ ان ہی عمرو کا نام (الاحیرم) ہے۔ ہم نے اصل کتاب میں ان کا واقعہ طوالت سے بیان کیا ہے۔

۵۔ یہ ثابت بہت بوڑھے تھے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو جنگ سے معافی دے دی تھی۔ لیکن جب آپ نے جنگ کے شعلے دیکھے تو اپنے ہتھیار اٹھائے اور جنگ کی اور شہید ہو گئے۔ ہم نے اصل کتاب میں آپ کا واقعہ بیان کیا ہے۔

۶۔ حضرت حیل بن جابر، آپ مشہور صحابی حضرت حذیفہ کے والد ہیں۔ آپ ہی کو مسلمانوں نے شکست کے وقت غلطی سے قتل کر دیا تھا۔ جیسا کہ ہم اصل کتاب میں بیان کر چکے ہیں۔

۸۔ حضرت صیفی بن قینطی [1]

۹۔ حضرت حباب بن قینطی [2]

۱۰۔ حضرت عباد بن سہیل [3]

۱۱۔ حضرت الحارث بن اوس بن معاذ [4]

۱۲۔ حضرت رفاعہ بن وقش [5]

۱۳۔ حضرت ایاس بن اوس بن عتیک [6]

۱۴۔ حضرت عبید بن التیہان [7]

(ب) بنو ظفر سے (یہ اوس کا ایک بطن ہیں) صرف ایک شخص شہید ہوا۔

۱۔ حضرت یزید بن حاطب ابن امیہ [8]

---

[1] صیفی بن قینطی، آپ کی ماں الصفیہ بنت التیہان ہے آپ کو فرار بن الخطاب نے قتل کیا۔

[2] آپ حضرت صیفی کے بھائی ہیں، آپ بدر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شامل ہوئے۔

[3] عباد بن سہیل بن مخرمہ، آپ کو صفوان بن امیہ الجمعی نے قتل کیا۔

[4] الحارث بن اوس بن معاذ بن النعمان، حضرت سعد بن معاذ سید الاوس کے بھتیجے، الحارث بدر میں شامل ہوئے اور ۲۸ سال کی عمر میں بدر میں شہادت پائی۔

[5] آپ حضرت ثابت بن وقش کے بھائی ہیں آپ کو خالد بن ولید نے قتل کیا۔

[6] بعض کا خیال ہے کہ آپ خندق میں شہید ہوئے مگر صحیح بات اس کے خلاف ہے۔

[7] یہ عبید بیعت عقبہ میں شامل ہونے والے لوگوں میں سے تھے اور بدر میں شامل ہوئے۔

[8] مجھے آپ کے حالات کی کوئی قابلِ ذکر تفصیل معلوم نہیں ہوئی۔

(ج) بنو ضبیعہ سے (یہ اوس کا ایک بطن ہیں) دو آدمی شہید ہوئے

۱۔ حضرت ابوسفیان بن الحارث بن قیس بن زید [1]

۲۔ حضرت حنظلہ بن ابی عامر (غسیل الملائکہ) [2]

(د) بنو عبید سے (یہ اوس کا ایک بطن ہیں) صرف ایک آدمی شہید ہوا۔

۱۔ حضرت انیس بن قتادہ [3]

(ھ) بنو ثعلبہ بن عمرو بن عوف سے (یہ اوس کا ایک بطن ہیں) صرف دو آدمی شہید ہوئے۔

۱۔ حضرت ابوحیتہ ابن عمرو بن ثابت [4]

۲۔ حضرت عبداللہ بن جبیر، آپ تیر اندازوں کے اس دستے کے امیر تھے جسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کے پچھلے حصے

---

[1] یہ ابوسفیان بدر میں شامل ہوئے۔ آپ کو ابو البنا کہا جاتا تھا اور جب احد کے روز مسلمانوں کو شکست ہوئی تو آپ نے کہا اے اللہ میں اپنی بیٹیوں کے پاس واپس نہیں جانا چاہتا۔ بلکہ میں تیری راہ میں قتل ہونا چاہتا ہوں۔ تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی تعریف کی۔

[2] آپ کے حالات پہلے بیان ہو چکے ہیں۔

[3] یہ انیس بدر میں شامل ہوئے۔ آپ حضرت خنسا بنت خذام کے خاوند تھے۔ جب آپ احد میں شہید ہو گئے تو آپ کے باپ نے مزینہ کے ایک شخص سے آپ کا نکاح کر دیا جسے آپ نے ناپسند کیا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آگئیں۔ آپ نے اس کے نکاح کو توڑ دیا اور حضرت ابولبابہ سے آپ کا نکاح کر دیا۔ [4] ابوحاتم نے بیان کیا ہے کہ آپ کا نام عامر بن عبد عمرو بن عمیر بن ثابت تھا۔ ابوحیہ، بدر میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شامل ہوئے اس کا ذکر ابن اسحاق نے کیا ہے۔

کی حفاظت کے لئے پہاڑ میں مقرر کیا تھا [1]

(و) بنو السّلم سے (یہ اوس کا ایک بطن ہیں) صرف ایک شخص شہید ہوا۔

۱۔ حضرت خیثمہ، ابو سعد بن خیثمہ [2]

(ز) بنو العجلان سے (یہ خزرج کا بطن ہیں) صرف ایک شخص شہید ہوا۔

۱۔ حضرت عبداللہ بن سلمہ البلوی [3]

(ح) بنو معاویہ بن مالک بن عوف سے (یہ اوس کا بطن ہیں) صرف ایک شخص شہید ہوا۔

۱۔ حضرت سبیع بن حاطب [4]

(ط) بنو النجار بن ثعلبہ سے (یہ خزرج کا بطن ہیں) بارہ اشخاص شہید ہوئے۔

۱۔ حضرت عمرو بن قیس [5]

---

[1] آپ کے حالات اس کتاب میں پہلے بیان ہو چکے ہیں۔

[2] خیثمہ بن الحارث بن مالک بن کعب، آپ کو ہبیرہ بن ابی وہب مخزومی قرشی نے قتل کیا۔

[3] عبداللہ بن سلمہ بن مالک بن الحارث البلوی انصاری (بالحلف) آپ بدر میں شامل ہوئے آپ دلیر اور شجاع تھے اور جب آپ مارے گئے تو آپ اسے مدینہ لے گئیں (جیسا کہ طبری نے بیان کیا ہے)

[4] سبیع بن حاطب بن قیس بن ہیشہ آپ بدر میں شامل ہوئے۔

[5] عمرو بن قیس بن زید بن سواد (واقدی نے بدر میں شامل ہونے والوں میں آپ کا ذکر کیا ہے۔

۲۔ آپ کے بیٹے حضرت قیس بن عمرو ؓ[۱]

۳۔ حضرت ثابت بن عمرو بن زید ؓ[۲]

۴۔ حضرت عامر بن مخلد ؓ[۳]

۵۔ حضرت ابوجبیرہ بن الحارث بن علقمہ ؓ[۴]

۶۔ حضرت عمرو بن مطرف بن علقمہ بن عمرو ؓ[۵]

۷۔ حضرت اوس بن ثابت بن المنذر ؓ[۶]

۸۔ حضرت انس بن النضر بن ضمضم بن زید بن حرام ؓ[۷]

۹۔ حضرت قیس بن مخلد ؓ[۸]

۱۰۔ حضرت کیسان ؓ[۹] (ان کے غلام)

---

[۱] ابن عمرو بن قیس بن زید بن سواد، آپ کے بدر میں شامل ہونے کے متعلق اختلاف ہے۔

[۲] ثابت بن عمرو بن زید بن عدی بن سواد، آپ بدر میں شامل ہوئے، کہتے ہیں کہ آپ بنی النجار میں سے نہیں ہیں آپ (بالحلف) بخاری ہیں اور قبیلہ اشجع سے ہیں۔

[۳] عامر بن مخلد بن الحرث، موسیٰ بن عقبہ نے بدر میں شامل ہونے والوں میں آپ کا ذکر کیا ہے۔

[۴] ابوجبیرہ بن الحارث بن علقمہ بن عمرو بن کعب، آپ نے ایک مشرک کو بکری کی طرح ذبح کیا تو (حضرت) خالد بن ولید نے آپ کو قتل کر دیا۔ حضرت ابوہبیرہ جنگوں میں درندے کی مانند ہوتے تھے۔ [۵] عمرو بن مطرف بن عمرو جو بنو مبذول میں سے ہیں۔

[۶] اوس بن ثابت، آپ مشہور شاعر حضرت حسان بن ثابت کے بھائی ہیں، اوس، بیعت عقبہ میں شامل ہونے والوں میں سے ہیں آپ بدر میں بھی شامل ہوئے۔ [۷] آپ کے حالات پہلے بیان ہو چکے ہیں۔ [۸] قیس بن مخلد بن ثعلبہ، آپ بدر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شامل ہوئے۔

[۹] (اصابہ میں آپکو بنو مازن بن النجار کا غلام بیان کیا گیا ہے آپ نے احد کے روز شہادت پائی۔ ابوعمر نے کیسان النعاری کو بنی عدی النجار کا غلام بیان کیا ہے اور آپ کو احد کے شہیدوں میں بیان کیا ہے یہ بھی بیان کیا ہے کہ آپ بنو مازن بن النجار کے غلام ہیں اور بعض نے آپ کو ان کا غلام بیان کیا ہے اور کہا ہے کہ ہو سکتا ہے آپ دو ہوں۔

۱۱۔ حضرت سلیم بن الحارث [1]

۱۲۔ حضرت نعمان بن عبد عمرو [2]

(ی) بنو الحارث سے (یہ خزرج کا بطن ہیں) تین آدمی شہید ہوئے۔

۱۔ حضرت خارجہ بن زید بن ابی زہیر [3]

۲۔ حضرت سعد بن الربیع بن عمرو بن ابی زہیر [4] ان دونوں کو ایک ہی قبر میں دفن کیا گیا

۳۔ حضرت اوس بن الارقم بن زید [5]

(ک) بنو الابجر سے (یہ خزرج کا بطن ہیں) تین آدمی شہید ہوئے۔

۱۔ حضرت مالک بن سنان بن عبید [6]

۱۔ سلیم بن الحارث بن ثعلبہ بن کعب البخاری الانصاری ابن اسحاق نے آپ کو بدریوں میں بیان کیا ہے۔

۲۔ آپ بدریوں میں شامل تھے۔

۳۔ آپ کے حالات اس کتاب میں پہلے بیان ہو چکے ہیں۔

۴۔ آپ کے حالات بھی پہلے بیان ہو چکے ہیں۔

۵۔ ابن عبد البر نے الاستیعاب میں، اوس بن الارقم بن زید بن قیس بن نعمان الانصاری بیان کیا ہے آپ بنو الحرث بن الخزرج سے ہیں، احد کے روز شہید ہوئے۔

۶۔ مالک بن سنان بن عبید بن ثعلبۃ الخدری (حضرت ابو سعید خدری کے والد) مشہور صحابی ہیں اور یہ مالک وہی ہیں کہ جب معرکہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم زخمی ہو گئے تو آپ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے سے خون چوسا اور احد کے روز ثابت قدم رہنے والوں میں شامل تھے۔

۲۔ حضرت سعید بن سوید بن قیس ؎

۳۔ حضرت عتبہ بن ربیع بن رافع ؎

(ل) بنو ساعدہ سے (یہ خزرج کا بطن ہیں) دو آدمی شہید ہوئے۔

۱۔ حضرت ثعلبہ بن سعد بن مالک ؎

۲۔ حضرت ثقف بن فروۃ بن البدی ؎

(م) بنو طریف سے (یہ خزرج کا بطن ہیں) دو آدمی شہید ہوئے۔

۱۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن وھب ؎

۲۔ حضرت ضمرہ (ان کے حلیف) بنو جہینہ سے ؎

(ن) عوف بن الخزرج سے (یہ خزرج کا بطن ہیں) پانچ آدمی شہید ہوئے۔

۱۔ حضرت نوفل بن عبداللہ ؎

؎ سعید بن سوید بن قیس بن عامر بن عباد بن الابجر۔ حضرت سمرہ بن جندب کے ماں جائے بھائی ہیں۔

؎ ۔ آپ کے حالات میں مجھے صرف اتنا ہی پتہ چلا ہے کہ آپ احد میں شہید ہوئے تھے۔

؎ ثعلبہ بن سعد بن مالک بن خالد بن حارثہ، آپ بدر میں شامل ہوئے اس کا ذکر طبرانی نے کیا ہے کہ اس ثقف کو (الاخرش) کہا جاتا ہے۔ مجھے تراجم میں آپ کے احد میں شہید ہونے سے زیادہ کوئی بات نہیں ملی۔

؎ عبداللہ بن عمرو بن وھب بن ثعلبہ۔ حضرت سعد بن عبادہ کے قبیلے سے۔

؎ ضمرہ بن عمرو بن کعب الجہنی الخزرجی الانصاری (بالحلف) آپ بدریوں میں سے ہیں اور بشیر بن عمرو بن ثعلبہ کے بھائی ہیں ؎ ابن اسحاق اور ابن اثیر نے ایسے ہی بیان کیا ہے اور ابن عبدالبر نے الاستیعاب میں بیان کیا ہے نوفل بن ثعلبہ بن عبداللہ بن نضلہ۔ نوفل بدر میں شامل ہوئے۔

۲۔ حضرت عباس بن عبادہ بن نضلہ [1]

۳۔ حضرت نعمان بن مالک بن ثعلبہ [2]

۴۔ حضرت المجذر بن زیاد البلوی الانصاری الخزرجی [3] (بالحلف)

۵۔ حضرت عبادہ بن الخشخاش [4]

(س) بنو الحبلی سے (یہ خزرج کا بطن ہیں) صرف ایک شخص شہید ہوا۔

۱۔ حضرت رفاعہ بن عمرو [5]

---

[1] عباس بن عبادہ بن نضلہ بن مالک بن العجلان۔ آپ بیعت عقبہ کے اصحاب میں سے ہیں۔ اور آپ ہی نے اپنی قوم کے ان لوگوں کی جنھوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی تھی۔ بیعت کی اس ذمہ داری کی طرف نظر پھیری جس کا التزام ان پر واجب تھا۔ آپ نے فرمایا اے گروہ خزرج کیا تمہیں معلوم ہے کہ تم کیوں محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے وابستہ ہو۔ تم حرب احمر و اسود پر ان سے وابستہ ہو اگر تمہارا خیال ہو کہ جب تم کمزور ہو گے تو آپ کو چھوڑ دو گے تو ابھی آپ کو چھوڑ دو اور اگر تم اس پر صبر کرو گے تو آپ کے ساتھ وابستہ رہو، انہوں نے کہا ہم اس پر آپ سے وابستہ رہیں گے اور یہ عباس بیعت عقبہ کے بعد کعبہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قیام پذیر ہوئے۔ حتیٰ کہ آپ نے ہجرت کی تو آپ نے بھی آپ کے ساتھ ہجرت کی آپ انصاری مہاجر تھے۔

[2] آپ کے حالات اس کتاب میں پہلے بیان ہو چکے ہیں۔

[3] آپ کے حالات ہماری کتاب غزوہ بدر میں بیان ہو چکے ہیں۔

[4] عبادہ بن الخشخاش الاصابہ میں (بن الخشخاش) بن عمرو بن عمارۃ البلوی الانصاری الخزرجی (بالحلف) بیان ہوا ہے آپ اور المجذر بن زیاد اور النعمان بن مالک کو ایک قبر میں دفن کیا گیا۔

[5] رفاعہ بن عمرو بن نوفل بن عبد اللہ آپ بدر میں شامل ہوئے

(ع) بنو سلمہ سے (یہ خزرج کا بطن ہیں) چار اشخاص شہید ہوئے۔

۱۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن حرام [1]

۲۔ حضرت عمرو بن الجموح بن زید بن حرام [2]

۳۔ حضرت خلاد بن عمرو بن الجموح [3]

۴۔ حضرت ابو ایمن [4]

(ف) بنو سواد بن غنم سے (یہ خزرج کا بطن ہیں) تین آدمی شہید ہوئے۔

۱۔ حضرت سلیم بن عمرو بن حدیدۃ [5]

۲۔ حضرت عنترہ (سلیم بن عمرو کا غلام) [6]

۳۔ حضرت سہیل بن قیس بن کعب [7]

(ص) بنو زریق بن عامر سے (یہ خزرج کا بطن ہیں) دو آدمی شہید ہوئے۔

۱۔ حضرت ذکوان بن عبد قیس [8]

[1،2] ان دونوں کے حالات اس کتاب کے آغاز میں بیان ہو چکے ہیں۔

[3] خلاد بن عمرو بن الجموح آپ احد میں اپنے باپ کے ساتھ شامل ہوئے۔ آپ بدری تھے۔ آپ کی ماں آپ کے باپ کے جثے کے ساتھ آپ کو دفن کے لئے مدینہ لے آئیں پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق ان کو ان کے قتل ہونے کی جگہ پر واپس کر دیا۔

[4] ابو ایمن، حضرت عمرو بن الجموح کے غلام تھے۔

[5] سلیم بن عمرو اور بعض نے بن عامر بیان کیا ہے۔ آپ بدر میں شامل ہوئے اور آپ بیعت عقبہ میں شامل ہونے والوں میں سے تھے۔

[6] مجھے آپ کے حالات کا صرف اتنا ہی پتہ چلا ہے کہ ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ آپ سلیم بن عمرو کے غلام تھے۔ [7] سہیل بن قیس بن کعب بن القین بن کعب، آپ بدر میں شامل ہوئے۔

[8] ذکوان بن قیس بن خلدۃ بن مخلد۔ آپ اسلام کے سابقون میں سے تھے (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

۲۔ حضرت حبید بن المقلی [1]

(۵) بنو معاویہ بن مالک سے (یہ اوس کا بطن ہیں) ایک آدمی شہید ہوا۔

۱۔ حضرت مالک بن نمیلۃ المزنی [2] (ان کا حلیف)

(ب) بنو خطمہ سے (یہ اوس کا بطن ہیں) ایک آدمی شہید ہوا)

۱۔ حضرت الحارث بن عدی بن خرشہ [3]

(ج) بنو سوار بن مالک سے (یہ خزرج کا بطن ہیں) ایک آدمی شہید ہوا۔

۱۔ حضرت مالک بن ایاس [4]

(بقیہ) بیعت عقبہ میں شامل ہوئے آپ اور اسعد بن زرارہ ہجرت سے قبل مکہ آرہے تھے کہ دونوں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق سنا اور مسلمان ہوگئے۔ یہ دونوں مدینہ میں اسلام کو داخل کرنے والے پہلے شخص ہیں اور اس ذکوان کے بارے میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (احد سے ایک روز قبل) فرمایا تھا۔ جو شخص اس شخص کو دیکھنا پسند کرتا ہے جو کل جنت کی سبزی کو اپنے پاؤں سے روندے گا وہ اس شخص کو دیکھ لے۔ جب جیش نبوی نے منطقۃ الشیخین میں رات گذاری تو اس ذکوان نے رات کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کی ذمہ داری لی۔ جب کہ آپ احد کے راستے میں تھے۔

[1] میرے پاس جو مراجع ہیں ان میں آپ کے حالات مجھے نہیں ملے۔

[2] مالک بن نمیلہ انصاری، ابن حبان نے آپ کی صحبت بیان کی ہے ابن اسحاق نے آپ کو بدر میں شامل ہونے والوں میں بیان کیا ہے۔ اور ابراہیم بن سعد کی روایت میں بھی جو بحوالہ ابن اسحاق بیان ہوئی ہے ایسے ہی بیان ہوا ہے۔ آپ احد میں شہید ہوئے۔ ابن ہشام نے ایسے ہی بیان کیا ہے۔

[3] الحارث بن عدی بن خرشہ بن امیہ بن عامر بن خطمہ انصاری۔

[4] آپ کے حالات میں مجھے اتنا ہی پتہ چلا ہے کہ آپ احد میں شہید ہوئے۔

(د) بنو عمرو بن مالک سے (یہ خزرج کا بطن ہیں) ایک آدمی شہید ہوا۔

۱۔ حضرت ایاس بن عدی [1]

(ص) بنو سالم بن عوف سے (یہ خزرج کا بطن ہیں) ایک شخص شہید ہوا۔

۱۔ حضرت عمرو بن ایاس [2]

اوس اور خزرج کے شہدار کی نسبت

یہ اوس اور خزرج کے دونوں قبیلوں کے شہدار میں اور ان دونوں کے درمیان مندرجہ ذیل نسبت ہے۔

۱۔ اوس کے چوبیس۔ اور

۲۔ خزرج کے اکتالیس رضی اللہ عنہم وارضاھم اجمعین

زخمی مسلمان

مسلمانوں کے زخمیوں کے متعلق کسی مورخ نے پورے اعداد وشمار نہیں دیئے۔ جیسا کہ مقتولین کی تعداد کو شمار کیا گیا ہے۔ لیکن باریک بینی سے معرکے کے حالات کی جستجو کرنے والے پر واضح ہو جاتا ہے کہ مسلمانوں کے زخمی بہت سے تھے اور وہ ایک سو پچاس زخمیوں سے کم نہ تھے۔

سیرت حلبیہ میں بیان ہوا ہے کہ صرف قبیلہ بنی سلمہ کے زخمیوں کی تعداد چالیس تک پہنچی ہوئی تھی [3] اور مشرکین کے ہاتھوں میں ایک مسلمان بھی قیدی نہیں ہوا۔

---

[1] آپ کے حالات میں مجھے اتنا ہی پتہ چلا ہے کہ آپ احد میں شہید ہوئے۔

[2] آپ کے حالات میں مجھے اتنا ہی پتہ چلا ہے کہ آپ احد میں شہید ہوئے۔

[3] سیرت حلبیہ جلد ۲ ص ۵۰۔

معرکہ میں مشرکین کے نقصانات

(ابن اسحاق کے بیان کے مطابق) معرکہ احد میں مشرکین کو بیس مقتولین کا نقصان پہنچا۔ اور وہ درج ذیل ہیں۔

(ا) بنو عبدالدار بن قصیٰ بن کلاب بن مرۃ بن کعب سے گیارہ اشخاص قتل ہوئے اور یہ سب علم بردار تھے۔

۱۔ طلحہ بن ابی طلحہ [1] اسے حضرت زبیر بن العوام نے قتل کیا۔

۲۔ ابو سعید بن ابی طلحہ۔ اسے حضرت سعد بن ابی وقاص نے قتل کیا۔

۳۔ عثمان بن ابی طلحہ۔ اسے حضرت حمزہ بن عبدالمطلب نے قتل کیا۔

۴۔ مسافع بن ابی طلحہ۔ اسے حضرت عاصم بن ثابت بن ابی الافلح [2] نے تیر مار کر قتل کیا۔

۵۔ الجلاس بن طلحہ بن ابی طلحہ۔ اسے بھی حضرت عاصم بن ثابت بن ابی الافلح نے تیر مار کر قتل کیا۔

۶۔ الحارث بن طلحہ بن ابی طلحہ۔ اسے قزمان [3] نے قتل کیا۔

---

[1] اس ابو طلحہ کا نام (عبداللہ بن عبدالعزی بن عثمان بن عبدالدار تھا) اور اسی کی طرف آل الشیبی منسوب ہوتے ہیں جن کے ہاتھوں میں آج تک کلید کعبہ ہے۔

[2] آپ کے حالات ہماری کتاب غزوۂ بدر میں بیان ہو چکے ہیں۔

[3] قزمان بن الحرث، یہ دلیر شجاع تھا اور بنی ظفر کا نگہبان اور ان کا محب اور ان کا حلیف تھا اور اس کا کوئی بیوی بچہ نہ تھا اور عجیب بات یہ ہے کہ وہ منافق ہونے کی حالت میں فوت ہوا اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے دوزخی ہونے کی صراحت کی۔ اور اس کی تصدیق اس بات سے ہوئی کہ وہ خودکشی کر کے مرا۔ ہم نے اصل کتاب میں اس کا واقعہ (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

۷۔ کلاب بن طلحہ بن ابی طلحہ۔ اسے بھی قزمان نے قتل کیا اور ابن ہشام کا قول ہے کہ اسے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے قتل کیا ہے۔

۸۔ آرطاق بن شرجیل بن ہاشم بن عبد مناف بن عبد الدار۔ اسے حضرت حمزہ بن عبدالمطلب نے قتل کیا۔

۹۔ ابویزید بن عمیر (حضرت مصعب بن عمیر کے بھائی) بن ہاشم بن عبد مناف بن عبد الدار۔ اسے قزمان نے قتل کیا۔

۱۰۔ القاسط بن شریح بن ہاشم بن عبد مناف بن عبد الدار۔ اسے قزمان نے قتل کیا۔

۱۱۔ صؤاب زان کا حبشی غلام۔ اسے قزمان نے قتل کیا۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اسے حضرت علی ابن ابی طالب نے قتل کیا اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اسے حضرت سعد بن ابی وقاص نے قتل کیا ہے۔

(ب) بنو اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی سے صرف ایک شخص قتل ہوا۔

(بقیہ) تفصیل سے بیان کیا ہے اور اس کے بارے میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ (بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس دین کی فاجر شخص کے ذریعے بھی مدد کرتا ہے) کیونکہ اس نے مشرکین کے ساتھ بہادری سے جنگ کی اور قزمان نے اپنی موت کے نزدیک تصریح کی کہ اس نے دینی جنگ نہیں کی بلکہ فقط قومی جنگ کی ہے اور اس کی قوم اس کی موت کے وقت (اس خیال سے کہ وہ اسلام پر لڑا ہے) اسے جنت کی بشارت دینے آئی۔ تو اس نے کہا (مجھے کس چیز کی بشارت دی جاتی ہے) قسم بخدا میں تو صرف اپنی قوم کے شرف و فخر کے لئے لڑا ہوں۔ پھر اس نے اپنے ہتھیار سے خودکشی کر لی۔

۱۔ عبداللہ بن حمید بن زہیر بن الحارث بن اسد۔ اسے حضرت علی ابن ابی طالب نے قتل کیا۔

(ج) بنو زہرہ بن کلاب سے دو شخص قتل ہوئے۔

۱۔ ابو الحکم بن الاخنس بن شریق بن عمرو الثقفی (جو بالحلف زہری تھا) اسے حضرت علی بن ابی طالب نے قتل کیا۔

۲۔ سباع بن عبد العزی الغبشانی الخزاعی (جو بالحلف زہری تھا) اسے حضرت حمزہ بن عبد المطلب نے قتل کیا۔

(د) بنو مخزوم بن یقظہ سے چار شخص قتل ہوئے۔

۱۔ ہشام بن امیہ بن المغیرہ (حضرت خالد بن ولید کے عمزاد) اسے قزمان نے قتل کیا۔

۲۔ الولید بن العاص بن ہشام بن المغیرہ۔ اسے بھی قزمان نے قتل کیا۔

۳۔ ابو امیہ بن ابی حذیفہ بن المغیرہ۔ اسے حضرت علی ابن ابی طالب نے قتل کیا۔

۴۔ خالد بن الاعلم (بنی مخزوم کا حلیف) اسے قزمان نے قتل کیا۔

(ھ) بنو جمح سے دو شخص قتل ہوئے۔

۱۔ ابو عزہ، عمرو بن عبداللہ بن عمیر بن وہب [1]۔۔ رسول کریم صلی اللہ

---

[1] یہ ابو عزہ وہ ہے جس پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے معرکہ بدر میں قیدی ہو جانے کے بعد ترس کھا کر اسے آزاد کر دیا اور اس کے فقر اور اس کی بیٹیوں کی کثرت کی وجہ سے اس شرط پر اسے معاف کر دیا کہ یہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کسی کی مدد نہیں کرے گا۔ لیکن اس نے عہد شکنی کی اور اپنے اشعار سے لوگوں کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف برانگیختہ کیا۔
(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

علیہ وسلم نے اس کے قید ہوجانے کے بعد اس کے قتل کرنے کا حکم دیا۔

۲۔ ابی بن خلف بن وہب۔ اسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے قتل کیا۔ یہ واحد مقتول ہے جسے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے قتل کیا ہے۔

(ز) بنو عامر بن لوی سے دو اشخاص قتل ہوئے۔

۱۔ عبیدہ بن جابر۔ اسے قزمان نے قتل کیا۔

۲۔ شیبہ بن مالک بن المضرب۔ اسے بھی قزمان نے قتل کیا اور یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ اسے حضرت عبداللہ بن مسعود نے قتل کیا ہے۔

یہ معرکہ احد میں مشرکین کے مقتولین ہیں (جیسا کہ ابن اسحاق نے بیان کیا ہے [۱]

(بقیہ) اور آپ سے جنگ کرنے کو نکلا اور جب اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا تو کہنے لگا۔ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) مجھے معاف فرمادیں اور مجھ پر احسان فرمائیں اور مجھے میری بیٹیوں کی خاطر چھوڑ دیں اور میں آپ سے عہد کرتا ہوں کہ میں دوبارہ اس طرح نہیں کروں گا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ خدا کی قسم تو مکہ سے اپنے رخسار نہیں چھوئے گا اور نہ تو کہے گا کہ میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دھوکہ دیا ہے (مومن ایک سوراخ سے دو دفعہ نہیں ڈسا جاتا) پھر آپ کے حکم سے اسے قتل کر دیا گیا۔

[۱] اور ابن اسحاق کے علاوہ دیگر مورخین کا اسلوب کلام اس بات کا افادہ کرتا ہے کہ مشرکین کے مقتولین ۲۲ تھے اور ابن القیم نے زاد المعاد جلد ۲ ص ۲۴۰ پر بیان کیا ہے کہ (باقی اگلے صفحہ پر)

اب رہے مشرکین کے زخمی تو ان کی تعداد بھی اسی طرح معلوم نہیں۔

جاسوس کے قتل کے حکم کی تنفیذ

حمراء الاسد کے حملے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی واپسی کے بعد، آپ نے معاویہ بن المغیرہ بن ابی العاص کے بارے میں قتل کے فیصلے کی تنفیذ کا حکم دیا (یہ عبدالمالک بن مروان کا ماں کی طرف سے دادا تھا) اور یہ واقعہ یوں ہے کہ جب مشرکین احد سے واپس آئے (اور یہ ان کے ساتھ تھا) تو یہ سیدھا چلا گیا۔ پھر اپنے عمزاد حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس آیا۔

پس جب آپ نے اس کی طرف دیکھا تو اسے کہا تو نے مجھے بھی اور اپنے آپ کو بھی ہلاک کر دیا ہے اور اس نے آپ کو رشتہ داری کا واسطہ دیا کہ آپ اسے پناہ دیں

(بقیہ) حضرت سعد بن ابی وقاص نے آخری حملے میں جس میں ابوسفیان پہاڑ میں گھس گیا تھا۔ تین مشرکین کو قتل کیا اور اسی طرح ابن اسحاق نے خود اس حدیث میں بیان کیا ہے جسے حضرت زبیر نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابو دجانہ نے مشرکین کے ایک شخص کو قتل کیا جیسا کہ ہم نے اس کتاب کے متن میں (عمامے والا سوار) کے زیر عنوان مفصل بیان کیا ہے۔ اسی طرح مشہور صحابی حضرت کعب بن مالک نے روایت کی ہے (جیسا کہ البدایہ والنہایہ جلد ۴ ص ۱۷ میں ہے) کہ حضرت ابو دجانہ نے مشرکین کے ایک اور شخص کو قتل کیا۔ آپ نے اسے تلوار ماری حتی کہ وہ دولخت ہو گیا۔

اسی طرح الحارث بن الصمۃ نے (ریٹائرمنٹ کے دوران) عثمان بن عبداللہ بن المغیرہ کو اس وقت قتل کیا۔ جب اس نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ کرنے کی کوشش کی (جیسا کہ سیرت حلبیہ جلد ۲ ص ۳۰ پر بیان ہوا ہے) اسی طرح حضرت ابو دجانہ نے (ریٹائرمنٹ کے دوران) عبیداللہ الجابری کو قتل کیا۔

تو آپ نے اسے اپنے گھر میں چھوڑا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف گئے اور آپ سے اس کے لئے امان طلب کی تو آپ نے اسے امان دی اور اس کے لئے تین دن کی میعاد مقرر کی اور آپ نے قسم کھائی کہ اگر آپ نے اس کے بعد اسے دیکھا تو اسے قتل کر دیں گے۔

اور جب حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم چلے گئے تو حضرت عثمانؓ بھی آپ کے ساتھ تھے۔ معاویہ نے اس موقع کو غنیمت جانا اور قریش کے حق میں مسلمانوں کے خلاف جاسوسی کرنے لگا۔ اور جب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حمراء الاسد کے حملے سے واپس آئے (اور جو مہلت اسے دی گئی تھی یہ اس کا چوتھا دن تھا) تو معاویہ بھاگ گیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ اور حضرت عمار بن یاسر کو حکم دیا کہ وہ اس کا تعاقب کریں اور اسے قتل کر دیں۔ پس ان دونوں نے اسے مدینہ سے آٹھ میل کے فاصلے پر پایا اور اسے تیر مار کر قتل کر دیا۔

ل جنگ اور غیر جانبداری کے قوانین۔ بیسویں صدی میں بھی۔ جنگ کے ایام میں جاسوس کی کارروائیوں کے پیش نظر جو جانبازوں کے انجام کے لئے خطرے کا باعث بن سکتی ہیں۔ اس کے قتل کو جائز قرار دیتے ہیں۔ اس نے الحارث بن الصمۃ کو قتل کرنے کی کوشش کی (جیساکہ سیرۃ حلبیہ جلد ۲ ص ۳۰ پر بیان ہوا ہے) اسی طرح عتبہ بن ابی وقاص (حضرت سعد بن ابی وقاص کے بھائی کو) حضرت حاطب بن ابی بلتعہ نے اس وقت قتل کر دیا۔ جب اس نے شکست کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ کیا اور آپ کے دانت توڑ دیئے۔ جیساکہ سیرت حلبیہ جلد ۲ ص ۲۷ پر بیان ہوا ہے۔ اسی طرح سیرت حلبیہ جلد ۲ ص ۷۵ پر بیان ہوا ہے کہ حضرت الحارث بن الصمۃ نے (پہاڑ کی طرف ریٹائرمنٹ کے دوران) مشرکین کے سات مقتولین کو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کے آگے پڑے دیکھا تو آپ سے پوچھا (زبردایاں ہاتھ کامیاب ہو) کیا ان سب کو آپ نے قتل کیا ہے؟ (باقی حاشیہ اگلے صفحے پر)

معرکہ کے متعلق قرآن کریم کی گفتگو

قرآن کریم نے معرکہ احد کے بارے میں طویل گفتگو کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں ساٹھ آیات نازل فرمائی ہیں جو مجمل واقعات، انقلابات اور اچانک تبدیلیوں اور اس خوفناک معرکہ میں مسلمانوں کو پہنچنے والی مصیبتوں پر حاوی ہیں۔

سب سے پہلے قرآن کریم نے معرکہ کے مراحل میں سے پہلے مرحلے کو بیان کیا ہے اور وہ جنگ کے لئے تیار ہونا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وازغدوت۔ ـــ ـــ ـــ ـــ والله سمیع علیم[1]

(ترجمہ) جب تو اپنے اہل سے صبح صبح مومنین کو جنگ کی جگہوں میں ٹھہرانے کے لئے گیا اور اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔ پھر قرآن کریم نے منافقین کے

(بقیہ حاشیہ) حضرت ابن عوف نے کہا اس کو اور اس کو میں نے قتل کیا ہے۔ اور ان کے قتل کرنے والے کو میں نے نہیں دیکھا۔ پھر ابن برہان الدین سیرت حلبیہ میں (حضرت عبدالرحمن بن عوف کا دفاع کرتے ہوئے) اس طرف مائل ہو گئے ہیں کہ ہو سکتا ہے کہ دوسرے پانچ اشخاص کو فرشتوں نے مار دیا ہو۔ ہم نے ان مقتولین کے واقعات کو اپنی کتاب میں مفصل بیان کیا ہے اس کی طرف رجوع کرنا چاہیئے۔

یہ مشرکین کے پندرہ مقتولین ہیں۔ ابن ہشام نے سیرت نبویہ میں ابن اسحاق سے جو روایت کی ہے۔ اس میں ابن اسحاق نے ان کا ذکر نہیں کیا۔ اس لحاظ سے مقتولین کی تعداد (معرکہ احد میں) سینتیس بنتی ہے نہ کہ بائیس۔

[1] آل عمران آیت ۱۲۱

اس گروہ کی طرف اشارہ کیا ہے جنھوں نے رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی کی کمان میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف سرکشی کی اور وہ انہیں لے کر واپس آگیا اور مسلمان ابھی تک احد کے راستے کے نصف ہی میں تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

ولیعلم الذین نافقوا ـــ ـــ ـــ ان کنتم صادقین ؎

(ترجمہ) تاکہ وہ نفاق کرنے والوں کو جان لے اور ان سے کہا گیا کہ آؤ راہ خدا میں جنگ کرو یا دفاع کرو۔ انہوں نے کہا اگر ہم جنگ کرنا جانتے تو تمہاری پیروی کرتے اس روز ایمان کی نسبت کفر کے زیادہ نزدیک تھے وہ اپنے مونہوں سے وہ بات کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہے اور وہ جو چھپاتے ہیں اللہ اسے بہتر جانتا ہے۔ منافقین نے اپنے بھائیوں سے کہا اور بیٹھ رہے۔ اگر وہ ہماری بات مانتے تو قتل نہ ہوتے۔ کہدو اگر تم سچے ہو تو اپنے آپ سے موت کو ہٹاؤ۔

پھر قرآن کریم نے اس خطرناک تقسیم کو بیان کیا ہے جو (اسلامی فوج کے اندر اس کے احد پہنچنے سے قبل) منافقین کے تمرد اور ان کے لیڈر کے تین سو آدمیوں کے ساتھ مدینہ واپس آجانے کے باعث پیدا ہو چلی تھی۔ حالانکہ اس سے قبل وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مشرکین کے ساتھ جنگ کرنے کو نکلے تھے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

اذھمت ـــ ـــ ـــ فلیتوکل المومنون ؎

ترجمہ: جب تم میں سے دو گروہوں نے بزدلی دکھانے کا ارادہ کیا اور مومنین کو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنا چاہیئے۔

؎ آل عمران ۱۶۷ ؎ آل عمران ۱۲۱

مفسرین اور اصحاب السیر نے بیان کیا ہے کہ جو دو گروہ منافقین کے وسوسہ سے متاثر ہو گئے اور انہوں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف سرکشی کرنے کا ارادہ کیا۔ مگر اللہ نے اس تمرد کے شر سے ان دونوں کو بچا لیا وہ خزرج میں سے قبیلہ بنو سلم اور اوس میں سے قبیلہ بنو حارثہ تھے۔ اور یہ سب انصار میں سے تھے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان دونوں قبیلوں کے معاملے کی ذمہ داری لے لی اور ان سے شیطان کے وسوسے کو دور کر دیا اور انہوں نے اپنے نبی کی فوج میں مردانگی دکھائی اور شجاعت و ایمان اور ثبات سے لڑے حتیٰ کہ معرکہ ختم ہو گیا۔

اور قرآن کریم نے اس سریع فیصلہ کن فتح کی طرف اشارہ کیا ہے جو معرکہ کے پہلے مرحلے میں مسلمانوں کو حاصل ہوئی پھر وہ خوفناک ناکامی ہوئی جس سے ان کا واسطہ پڑا اور ان کی فتح، تیر اندازوں کے عصیان اور معرکہ کے سالار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بنائے ہوئے منصوبے کی مخالفت کرتے ہوئے پہاڑ میں اپنی جگہوں کو چھوڑنے کے باعث شکست میں بدل گئی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

ولقد صدقکم اللہ وعدہ اذ تحسونھم باذنہ [1]

(ترجمہ) اور تحقیق اللہ نے اپنے وعدے کو تم سے سچا کر دیا۔ جب تم اس کے حکم سے اپنے ہتھیاروں سے ان کی بیخ کنی کر رہے تھے۔ یہ اس ہزیمت کی طرف اشارہ ہے جو مسلمانوں نے معرکہ کے آغاز میں مکی فوج کو دی۔

پھر قرآن کریم نے تیر اندازوں کے اختلاف اور ان کے اپنے سالار سے معرکہ کے آغاز میں مسلمانوں کے فتح پانے کے بعد پہاڑ میں اپنی جگہوں کے چھوڑنے کے بارے میں جھگڑنے کے واقعے کی طرف اشارہ کیا ہے اور یہ تیر انداز، بڑی فوجی

---

[1] آل عمران ۱۵۱

ناکامی کا سبب بن گئے جو مسلمانوں کو پہاڑ میں اپنی جگہوں کو چھوڑنے کے بعد ہوئی
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

حتی اذا فشلتم ــــــ واللہ ذو فضل علی المومنین [۱]

(ترجمہ) حتیٰ کہ جب تم ناکام ہو گئے اور امر کے بارے میں تم نے جھگڑا کیا اور اس کے تمہاری محبوب چیز کو دکھا دینے کے بعد تم نے نافرمانی کی۔ تم میں سے کچھ طالب دنیا تھے (وہ لوگ جنھوں نے پہاڑ کو چھوڑا) کچھ طالب آخرت تھے۔ (وہ جو پہاڑ پر قائم رہے حتیٰ کہ (حضرت) خالد کے سواروں نے انہیں فنا کر دیا) پھر اس نے تمہیں ان سے پھیر دیا (یہ مسلمانوں کو پہنچنے والی شکست کی طرف اشارہ ہے) تاکہ تمہیں آزمائے اور تحقیق اس نے تمہیں معاف کر دیا ہے اور اللہ مومنین پر فضل کرنے والا ہے۔

اس کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان تیر اندازوں کو جنھوں نے اپنے سالار کی نافرمانی کی تھی اور پہاڑ میں اپنی جگہوں کو چھوڑ دیا تھا اور مصیبت کا سبب بن گئے تھے، معاف کر دیا ہے اور اسی طرح قرآن کریم نے شکست کے بعد حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ثبات کو بیان کیا ہے اور ہزیمت کی جگہ ہر مسلمانوں کے پراگندہ اور منتشر ہونے کو اور جو گھبراہٹ انہیں ہوئی اسے بیان کیا ہے۔
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اذ تصعدون ــــــ واللہ خبیر بما تعملون [۲]

(ترجمہ) جب تم چڑھے جاتے تھے اور کسی کی طرف توجہ نہیں دیتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے پچھلے حصے میں تمہیں بلا رہے تھے۔ پس اس

---

[۱] آل عمران ۱۵۱ [۲] آل عمران ۱۵۲

نے غم کے بدلے میں تمہیں غم دیا تاکہ جو تم سے کھو گیا ہے اور جو تکلیف تمہیں پہنچی ہے۔ اس پر غم نہ کرو اور جو تم کرتے ہو اللہ اس سے آگاہ ہے۔

اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم (مسلمانوں پر مصیبت نازل ہونے اور ان کے منتشر ہو جانے کے بعد) کمان کے ہیڈ کوارٹر میں اپنی جگہ پر ثابت قدم رہ کر مسلمانوں کو (ان کے پچھلے حصّے میں) بلاتے رہے تاکہ وہ آپ سے مل جائیں۔ جیساکہ ہم نے اس کتاب میں کسی دوسری جگہ اسے تفصیل سے بیان کیا ہے۔

اسی طرح قرآن کریم نے میدان کارزار میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی خبر مشہور ہونے اور اس خبر کی اشاعت کے نتیجے میں فوج کے بعض مسلمانوں کے مورال کے گرنے کو بیان کیا ہے۔ جنھوں نے اس خبر کے سنتے ہی اپنے ہتھیار پھینک دیئے تھے۔ اللہ تعالیٰ اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اور سب کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) دوسروں کی طرح بشر ہیں اور موت کا شکار ہیں اور دنیا میں ہمیشہ رہنے والے نہیں پس اگر وہ معرکہ میں قتل ہو جائیں تو آپ کے اتباع کو آپ کے قتل ہو جانے کے باعث ہتھیار پھینکنا مناسب نہیں بلکہ ان پر ہتھیار اٹھانا اور ان کے ساتھ اس دعوت کی راہ میں جنگ کرنا واجب ہے جسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے ہیں۔ پس وہ اس پر ایمان لائیں۔ جو قتل نہیں ہوتی اور نہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل ہونے اور مرنے سے مرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وما محمد الا رسول۔ ــــ وسیجزی اللّٰہ الشاکرین [1]

(ترجمہ) محمد صلی اللہ علیہ وسلم صرف اللہ کے رسول ہیں آپ سے قبل رسول

---

[1] آل عمران ۱۴۳

گذر چکے ہیں۔ پس اگر آپ فوت ہو جائیں یا قتل ہو جائیں تو تم اپنی ایڑیوں کے بل پھر جاؤ گے اور جو اپنی ایڑیوں کے بل پھر جائے گا وہ ہرگز اللہ کا کچھ بھی نقصان نہیں کرے گا اور عنقریب اللہ شکر گذاروں کو جزا دے گا۔

اسی طرح قرآن کریم نے مسلمانوں کے شوقِ قتال کو بیان کیا ہے جب کہ وہ مدینے میں تھے اور اپنے نبی کی رائے کی مخالفت کرتے ہوئے جو مدینہ میں محفوظ ہونے اور اس کی گلیوں میں مشرکین سے جنگ کرنے کی رائے رکھتے تھے، مدینہ سے باہر جا کر دشمن سے جنگ کرنے کے لئے ان کے اصرار خروج کو بیان کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

ولقد کنتم تمنون الموت ـــــ وانتم تنظرون [1]

(ترجمہ) اور تم اس سے ملنے سے قبل، موت کی تمنا کرتے تھے۔ پس تحقیق تم نے اسے دیکھ لیا ہے۔ حالانکہ تم دیکھ رہے ہو۔

اسی طرح قرآن کریم نے ان لوگوں کی طرف اشارہ کیا ہے جو مصیبت کے بعد شکست کھا گئے تھے اور مدینہ کی طرف واپس ہو گئے تھے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف درّے میں آپ کی کمان کے ہیڈ کوارٹر کی طرف نہیں سمٹے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

ان الذین تولوا منکم ـــــ ان اللہ غفور رحیم [2]

(ترجمہ) جو لوگ تم میں سے دونوں فوجوں کے ملنے کے روز پیٹھ پھیر گئے۔ انہیں شیطان نے ان کے بعض اعمال کے باعث پھسلا دیا اور تحقیق اللہ نے انہیں معاف کر دیا ہے۔ بلاشبہ اللہ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

---

[1] آل عمران ۱۴۲ [2] آل عمران ۱۵۴

اسی طرح قرآن کریم نے مسلمانوں کو آگاہ کیا ہے کہ احد میں جو مصیبتیں انہیں پہنچی ہیں ▪ ان کے اپنے افعال اور اس غلط تصرف کی وجہ سے ہیں جو ان میں سے بعض تیر اندازوں نے کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اولما اصابتکم مصیبۃ ـ ـ ـ ـ قل ھو من عند انفسکم [۱]

(ترجمہ) کیا جس وقت تمہیں مصیبت پہنچی (یعنی احد میں ان سے جو واقعہ ہوا) تم اس سے دگنی مصیبت پہنچا چکے تھے۔ تم نے کہا یہ کہاں سے ہوا۔ کہہ دو یہ تمہارا اپنا کیا دھرا ہے۔

پھر قرآن کریم نے مسلمانوں کو آگاہ کیا ہے کہ موت سے ڈر اور خوف کی کوئی وجہ نہیں ہر انسان اپنی اس مقررہ میعاد کے ختم ہونے پر ہی مرے گا۔ جو اللہ نے اس کے لئے مقرر کی ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔

وماکان لنفس ـ ـ ـ ـ ـ کتابا [۲]

(ترجمہ) ہر نفس حکم الہٰی سے مقررہ میعاد پر ہی مرے گا۔

اسی طرح قرآن کریم نے مسلمانوں کی احد کی فوج کی نظر کو اس طرف پھیرا ہے کہ وہ کوئی پہلی فوج نہیں ہے جسے اپنے نبی کے ساتھ مصائب پیش آئے ہیں بلکہ بہت سے گذرے ہوئے نبیوں کو اپنی افواج کے ساتھ معرکوں میں بہت سے مصائب کا نشانہ بننا پڑا۔ لیکن انہوں نے کمزوری نہ دکھائی۔ بلکہ ثابت قدم رہے اور اپنے انبیاء کے ساتھ مل کر جنگ کرتے رہے اور ان سب کو زخمی ہونے اور قتل ہونے کی جو تکلیف پہنچی اس سے وہ کمزور نہ ہوئے۔ (خواہ قتل ہونے والا ان کا نبی ہی ہوا) اللہ تعالیٰ احد کی فوج کے ان لوگوں کو جو بکھرے گئے تھے اور انہیں اپنے نبی کے قتل ہونے

---

[۱] آل عمران ۱۶۴ [۲] آل عمران ۱۴۴

کی افواہ کی وجہ سے حیرت نے آیا تھا۔ نصیحت کرتے ہوئے فرماتا ہے

وکاین من نبی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ واللہ یحب الصابرین [۱]

(ترجمہ) بہت سے نبی تھے کہ بہت سے خدا پرست لوگ ان کے ساتھ ہو کر لڑے اور راہ خدا میں انہیں جو تکلیف پہنچی اس سے وہ کمزور اور ناتوان نہ ہوئے اور اللہ صبر کرنے والوں کو پسند کرتا ہے اور انہوں نے صرف یہی کہا اے ہمارے رب ہمارے گناہوں کو اور ہمارے امور میں ہماری زیادتی کو بخش دے اور ہمیں ثابت قدم رکھ اور ہمیں کافروں کی قوم پر فتح دے پس اللہ نے انہیں دنیا کا ثواب اور آخرت کے ثواب کی خوبی دی اور اللہ احسان کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

اسی طرح قرآن کریم نے اس جرح و قتل کی طرف بھی اشارہ کیا ہے۔ جو مسلمانوں کو معرکہ احد میں پیش آیا اور انہیں ثبات کی ترغیب دی ہے کہ اس مصیبت کا ان کے مورال پر کوئی اثر نہیں ہونا چاہیئے اور نہ ہی یہ امران کے غم کا باعث ہونا چاہیئے۔

اور اس نے ان کی نظر اس طرف پھیری ہے کہ اللہ نے فیصلہ کر دیا ہے کہ لوگوں کے درمیان جنگ کا پانسہ پلٹتا رہے گا اور مسلمانوں کا ہمیشہ فاتح رہنا ممکن نہیں ہے۔ بلکہ دشمن کے ساتھ بعض جنگوں میں ان کا شکست کھانا ضروری ہے تاکہ اللہ ان سے شہداء بنائے اور ان کے ایمان کی آزمائش کرے۔ تاکہ وہ صادقین ثابتین (حالانکہ وہ انہیں بہتر جانتا ہے) کو معلوم کرے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

ولا تھنوا ولا تحزنوا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ویمحق الکافرین [۲]

---

[۱] آل عمران ۱۴۵ تا ۱۴۷ [۲] آل عمران ۱۳۸ تا ۱۴۰

(ترجمہ) اور سستی نہ کرو اور غم نہ کرو اگر تم مومن ہو تو غالب رہو گے اگر تمہیں زخم لگے ہیں تو اس قوم کو بھی اس جیسے زخم لگے ہیں اور ان ایام کو ہم لوگوں کے درمیان پھیرتے رہتے ہیں۔ تاکہ اللہ مومنین کو جان لے اور تم میں سے شہدا بنائے اور اللہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا اور تاکہ اللہ ایمان لانے والے لوگوں کو خالص کرے۔ اور کافروں کو مٹا دے۔

پھر قرآن کریم نے معرکہ احد میں مسلمانوں کو پہنچنے والی تکلیف کے بعد اس طرف اشارہ کیا ہے کہ وہ صرف امتحان اور آزمائش کے طور پر ہے۔ جس سے خبیث طیب سے اور مومن، منافق سے ممتاز ہو گیا ہے۔ اور اس کے ذریعے قوی مومن، کمزور مومن کے مقابلے میں نمایاں ہو گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وماکان اللہ ـــــــــ فلکم اجرٌ عظیم [۱]

(ترجمہ) اللہ ایسا نہیں کہ مومنین کو اس حال میں چھوڑ دے۔ جس پر تم ہو حتیٰ کہ خبیث کو طیب سے جدا کر دے اور اللہ تم کو غیب پر مطلع کرنے والا نہیں۔ بلکہ اپنے رسولوں میں سے جسے چاہتا ہے منتخب کرتا ہے۔ پس اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اگر تم ایمان لاؤ اور تقویٰ اختیار کرو تو تمہارے لئے بڑا اجر ہے۔

ام حسبتم ـــــــــ ویعلم الصابرین [۲]

(ترجمہ) کیا تم نے خیال کر لیا ہے کہ تم جنت میں داخل ہو گے اور ابھی تو اللہ نے تم میں سے جہاد کرنے والوں اور صبر کرنے والوں کو نمایاں نہیں کیا۔

اسی طرح قرآن کریم نے اس سکون و اطمینان کی طرف اشارہ بھی کیا ہے جسے اللہ نے ان پر اتارا اور اس سے ان کے دلوں کو لبریز کیا اور انہیں اس غم اور کمزوری کے بعد جس نے مصیبت کے بعد ان کے دلوں کو اکھاڑ دیا تھا۔ ثابت کر دیا۔ اللہ تعالیٰ

---

[۱] آل عمران ۱۷۸ [۲] آل عمران ۱۴۱

فرماتا ہے۔

ثم انزل علیکم ــــــــــــ طائفۃ منکم ۱؎

(ترجمہ) پھر اللہ تعالیٰ نے غم کے بعد تم پر سکون اتارا۔ جو اونگھ تھی جو تم میں سے ایک گروہ کو ڈھانکتی تھی۔

اور عملاً تمام کتب سیرت میں لکھا ہے کہ شکست کے بعد مسلمانوں کے ایک گروہ کو اونگھ آگئی ۲؎ اور یہ اونگھ، اطمینان اور عدم خوف کی دلیل تھی اس لئے کہ انسان کو اونگھ صرف اس وقت

آتی ہے جب [redacted] پر سکون اور مطمئن ہو۔

اور اسی طرح قرآن کریم نے احد کی فوج کے ایک کمزور مومن گروہ کی طرف اشارہ کیا ہے جو قوت ایمانی اور دلی ثبات کے لحاظ سے دوسروں کی سطح پر نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ

۱؎ آل عمران ۱۵۳

۲؎ حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے احد کے روز جب خوف نے ہم پر شدت کی اپنے آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دیکھا اور اس نے ہم پر اونگھ بھی اور ہم میں سے ہر شخص کی ٹھوڑی اس کے سینے پر تھی اور کعب بن عمرو انصاری سے روایت ہے کہ میں نے اس روز اپنے آپ کو (اپنی قوم کے چودہ آدمیوں کے ساتھ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دیکھا اور ہمیں اللہ کی جانب سے سکون کے طور پر اونگھ آگئی۔ اور ہم میں سے ہر ایک خراٹے مارنے لگا۔ حتیٰ کہ ڈھالیں ٹکرانے لگیں اور میں نے حضرت بشر بن البراء بن معرور کی تلوار کو دیکھا کہ وہ ان کے ہاتھ سے گر پڑی ہے اور ان کو (اونگھ کی وجہ سے) پتہ بھی نہ چلا۔

ان کے بارے میں فرماتا ہے

وطائفۃ قد اھمتھم انفسھم۔۔۔۔ واللہ علیم بذات الصدور[1]

(ترجمہ) اور ایک گروہ کو اپنی جانوں کی فکر پڑی ہوئی تھی اور وہ اللہ کے بارے میں ناحق جاہلیت کا گمان کرتے تھے۔ کہتے تھے کیا ہمارے اختیار میں کچھ ہے۔ کہہ دو کہ سب اختیار اللہ ہی کا ہے وہ اپنے دلوں میں وہ بات چھپاتے ہیں جسے تمہارے سامنے ظاہر نہیں کرتے وہ کہتے ہیں اگر ہمارا کچھ اختیار ہوتا تو ہم یہاں قتل نہ ہوتے۔ کہہ دو اگر تم اپنے گھروں میں ہوتے تو جن لوگوں پر قتل ہونا واجب تھا وہ اپنے ٹھکانوں کی طرف آجاتے تاکہ اللہ اس چیز کو آزمائے جو تمہارے سینوں میں ہے اور اس چیز کو خالص کرے جو تمہارے دلوں میں ہے اور اللہ سینے کی باتوں کو جانتا ہے۔

جمہور مفسرین کا خیال ہے کہ اس آیت سے منافقین کی جماعت مراد ہے جو احد میں اسلامی فوج کے ساتھ ہو کر لڑے لیکن استاد محمد عبدہ نے اپنی تفسیر میں اس رائے سے اختلاف کیا ہے اور استاد محمد رشید رضا نے آپ کے حوالے سے بیان کیا ہے۔

کہ آپ نے فرمایا کہ ان لوگوں کو منافقین میں شمار کرنے کی ضرورت نہیں[2]

---

[1] آل عمران ۱۵۴ [2] اس استاد کی رائے کی طرف ہمارا جھکاؤ اس وجہ سے ہے کہ جس شخص نے یہ کہا (کہ اگر ہمیں کچھ اختیار ہوتا تو ہم یہاں قتل نہ ہوتے) وہ ایک سابق الاسلام شخص تھا اور وہ لوگ تھے جو بیعت عقبہ میں شامل ہوئے تھے اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کی تھی اور وہ شخص (معتب بن قشیر انصاری) تھا اور وہ بدر میں شمولیت کرنے والوں میں تھا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اہل بدر کے اگلے پچھلے گناہ بخش دیئے ہیں (جیسا کہ صحیح حدیث سے ثابت ہے)

اس لئے کہ ان منافقین میں سے ایک بھی معرکہ احد میں شامل نہیں ہوا۔ کیونکہ وہ سب کے سب پیچھے رہ گئے تھے اور اپنے سردار عبداللہ بن ابی سلول کے ساتھ مدینہ واپس آگئے تھے اور فوج ابھی تک احد کے راستے کے نصف میں تھی اور استاد اپنی رائے کی تائید اس بات سے کرتا ہے کہ ان آیات میں سارا خطاب مومنین سے ہے. اور منافقین کے بارے میں گفتگو دوسری آیات میں ہے۔

اور استاد نے اس بات کی طرف بھی اشارہ کیا ہے کہ ہر امت میں قوی اور کمزور ایمان لوگ ہوتے ہیں۔

اور حقیقت یہ ہے کہ جن لوگوں کی طرف آیت نے اشارہ کیا ہے۔ وہ ان لوگوں میں سے ہیں جو (اپنے ایمانوں میں) دوسروں کی سطح پر نہ تھے یا تو اس وجہ سے کہ ان میں سے بعض حدیث الاسلام تھے اور یہ کسی اور وجہ سے، اور اللہ کی اپنی مخلوق میں کئی حالتیں ہیں۔

اسی طرح قرآن کریم نے ان لوگوں کی طرف بھی اشارہ کیا ہے۔ جنھوں نے (شکست اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی خبر کی اشاعت کے بعد) منافقین کے سردار عبداللہ بن ابی سے رابطہ کرنے کے بارے میں سوچا کہ وہ مشرکین کی فوج کے سالار عام (ابوسفیان) سے ان کے لئے امان طلب کرے پس اس نے انہیں اور سب مسلمانوں کو ترغیب دی ہے کہ وہ ہمیشہ ثابت قدم اور ایماندار رہیں اور جھوٹی افواہیں اڑانے والوں کی باتوں کو نہ مانیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

یاایھا الذین آمنوا ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ وھو خیرالناصرین [1]

(ترجمہ) اے مومنو! اگر تم کفار کی بات مانو گے تو وہ تمہیں تمہاری ایڑیوں

---

[1] آل عمران ۱۴۸ - ۱۴۹

کے بل واپس کردیں گے اور تم خسارہ پاکر پلٹ جاؤ گے۔ بلکہ اللہ تمہارا مولیٰ ہے اور وہ بہترین مددگار ہے۔

اسی طرح قرآن کریم نے (ان آیات میں) ان منافقین کی طرف اشارہ کیا ہے۔ جو معرکہ احد میں مسلمانوں کی آزمائش سے شاداں و فرحاں ہوئے اور وہ مدینہ میں منہ پھاڑ پھاڑ کر باتیں کرنے لگے کہ اگر مسلمان ان کی بات مانتے اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ کے لئے نہ نکلتے تو قتل نہ ہوتے اور قرآن نے مجاہدین کو ان منافقین کی مانند ہونے سے انتباہ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

یاایہا الذین امنوا ـــــ لالی اللہ تحشرون [1]

(ترجمہ) اے مومنو! کفار کی طرح نہ ہو جاؤ اور جب ان کے بھائی زمین میں چلتے ہیں یا وہ جنگ کرتے ہیں تو وہ انہیں کہتے ہیں کہ اگر وہ ہمارے پاس ہوتے تو مرتے اور قتل نہ ہوتے تاکہ اللہ اسے ان کے دل میں حسرت بنادے اور اللہ ہی زندہ کرتا اور مارتا ہے اور اللہ جو تم کرتے ہو اسے دیکھتا ہے اور اگر تم راہ خدا میں قتل ہو جاؤ یا مر جاؤ تو اللہ ہی کی طرف اکٹھے کئے جاؤ گے۔

اسی طرح قرآن کریم نے ان منافقین کے متعلق بھی گفتگو کی ہے۔ جنھوں نے معرکہ کے بعد مدینہ میں یہ کہتے ہوئے جھوٹی خبر اڑائی کہ

اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نبی ہوتے تو نہ شکست کھاتے اور نہ زخمی ہوتے اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں فرمایا ہے۔

ولایحزنک الذین ـــــ ولهم عذاب عظیم [2]

---

[1] آل عمران ۱۵۵-۱۵۶ [2] آل عمران ۱۷۵

اسی طرح قرآن کریم نے ان آیات میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس شریفانہ موقف کی طرف اشارہ کیا ہے جو آپ نے اپنے نافرمانوں اور اپنے حکم کی مخالفت کرنے والوں کے بارے میں اختیار کیا اور وہ فوج کی فتح کے بعد اس کی ہزیمت کا سبب بن گئے اور یہی حال ان لوگوں کا تھا جو (شکست کے بعد) میدانِ کارزار کو چھوڑ گئے اور اللہ تعالیٰ نے کیسے ان مشکل حالات میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو (جو فوج کے سالار اعلیٰ تھے) توفیق دی کہ آپ نے سزا تو کجا ناراضگی اور زجر و توبیخ میں بھی سختی نہ کی اور آپ نے ان مخالفین سے نرمی کا سلوک کیا جو فوج کے آپ کے گرد جمع ہونے کا سبب بن گیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

فبما رحمة من الله ـ ـ ـ ـ ـ ان الله یحب المتوکلین [۱]

(ترجمہ) آپ نے اللہ کی مہربانی سے ان سے نرمی کی اور اگر آپ بدخلق اور سخت دل ہوتے تو وہ آپ کے ارد گرد سے بھاگ جاتے پس انہیں معاف کر دیجئے اور ان کے لئے بخشش مانگئے اور امر کے بارے میں ان سے مشورہ کیجئے۔ اور جب آپ عزم کر لیں تو اللہ پر توکل کیجئے بلاشبہ اللہ توکل کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

اسی طرح قرآن کریم نے اس دلیرانہ تعاقبی حملے کی کامیابی کے بارے میں بھی گفتگو کی ہے جسے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (احد کی فوج کے ساتھ) ابوسفیان کے تعاقب کے لئے کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس دستے کے جوانوں کی تعریف کی ہے۔ حالانکہ وہ صرف ان لوگوں کی فوج تھی۔ جنھوں نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہوئے جمع ہو جانے کی دعوت کا جواب دیا تھا۔ حالانکہ

---

[۱] آل عمران ۱۵۸

ان کے زخموں کا خون ابھی تک ٹپک رہا تھا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

الذین استجابوا ---------- واللہ ذو فضل عظیم[1]

(ترجمہ) جن لوگوں نے زخم کھانے کے بعد اللہ اور رسول کی بات کو قبول کیا ان میں سے جن لوگوں نے اچھائی کی اور تقویٰ اختیار کیا ان کے لئے بڑا اجر ہے جنہیں لوگوں نے کہا کہ لوگ تمہارے لئے جمع ہوئے ہیں ان سے ڈر جاؤ تو اس بات نے انہیں ایمان میں بڑھا دیا اور وہ کہنے لگے ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ بہتر کارساز ہے۔ پس وہ اللہ کے فضل و نعمت سے واپس لوٹے اور انہیں کوئی دکھ نہ پہنچا اور انہوں نے رضوان الہٰی کی پیروی کی۔ اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے (ان آیات میں) ان شہدا کا مقام بیان کیا ہے جو راہ خدا میں اللہ کے دین اور عقیدہ اسلام کا دفاع کرتے ہوئے مر گئے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

ولا تحسبن الذین قتلوا ---- وان اللہ یضیع اجر المومنین[2]

اور جو لوگ راہ خدا میں مارے گئے ہیں انہیں مردہ خیال نہ کرو بلکہ وہ زندہ ہیں اور انہیں اپنے رب کے ہاں رزق دیا جاتا ہے۔ اللہ نے اپنے فضل سے انہیں جو دیا ہے وہ اس سے خوش ہیں اور پیچھے سے جو لوگ ابھی انہیں ملے وہ ان کے متعلق بشارت حاصل کرتے ہیں کہ ان پر کوئی خوف نہ ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے وہ اللہ کے فضل و نعمت سے خوش ہیں اور اللہ مومنین کے اجر کو ضائع نہیں کریگا۔

---

[1] آل عمران ۱۷۱ تا ۱۷۳ [2] آل عمران ۱۶۸ - ۱۶۹

فصل نہم

تحلیل وتجزیہ اور موازنہ

معرکہ احد کے واقعات آزمائشوں کی ایک مربوط زنجیر تھی اس میں آزمائشوں اور مصیبتوں نے مسلمانوں کے خلاف، باہم عہد وپیمان کئے ہوئے تھے۔ گویا یہ آزمائشیں اور مصیبتیں ایک لیبارٹری تھیں۔ جن میں اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی فوج کے جوہر کو پگھلانا چاہا تاکہ اس میں خبیث طیب سے الگ ہوجائے جیساکہ قرآن کریم نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے کہ

اللہ ایسا نہیں کہ مومنین کو اس حالت میں چھوڑ دے۔ جس پر تم ہو حتیٰ کہ وہ خبیث کو طیب سے الگ کردے۔

بدر و احد کے درمیان موازنہ

جب سے اسلامی فوج نے (غزوۂ بدر میں) مدینہ سے مارچ کیا، مدینہ واپس آنے تک وہ سالار اعلیٰ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر متفق ومتحد اور عسکری ڈسپلن کی پابند اور ہمیشہ حضرت نبی کریم صلی اللہ

علیہ وسلم کی حامی رہی۔ بلاشبہ مسلمان غزوۂ احد میں جب سے ان کی فوج نے مدینہ سے دشمن کی طرف مارچ کا آغاز کیا۔ پریشانیوں اور اختلاف کا سامنا کرنے لگے۔ بلکہ اس فوج کے مارچ کرنے سے قبل بھی وہ پریشانیوں کا سامنا کر رہے تھے۔

ان پریشانیوں میں سے پہلی پریشانی وہ اختلاف ہے جو سالار اعلیٰ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان (جس سے خزرج کا زعیم عبداللہ بن ابی موافق کرتا تھا) اور فوج کے عام سالاروں کے درمیان پیدا ہوا اور ان کی تائید وہ نوجوان کر رہے تھے جنھیں معرکہ بدر میں شمولیت کا شرف حاصل نہیں ہوا تھا۔ اور یہ اختلاف اس وقت ہوا جب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کھلی مشاورتی کانفرنس[۱] میں جو مدینہ میں فوج کے اعیان اور سالاروں کے ساتھ منعقد ہوئی۔ بحث کی میز پر۔ دشمن سے ملاقات کا موضوع پھینکا جس میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اکثریت کی رائے کو قبول کر لیا اور وہ مدینہ سے باہر مشرکین کی ملاقات کے لئے نکلنا تھا۔ حالانکہ یہ رائے سالار اعلیٰ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی کے خلاف تھی جو مدینہ میں قلعہ بند ہونے اور اگر وہ مدینہ پر حملہ کریں تو اس کی گلیوں میں مشرکین سے جنگ کو جنگ کو جنگ کو جندا کہتے تھے۔[۲]

فوج کے اندر اختلافات کا برقرار رہنا

پھر اس اختلاف کے بعد (جس میں اسلامی فوج کو کوئی خطرہ نہ تھا) ایک بڑا اختلاف ہوا اور وہ خطرناک انشقاق تھا۔ قریب

---

[۱] یہ کانفرنس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ۱۴ شوال ۳ھ کو منعقد کی۔

[۲] یہ شوریٰ کی شاندار مثال ہے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم صلح و جنگ میں برابر اپنے اصحاب کی رائے لیتے تھے۔

تھا کہ وہ دشمن تک پہنچنے سے قبل فوج کی وحدت پر بدترین اثر ڈالتا۔ اور یہ جیش نبوی میں پیدا ہونے والا تمرد تھا۔ جس کی کمان (نازک ترین حالات میں) رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی کر رہا تھا جیسا کہ ہم اس کتاب کے گذشتہ صفحات میں اس کی جگہ پر اسے مفصل بیان کر چکے ہیں۔

اسی طرح منافقین کے تمرد اور ان کے مدینہ واپس آجانے سے مصائب اور پریشانیاں پیدا ہوئیں جن کا سامنا سالار اعلیٰ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کو کرنا پڑا اور یہ اسی وقت ہوا جب اسلامی فوج کی یونٹوں نے منافقین کے وساوس اور وسائس سے متاثر ہو کر تمرد اختیار کرنے کا ارادہ کیا اور اگر اللہ تعالیٰ ان یونٹوں کو نہ سنبھالتا اور ان کے افراد کے دلوں کو مربوط نہ کرتا تو ایسا ہو جاتا، پس وہ اپنے صحیح طریق کی طرف واپس آگئے اور اپنے ایمان پر اور اپنے نبی اور اپنے سالار حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت پر قائم رہے جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔

اسی طرح (منافقین کے تمرد اور ان کے مدینہ کی طرف واپس آنے کے نتیجے میں) ایک رائے ظاہر ہوئی جس کا اعلان فوج کے بعض سالاروں نے کیا اور اگر اس رائے پر عمل ہوتا تو احد تک پہنچنے سے قبل، مسلمانوں پر اس کے بدترین نتائج اُلٹ پڑتے لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حکمت اور سکون اور دوراندیشی اور عسکری مہارت اور سیاسی تجربہ کاری اس رائے کی تنفیذ کے درمیان حائل ہوگئی پس متمردین کو ان کے حال پر چھوڑ دیا گیا اور مسلمانوں نے اپنا مارچ مسلسل جاری رکھا حتیٰ کہ انہوں نے احد کے درّے میں پڑاؤ کر لیا۔ ان خطرناک دھچکوں کے باوجود جو نوخیز فوج کو (اپنے دشمن سے گتھنے سے قبل) لگے وہ حد درجہ ڈسپلن کے ساتھ مضبوط دل اور متماسک رہا اور گھمسان کے رن کے وقت اس فوج نے بہادری اور

ایمان کے ساتھ بے نظیر جنگ کی اور اس نے بہادری اور شجاعت کی ایسی مثالیں قائم کیں جسے بعض لوگ صرف خیالی مثالیں ہی تصور کرتے تھے۔

اگرچہ مکی فوج کو اس پر ہر مادی چیز میں زبردست برتری حاصل تھی مگر اس چھوٹی سی فوج نے معرکہ کے پہلے مرحلے میں مکہ کی عظیم فوج کو خوفناک شکست دی۔

کیا مشرکین نے فی الواقعہ فتح حاصل کی؟

اور جب اسلامی فوج، احد میں اپنے پڑاؤ میں پہنچنے سے قبل، پیش آمدہ اختلاف وتمرد سے صحیح سلامت نکل گئی۔ مگر وہ احکام کی مخالفت کی مصیبتوں سے نہ بچ سکی جو اس کی بعض یونٹوں میں پیدا ہو چکی تھی۔ حالانکہ وہ اپنی فتح وظفر کی اوج پر تھی۔

تیر انداز، احکام کی مخالفت سے اس خوفناک شکست کو لائے جس کے پیچھے ان مصائب وآلام کا ایک سلسلہ تھا۔ قریب تھا کہ ان میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی فنا ہو جاتی۔ یہ مصائب اسلامی فوج کے ستر شہدا کے نقدان سے ختم ہوئے اور معرکہ کے آغاز میں مسلمانوں نے جو فتح ریکارڈ کی تھی اسے ضائع کر دیا پھر مشرکین کو وہ فتح ملی جس کی وہ ہمیشہ توقع رکھتے تھے۔

لیکن کیا مشرکین نے فی الواقع فتح حاصل کی؟

بلاجدال حادثۂ جبل کے بعد اسلامی فوج کو ہونے والی شکست خوفناک تھی اور اس میں زبردست جانی نقصان اور عظیم فوائد کا ضیاع ہوا اور یہی وہ سریع اور فیصلہ کن فتوحات تھیں جو اسلامی فوج نے معرکے کے پہلے مرحلے میں ریکارڈ کیں اور مکی فوج یقینی مصیبت سے نجات پاگئی اگر تیر اندازوں کی غلطی نہ ہوتی تو یہ یقینی بات تھی کہ معرکہ بدر سے بھی بڑھ کر اس پر مصیبت نازل ہوتی۔

لیکن کیا جو کچھ رونما ہوا اسے (عسکری نقطہ نگاہ سے) مشرکین کی فتح اور مسلمانوں کی شکست سمجھا جا سکتا ہے؟

بہت سے مورخین کی رائے ہے (اگر آپ چاہیں تو ان کی اکثریت کی رائے کہہ لیں) کہ معرکۂ احد کی انتہا مشرکین کی فتح اور مسلمانوں کی شکست پر ہوئی یعنی فتح اور شکست کے الفاظ کے پورے مفہوم کے ساتھ۔

مشرکین نے فی الواقع حاصل نہیں کی

ہماری رائے میں (اور ہر انسان اپنی رائے رکھتا ہے) مشرکین معرکہ احد میں جنگوں میں متعارف فتح کے مفہوم میں، فاتح نہیں تھے اور اسی طرح مسلمان بھی متعارف مفہوم میں شکست خوردہ نہ تھے۔ خصوصاً اس زمانے میں،

درحقیقت مسلمان معرکہ کے آغاز میں فاتح تھے جب کہ وہ مشرکین پر سوار ہو گئے اور انہوں نے ان کو ان کے پڑاؤ سے بھگا دیا اور ان کی عورتوں کا گھیراؤ کر لیا اور ان کے علم بردار دستے کی تباہی کے بعد ان کے جھنڈے کو مٹی میں بکھیرنے کے بعد وہ پڑاؤ کی تمام چیزوں پر قابض ہو گئے۔

پھر تیر اندازوں کے تمرد کے بعد معاملہ الٹ گیا اور مسلمانوں کی صفیں مضطرب ہو گئیں اور انہوں نے حاصل کی ہوئی فتح کو ضائع کر دیا اور جنگ نئے انقلاب میں داخل ہو گئی جس کے بعد طاقت کا توازن تبدیل ہو گیا اور مشرکین کو غلبہ حاصل ہو گیا۔

مگر اس خوفناک انقلاب کے بعد بھی مسلمانوں نے ان مشرکین کی طرح شکست نہیں کھائی جو پیٹھ پھیر گئے تھے اور اپنے پڑاؤ اور اپنی عورتوں کو اسلامی فوج کے رحم و کرم پر چھوڑ گئے تھے اور معرکہ کے آغاز میں ان کا جھنڈا مٹی میں گرا پڑا تھا۔

بلکہ تھوڑے سے مسلمانوں کو چھوڑ کر باقی مسلمان سختی سے جنگ کرتے رہے۔ تاکہ وہ اپنے سالار سے ملنے اور نئے سرے سے اس کے گرد جمع ہونے کے لئے دشمن کی کلہاڑیوں کے درمیان سے جو انہیں گھیرے ہوئے تھیں اپنا راستہ بنالیں۔ جس کی انہیں بہت قیمت ادا کرنی پڑی اور وہ ستر مقتولین اور دسیوں زخمی تھے حتیٰ کہ وہ اپنے نبی تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے اور ان کے گرد حلقہ بنا لیا اور انہوں نے جنگ کا نیا منصوبہ بنایا اور وہ اس کے ذریعے قریشیوں کے سامنے ڈٹے رہے اور اپنے نبی کی کمان میں سخت جنگ کرنے لگے جس سے مشرکین کی تمام مایوسانہ کوششیں ناکام ہو گئیں جو مشرکین مسلمانوں کے خاتمہ کے لئے اور ان کو نئے سرے سے پراگندہ کرنے کے لئے بروئے کار لائے تھے۔

خصوصاً مسلمانوں نے اپنے سالار کے گرد جمع ہو جانے کے بعد اپنے جوانوں کی ایک فصیل تعمیر کر دی جس پر مشرکین کے تمام سخت حملے یوں ٹوٹ جاتے تھے جیسے چٹانوں پر موجیں ٹوٹ جاتی ہیں۔ اس بات نے مشرکین کو مایوسی پر اور ایک بھی مسلمان کو قیدی بنائے بغیر میدان سے واپسی پر مجبور کر دیا۔

اور کیا وہ فوج جو میدان سے مایوس ہو کر واپس چلی جائے اور ہتھیار بند ہونے کے باوجود ایک شخص کا اسلحہ چھینے بغیر اور کسی شخص کو قیدی بنائے بغیر، اپنے ساتھ گھمنے والی فوج کے سوئیں سے نوے کے لئے میدان کارزار کو (تیز رفتاری کے ساتھ) چھوڑ دے .... کیا اس فوج کو جس کا یہ حال ہو۔ فاتح شمار کیا جا سکتا ہے؟

حقیقی فتح کے دلائل

وہ دلائل جن سے فوجیں اپنا فاتح ہونا ثابت کرتی ہیں (خصوصاً اس زمانے میں) وہ قیدی اور غنائم ہیں۔ اسی طرح دشمن کی فوج کو اس طرح تباہ کرنا کہ جس کے بعد وہ تعاقب نہ کر سکے۔ پھر میدان کارزار پر قبضہ کرنا اور اس میں کم از کم دو یا تین دن قیام

کرنا تاکہ فاتح فوج ثابت کرسکے کہ وہ حقیقتاً فاتح ہے اور وہ تمام موقف پر چھائی ہوئی ہے اور اس کا مخالف تباہ ہوگیا ہے اور میدان کارزار میں اس کی کوئی فوج باقی نہیں رہی جس سے وہ مارچ کرسکے۔

مسلمانوں نے بدر میں کیسے فتح پائی

معرکۂ بدر میں مسلمانوں نے اس طرح کیا کہ ان کے ساتھ ستر قیدی آئے اور بہت سی غنائم بھی آئیں اور وہ سب کے ساتھ مدینہ واپس آئے اور سب عربوں کے درمیان یہ باتیں مشہور ہوگئیں۔

اسی طرح مسلمانوں نے بدر میں مکی فوج کے تباہ کرنے کے بعد بدر کے میدان کارزار میں تین دن تک، میدان پر مکمل قبضہ کئے ہوئے قیام کیا اور اس سے انہوں نے عملاً ثابت کردیا کہ وہ فاتح ہیں۔

اس پر مستزاد یہ کہ مکی فوج بدر میں بری طرح پراگندہ ہوئی اس کے جوان (شکست کھاکر) گڑھوں اور وادیوں میں منتشر ہوگئے اور فرداً فرداً بغیر کسی نظام کے مکہ کی طرف بھاگ گئے۔

ریٹائرمنٹ فرار کی مانند تھی

جس مکی فوج نے معرکہ احد میں حصہ لیا (جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ فاتح ہے) وہ مکہ واپس آگئی اور اس کے ساتھ ایک قیدی بھی نہ تھا اور نہ ہی کوئی ایسی چیز تھی جس کا نام غنیمت رکھا جاسکتا۔ اسی طرح اس نے میدان کارزار کو جلدی سے چھوڑ دیا۔

جب کہ اسلامی فوج (جس کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ اس کو شکست ہوئی ہے) احد کے میدان کارزار میں اپنے سالار اعلیٰ کے گرد، میدان پر مکمل قبضہ کئے ہوئے پڑاؤ کئے رہی۔ جس کی وجہ سے اس نے اپنے شہدا کو دفن کرنے اور اپنے

زخمیوں کی امداد کرنے اور سکون و انتظام کی حالت میں مدینہ کی طرف ریٹائرمنٹ کرنے کی سکت پائی۔

اور میدانِ کارزار سے ابوسفیان کی ریٹائرمنٹ، فرار کی مانند تھی۔ بلاشبہ اس نے شکست کے موقع سے فائدہ اٹھایا جو مسلمان تیراندازوں کی غلطی کے باعث ہوئی تھی۔ پس اس نے (اس شکست کے نتیجے میں اور مسلمانوں کے خاتمے سے مایوس ہوکر) اس خوف سے جلد ریٹائرمنٹ کی کہ وہ ازسرِنو اپنی صفوں کو منظم کرلیں گے اور مخالفانہ حملہ کردیں گے جو مکی فوج کو تباہ کن شکست دے گا۔

اور ریٹائرمنٹ کے دوران ابوسفیان کے اضطراب پر دلالت کرنے والی بات یہ ہے کہ یہ ریٹائرمنٹ، فرار کی مانند تھی اور اس نے مدینہ کے نزدیک جانے کی جرات نہیں کی جو مکی فوج سے چند قدم کے فاصلے پر تھا اور جو مکمل طور پر کھلا شہر تھا۔ اور اسلامی محافظوں سے خالی پڑا تھا پھر اس میں یہود اور منافقین کے آدمیوں کے سوا کوئی آدمی نہ تھا اور تھوڑے سے وہ مسلمان بھی تھے جن کی اکثریت جنگ کرنے سے عاجز تھی جن کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں اور بچوں کے پاس چھوڑا تھا۔

مدینہ پر حملہ کرنے کے لئے حالات مکمل طور پر ابوسفیان کے موافق تھے۔ کاش وہ کچھ غنائم اور کچھ قیدی مرد و زن ساتھ لے کر مکہ واپس جاتا تاکہ وہ فاتح اور غالب معلوم ہوتا۔ ہاں اگر وہ کم از کم ایسا کرتا تو حالات ابوسفیان کے موافق تھے خصوصاً اس لئے کہ اس وقت مدینہ ان یہود و منافقین سے بھرپور تھا (باوجودیکہ ان کے اور مسلمانوں کے درمیان معاہدہ تھا) جن کے دل مشرکین کے ساتھ تھے۔

لیکن ابوسفیان ان سب باتوں سے غافل تھا (جیسا کہ واقعتہً ہوا) وہ اپنی فوج کو بچانے میں مشغول تھا تاکہ دوسری بار اسے ان لوگوں کے ساتھ معرکہ نہ کرنا

پڑے جن کی سختی اور شدت جنگ کا اسے معرکہ کے آغاز میں تجربہ ہو چکا تھا۔ ہماری اس بات کی تائید، ابوسفیان کے فرار اور اس فوج کے آگے اس کے عدم ثبات سے ہوتی ہے جسے لوگ شکست خوردہ خیال کرتے ہیں اور یہ فوج حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کمان میں حمراء الاسد کے دستہ کے ساتھ معرکہ احد کے دوسرے دن اس کے تعاقب میں روانہ ہوئی اور ابھی معرکہ احد ختم نہیں ہوا تھا۔ اسے (عسکری اور سیاسی نقطۂ نگاہ سے) مکی فوج کی مؤید فتح اور مدنی فوج کی شکست نہیں سمجھا جا سکتا۔

ہاں معرکہ احد میں مسلمانوں کا جانی نقصان (مشرکین کے نقصان کی نسبت) تکلیف دہ تھا۔ کیونکہ مسلمانوں کے مقتولین کی تعداد مشرکین کے مقتولین کی تعداد سے تقریباً دو گنا تھی۔

معرکوں کے نتائج کا قیاس نقصانات سے نہیں کیا جا سکتا

زیادہ سے زیادہ مسئلہ یہ ہے کہ مسلمانوں کا جانی نقصان، مشرکین کے نقصان سے زیادہ ہے اور بس، لیکن (فوجی نقطہ نگاہ سے) کوئی فوجی ماہر اسے مشرکین کی فتح اور مسلمانوں کی ہزیمت خیال نہیں کر سکتا۔ میجر جنرل محمود شیت خطاب نے اپنی کتاب سالار رسول ص۱۱۹ طبع ثانی میں بیان کیا ہے کہ

> میں مورخین کے ساتھ غزوہ احد کے نتیجہ میں مشرکین کو فاتح اور مسلمانوں کو شکست خوردہ قرار دینے میں اتفاق نہیں کرتا اس لئے کہ عسکری طور پر معرکہ کا مناقشہ باوجود زبردست جانی نقصان کے مسلمانوں کی فتح کا اظہار کرتا ہے۔

پھر جنرل خطاب کہتا ہے۔

ہم خالص عسکری نقطہ نگاہ سے غزوۂ احد کے نتائج کے اظہار کے لئے مناقشہ کی ابتدا کرتے ہیں۔ معرکہ کے آغاز میں مسلمانوں نے فتح حاصل کی حتیٰ کہ انہوں نے مشرکین کو ان کے پڑاؤ سے بھگا دیا اور ان کی عورتوں اور ان کے احوال کو چاروں طرف سے گھیر لیا اور ان کے جھنڈے کو مٹی میں لتھیڑ دیا لیکن مسلمانوں کے پیچھے (حضرت) خالد بن ولید کے فوج جمع کرنے اور ان کی واپسی کے راستے کو بند کر دینے اور آگے سے مشرکین کے حملہ کرنے نے مشرکین کی افواج کو ایسا بنا دیا کہ وہ سب جوانب سے مسلمان افواج پر چھانے لگیں۔

اس موقف نے معرکہ میں مسلمانوں کے نقصانات کو زیادہ کر دیا۔ لیکن فتح دوسری جانب کو ہوئی اس لئے کہ ہر فوجی معرکہ کا نتیجہ، فقط جانی نقصانات پر قیاس نہیں کیا جاتا بلکہ زندگی کی جنگ کے مقصد کے حصول پر قیاس کیا جاتا ہے اور وہ مادی اور معنوی طور پر دشمن کا خاتمہ کرنا ہے۔

کیا مشرکین نے مادی اور معنوی طور پر مسلمانوں کے خاتمے کی سکت پائی؟

جنرل خطاب اس سوال کا جواب دیتے ہوئے کہتے ہیں:

بلاشبہ (حضرت) خالد کی حرکت مسلمانوں کے لئے غیر متوقع تھی اور مشرکین کا بالمقابل حملہ کرنا اور تمام اطراف سے ان کی مسلمان افواج پر چھا جانا جب کہ وہ تعداد میں مسلمانوں سے پانچ گنا تھے یہ سب باتیں واجب کرتی ہیں کہ اس کے نتیجے میں یقینی طور پر ساری مسلمان افواج کا خاتمہ ہو اور ایک زبردست برتری رکھنے والی فوج کا ایک چھوٹی سی فوج کو ہر جانب سے

گھیر لینا پھر اس چھوٹی فوج کا سو میں سے دس کا نقصان اٹھا کر بچ جانا۔ اس چھوٹی فوج کا فتح پانا ہی تصور کیا جا سکتا ہے۔

اور اس بڑی فوج کا اس قسم کے نازک موقف میں چھوٹی فوج کو (مادی اور معنوی لحاظ سے) ختم کرنے میں ناکام ہونا اس کی اپنی ناکامی تصور کیا جا سکتا ہے اور یہ تصور فوجی نقطہ نگاہ سے ہے۔

اور معنوی نقطہ نگاہ کے متعلق جنرل خطاب کہتا ہے

بلاشبہ قریش مسلمانوں کی معنویات پر اثر نہیں ڈال سکے۔ ورنہ وہ بغیر اس کے کہ قریش مدینہ سے دوران سے جنگ کرنے کی جرأت کرتے، احد کے روز سے صرف ایک دن بعد ان کے تعاقب میں جانے کی طاقت نہ پاتے۔ خصوصاً رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم دوسرے لوگوں سے مدد لئے بغیر قریش سے لڑنے کے لئے اپنی اس فوج کے ساتھ گئے جس نے عملاً معرکہ احد میں شمولیت کی۔

اور مولانا محمد علی[1] نے اپنی کتاب (حیات محمد و رسالتہ)[2] کے صـ۱۵۲ طبع اوّل میں بیان کیا ہے۔ کہ:

تاریخی معرکوں سے ناواقفیت کے متعلق غلطی کھانے والی یہ بات بھی ہے کہ آدمی یہ نتیجہ نکالے کہ مسلمانوں نے معرکہ احد میں شکست کھائی ہے۔ صحیح بات یہ ہے کہ مسلمانوں نے زبردست نقصان برداشت کئے لیکن خود اندازہ لگانے سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ قریش

---

[1] مجھے آپ کے حالات کا پتہ نہیں چل سکا۔

[2] مولف نے یہ کتاب انگریزی میں لکھی ہے اور استاد منیر لبلبکی نے اس کا عربی میں ترجمہ کیا ہے۔

ناکام ہو کر واپسی پر مجبور ہوئے تھے اور کیا ہم تاریخ کے صفحات میں کسی ایک فتح کا واقعہ بھی ایسا پاتے ہیں جس میں مغلوب دشمن نے میدان میں اپنے اقدام کو ثابت کیا ہو اور فاتح فوج ایک قیدی بنائے بغیر اپنے وطن کو لوٹ گئی ہو؟ اور اس میں شکست خوردہ دشمن نے معرکے سے چند گھنٹے بعد' دوسرے دن نہ کہ کسی اور دن، فاتحین کے تعاقب کی جرأت پائی ہو؟

اس وقت جب فاتحین نے تعاقب کی خبر سنتے ہی پیٹھ پھیر دی ہو؟

پھر مولانا محمد علی کہتے ہیں۔

بلاشبہ مسلمان اس معرکہ میں کٹھن مصائب سے گذرے خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کاری زخم لگے۔ بلکہ یہ خبر مشہور ہوگئی کہ آپ قتل ہوگئے ہیں اور اس طرح لوگوں نے خیال کیا کہ اسلام کا معاملہ ایک ہی بات میں ختم ہوگیا ہے۔

پھر مولانا محمد علی اپنی بحث کو اس بات پر ختم کرتے ہیں کہ

بلاشبہ دشمن خوش ہو رہا تھا۔ کیونکہ وہ اپنی آنکھوں سے اسلام کا خاتمہ دیکھ رہا تھا لیکن مسلمان کے دل کو اطمینان سے آسودہ رہنا چاہیئے، اسلام ہمیشہ رہنے والا ہے اسے موت نہیں آئے گی اور ہر مصیبت جو اس پر آئے گی خواہ وہ کس قدر بڑی ہو وہ ضرور اسے لباس بدل کر اس کی حقیقی فتح کی طرف لے جائے گی۔

تین پہلو

بلاشبہ معرکہ احد کے تین نمایاں پہلو ہیں۔

۱۔ معرکہ کے پہلے مرحلے میں مسلمانوں کا فتح پانا۔

۲۔ مسلمانوں کا شکست کھانا اور ان کی فوج کا گھیراؤ ہونا۔

اور معرکہ کے آغاز میں انہوں نے جو فتح ریکارڈ کی تھی اس کا ضائع ہونا۔

۳۔ مسلمانوں کا از سر نو باہم مل جانا اور (بالآخر) مشرکین پر، ان کے اوران کے اوران کی جنگ کے بڑے مقصد کے درمیان حائل ہو کر فتح پانا اور وہ مقصد، مادی اور معنوی طور پر مسلمانوں کا خاتمہ کرنا تھا اور مشرکین کو، بغیر اس کے کہ وہ ایسی چیز ریکارڈ کریں جس کا نام فتح رکھا جا سکتا ہو۔ میدان جنگ سے ریٹائرمنٹ پر مجبور کرنا حالانکہ وہ (حضرت) خالد بن ولید کے معرکے اور اسلامی فوج کے گھیراؤ کے بعد، اس مقصد کو حاصل کر چکے تھے۔

ا۔ معرکہ کے آغاز میں مسلمانوں کی فتح کا سبب

بلاشبہ معرکہ احد میں جنگ کرنے والوں کے درمیان بہت سے مادی فرق تھے۔ مشرکین کی فوج (غزوہ بدر میں) مسلمانوں کی فوج سے تین گنا تھی اور (معرکہ احد میں) مکی فوج، مسلمانوں کی فوج سے چار گنا سے بھی زیادہ تھی۔ اس کے ساتھ ساتھ اسے ہتھیاروں کی عمدگی اور زیادتی اور بچاؤ کے حربی وسائل یعنی زرہوں اور خودوں میں بھی زبردست برتری حاصل تھی۔ اور اس پر مستزاد یہ (اور یہ ایک اہم بات ہے) کہ مکی فوج میں دو سو سوار تھے۔ جن کی کمان ماہر ترین سوار کر رہا تھا۔ جب کہ مسلمانوں کے پاس سواروں کے ہتھیاروں میں سے صرف ایک گھوڑا یا زیادہ سے زیادہ دو گھوڑے تھے۔

لیکن اس تنظیم اور زبردست فوج کے باوجود جس کی تیاری اور تنظیم میں پورا ایک سال بیت گیا۔ اسلامی فوج نے معرکہ کے پہلے مرحلہ میں فتح پائی اور اس چھوٹی سی فوج نے اس بڑی فوج کو پراگندہ کر دیا اور اسے شکست دی اور اگر حضرت خالد کے سواروں کے گھیراؤ کی حرکت نہ ہوتی تو قریب تھا کہ یہ شکست تباہ کن ہوتی۔

پس وہ کون سے بڑے اسباب تھے جن سے اس چھوٹی سی فوج نے اس بڑی اور

زبردست مسلح فوج پر یہ سریع اور حیران کن فتح حاصل کی

بلاشبہ اس کا بڑا سبب۔ عقیدہ ہے اور عقیدہ ہمیشہ ہی ہر فتح کا بڑا سبب رہا ہے۔ جیسے اس زمانے میں مسلمان اپنے دشمنوں پر حاصل کرتے تھے۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب' معرکوں میں حصہ لیتے تھے اور (جیسا کہ ہم نے بدر میں ان کی فتح کے اسباب کا تجزیہ کرتے ہوئے کہا ہے) اپنے رب سے پختہ تعلق رکھتے تھے اور سب سے بڑا سبب جو انہیں آسانی سے جان دینے اور معرکوں کی طرف خوشی و مسرت کے ساتھ جانے والا بنا دیتا تھا وہ ان کا یقین تھا کہ سب سے خوش بخت آدمی وہ ہے جو عالم خلود یعنی دوسرے عالم میں خدا کی رضا اور اس کے انعام اور رحمت کا مورد ہوگا اور وہ اعلائے کلمۃ اللہ کی راہ میں لڑتے ہوئے اپنی جان دینے والا ہے [1]

پس اسلام کا صاف عقیدہ ہی ہمیشہ وہ پہلا ہتھیار ہے جس پر تمام معرکوں میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب بھروسہ کرتے رہے ہیں اور (کسی جھگڑے کے بغیر) عقیدہ ہی معنوی روح کا مصدر اول رہا ہے اور ہمیشہ فوجی سالار

---

[1] اور اس سے بڑھ کر اس پر دلالت کرنے والی اور کوئی بات نہیں کہ کبار صحابہ میں سے ایک نے (حضرت عبداللہ بن جحش الاسدی) اللہ سے حضور دعا کی کہ مشرکین اسے قتل کر دیں بلکہ وہ اس کا مثلہ بھی کر دیں (جیسا کہ کتب سیرت سے ثابت ہے) اور اسی طرح حضرت عمرو بن الجموح نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گذارش کی کہ آپ اسے معرکہ احد میں شمولیت کی اجازت دیں (حالانکہ آپ کے بیٹوں نے آپ کی کبر سنی اور پاؤں میں لنگڑے پن کی وجہ سے آپ کو روک دیا تھا) آپ نے معرکے میں شمولیت کے لئے اصرار کرتے ہوئے کہا (میں امید کرتا ہوں کہ میں اپنے اس لنگڑے پن سے جنت کو پامال کروں گا) اور دونوں نے معرکہ احد میں شہادت پائی اور اس کی بہت سی مثالیں موجود ہیں۔

(آج تک) اسے تیاری اور ذخیرہ سے قبل سپاہیوں کے لئے لازمی خیال کرتے رہے ہیں۔

پس مادی قوت خواہ کس قدر بڑی عظیم اور منظم ہو وہ اپنے اصحاب کو اس وقت تک کچھ فائدہ نہیں دیتی جب تک وہ عقیدہ سے مسلح نہ ہو جس پر وہ ایمان لاتے ہیں اور اس کی راہ میں موت کو سعادت اور اعزاز خیال کرتے ہوں۔

اور ہم نے دیکھا ہے اور ہمیشہ (آج تک) ان جوانوں کو دیکھتے رہے ہیں جن کو عقیدہ نے اکھٹا کر دیا اور انہوں نے معجزات کی مانند کام کر دکھائے اور وہ (زبردست معرکوں میں) دسویں صدی کے ہتھیاروں سے اپنے مخالفین پر غالب آگئے جو بیسویں صدی کے تباہ کن ہتھیار اٹھائے ہوئے تھے اور تعداد میں ان پر برتری رکھتے تھے اور تنظیم اور عسکری علوم میں ان پر زبردست برتری رکھتے تھے۔

اسی طرح مسلمان معرکہ احد میں اپنے مخالفین پر (بدرجہ اول) سچے عقیدہ اور مضبوط اور ٹھوس اور صحیح اصول میں امتیاز رکھتے تھے اور عقیدہ ہی ان کو جانبازی اور ثبات اور قربانی کے ساتھ معرکہ میں شامل ہونے کے لئے لے گیا۔

جیش بلا عقیدہ

جب کہ ان کے مشرک مخالفین کسی ایسے عقیدے کے حامل نہ تھے جو انہیں جانبازی پر اور جان کو سستا سمجھنے پر آمادہ کرتا۔ وہ مشرک تھے اور رب سے ان کا کوئی تعلق نہ تھا اور نہ ہی ان میں کوئی اس اعتقاد کا حامل تھا کہ وہ راہ خدا میں جنگ کر رہا ہے۔ اور اگر وہ قتل ہو گیا تو اس کا ٹھکانہ جنت ہوگا اور اگر وہ غالب آگیا تو اس کے عقیدے کا میدان وسیع ہو جائے گا اور وہ اسے عالم تک لے جائے گا۔

مکہ کی فوج ملی جلی تھی، بعض کو معلوم ہی نہ تھا کہ وہ کیوں جنگ کر رہے ہیں اور بعض رسد پلانے والے لوگ تھے۔ جن کی زندگی کی فطرت لوٹ مار پر زندگی بسر کرنا

تھا۔ اور بعض (اور وہ فوج کے سالاروں اور مفکرین کی اقلیت تھی) فقط اپنے ان راہنما مراکز کے دفاع کے لئے آئے تھے۔ جنہیں قریش کے عظیم قبیلہ کے اندر گر جانے کا خطرہ تھا، دوسری بات یہ ہے کہ عرب کے تمام قبائل کے اندر انہیں بھی اپنی ممتاز پوزیشن کے گرنے کا خطرہ تھا۔

پس ان قائدین نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے دین جدید کو جو اس تہدید کا حقیقی مرکز تھا، ختم کرنے کے ارادے سے ان افواج کو اکٹھا کیا۔ اس طرح مکی فوج (باوجودیکہ اس نے اپنی تیاری اور تنظیم پر پورا ایک سال خرچ کیا تھا) حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی فوج پر کسی قسم کی فتح حاصل کرنے کے لئے (بنیادی طور پر) نا اہل تھی۔

اور اس کا سبب یہ ہے کہ مکی فوج ان تمام بنیادی عناصر کو ضائع کرتی رہی جن کا وفور اس فوج کے لئے ضروری ہے جس کے قائدین دشمنوں پر حقیقی فتح حاصل کرنے کی امید رکھتے ہوں اور وہ (بنیادی عناصر جن سے مکی فوج خالی تھی) یہ ہیں:

۱۔ مقصد کی وحدت

۲۔ فوج کی وحدت

۳۔ عقیدے کی وحدت

۴۔ اس کے بعد اس عقیدے کی سچائی پر ایمان۔ جس کا حامل اپنے دل کی تہ سے اس بات پر یقین رکھتا ہے کہ اس عقیدے کو چھوڑنا اور اس کی راہ میں جنگ سے پیچھے ہٹنا ایک جرم ہے۔ جس کی سزا جہنم میں شدید اور طویل عذاب ہے[1]

---

[1] جیسا کہ مسلمانوں کا حال ہے۔ ان کے نزدیک جنگ سے فرار سب سے بڑا (بقیہ اگلے صفحہ پر)

جب کہ یہ چاروں عناصر (جو مکی فوج میں مفقود تھے) مدنی فوج میں مکمل طور پر موجود تھے پس یہ کوئی عجیب بات نہیں کہ یہ چھوٹی سی فوج معرکہ کے آغاز میں اس بڑی فوج کا (شکست کے بعد بھی) مکہ کی طاقتور اور بڑی فوج کے درمیان اور اس کے بڑے مقاصد میں سے کسی مقصد کے درمیان حائل ہوجانا بھی کوئی عجیب بات نہیں اس لئے یہ فوج سختی کے ساتھ جنگ کرتی رہی حتیٰ کہ اس نے مشرکین کی فوج کو۔ جسے تیر اندازوں کی غلطی نے ممتاز مرکز عطا کر دیا تھا۔ واپسی کو غنیمت سمجھتے ہوئے ریٹائرمنٹ پر مجبور کر دیا۔

(ب) شکست کے اسباب

جب ہم مسلمانوں کو ہونے والی شکست کے اسباب کی طرف رجوع کرتے ہیں تو ہم چار اسباب کو اہم پاتے ہیں۔

۱۔ تیر اندازوں کی نافرمانی

اس بات میں کوئی جھگڑا نہیں پایا جاتا اور تقریباً مورخین کا اس پر اتفاق ہے کہ اس شکست کے اہم اسباب میں سے ان تیر اندازوں کا نافرمانی کرنا بھی

(بقیہ حاشیہ) گناہ ہے۔ جس کا مرتکب جہنم میں عذاب شدید سے دوچار ہوگا۔ جیسا کہ قرآن کریم نے سورہ انفال کی آیت ۱۶، ۱۷ میں اس کی صراحت کی ہے۔ اے مومنو جب تم جنگ میں کفار سے ملو تو ان کو اپنی پیٹھیں نہ دو اور اس روز جو اپنی پشت انہیں دے گا سوائے اس کے کہ وہ جنگ کے لئے پھرے، ایک طرف ہونے والا ہو یا کسی گروہ کے ساتھ ملنے والا ہو۔ وہ اللہ کے غضب کو لے کر لوٹے گا۔ اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہوگا۔ اور وہ بہت برا ٹھکانہ ہے۔

ہے [1] جنھوں نے اس تیار کردہ منصوبے کی مخالفت کی جو جنگ کے چلانے کے لئے بنایا گیا تھا اور اپنے سالار حضرت عبداللہ بن جبیر کے خلاف سرکشی کی اور قبل اس کے کہ مدنی فوج میدان کارزار پر پورا تسلط کرتی انہوں نے اپنے بھائیوں کے غنائم جمع کرنے کے لئے پہاڑ میں اپنی جگہوں کو چھوڑ دیا جس نے مکی فوج کے سواروں کے سالار (حضرت) خالد بن ولید کو پہاڑ میں تیر اندازوں کے قلعے میں داخل ہونے اور ان کے باقی ماندہ دس آدمیوں کو ختم کرنے پھر مسلمانوں کے پچھلے حصے پر حملہ کرنے جن میں سے بہت سے آدمی غنائم کے جمع کرنے میں مشغول تھے۔ پھر پیچھے سے سرعت کے ساتھ انہیں زبردست ضرب لگانے اور مکہ کی شکست خوردہ فوج کو اشارہ کرنے کی قدرت دے دی کہ وہ مسلمانوں پر حملہ کر دے اور عملاً مسلمانوں نے موقف پر چھا جانے کے بعد اپنے آپ کو دشمن کے سواروں اور پیادوں کے تنگ درمیان پایا اور ان کی تنظیم بگڑ گئی حتیٰ کہ بعض، بعض کو حیرت سے مارنے لگے۔ پس تیر اندازوں کا نبوی اوامر کی مخالفت کرنا اور طے شدہ منصوبے سے خروج کرنا بہت بڑی غلطی تھی جو مصیبت کے اہم اسباب میں سے تھی۔

عراقی فوجی افسروں کی دوسری رائے

میجر جنرل محمود شیت خطاب نے اپنی کتاب

---

[1] ہم نے (اس کتاب کے شروع میں اسلامی فوج کی تیاری کے موضوع پر) بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہاڑ پر پچاس تیر اندازوں کو مقرر کیا اور مسلمانوں کے پچھلے حصے کی حفاظت کا کام ان کے سپرد کیا۔ اس موضوع کی تفاصیل اس کتاب کے شروع میں اس عنوان (پہاڑ پر تیر اندازوں کا دستہ) کے تحت دیکھئے۔

وسالار رسولؐ) میں بیان کیا ہے کہ تیر اندازوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی مخالفت کرنے اور غنائم جمع کرنے کے لئے اپنی اصلی جگہوں سے ہٹ جانے میں غلطی کی اور اگر وہ نہ ہٹتے تو خالد بن ولید ان کے پچھلے حصے پر ضرب لگانے کی استطاعت نہ پاتے اور نہ ہی قریش، مسلمانوں کا گھیراؤ کر سکتے تھے پھر آپ نے کہا ہے کہ بلاشبہ احد میں اوامر کی مخالفت کرنا۔ جنگ میں اوامر کی ہر فوجی مخالفت کے نتائج کے بارے میں سبق ہے اور اس کے معروف نتائج اس سبق کو ذہنوں میں بٹھانے کے لئے کافی ہیں تاکہ دوبارہ کوئی اس قسم کی مخالفت نہ کرے۔ اور جنرل خطاب نے اپنی مذکورہ کتاب میں ایک جگہ اور بیان کیا ہے کہ

> اوامر کی تنفیذ، وہ فوجی ڈسپلن ہے جسے فوج کی روح اور ہر معرکہ میں نوری فتح کا سبب تصور کیا جاتا ہے اور اپنی جگہوں کے چھوڑنے کے بارے میں تیر اندازوں کا مخالفت کرنا اور غنائم اٹھانے کے لئے جلدی کرنا بہت بڑی غلطی ہے۔ جو مسلمانوں نے کی اور اس وقت دشمن کے لئے ان کی پیٹھ ننگی ہو گئی اور خالد نے پیچھے سے ان کا گھیراؤ کرنے کے لئے اس مبارک موقع سے فائدہ اٹھایا۔ جس سے وہ تمام اطراف سے بند ہو گئے۔

۲۔ غنائم میں مشغولیت

اسی طرح بہت سے مسلمانوں کا غنائم کے جمع کرنے میں مشغول ہونا اور معرکہ کے آغاز میں مشرکین کو شکست دینے کے بعد ان کے تعاقب سے رکنا بھی، شکست کے اسباب میں سے ہے، بہت سے مسلمانوں نے مشرکین کے تعاقب کرنے سے توقف کیا اور ان غنائم کے جمع کرنے میں مشغول ہو گئے۔ جن سے ان کے

پڑاؤ کی زمین اٹی پڑی تھی۔ اسباب نے مکہ کی شکست خوردہ فوج پر شکست کے دباؤ کو کم کر دیا اور شکست خوردوں کو اس حالت میں کر دیا کہ وہ فرار میں زیادہ جد وجہد نہ کرتے تھے اور اس بات نے قریشی سواروں کو ابن ولید کی کمان میں ان کے گرد جمع ہونے کی تحریک کا ادراک کرایا اور اس کے جوانوں نے اس اہم حرکت کے قیام کے وقت جو آواز دی وہ (سرعت کے ساتھ) اس کا جواب دینے لگے۔ پس انہوں نے مخالفانہ حملہ کیا جس نے مسلمانوں کو دو آگوں کے درمیان ڈال دیا جس نے ان کی فتح کے پھل کو ضائع کر دیا اور ان پر دردناک مصیبت نازل کی۔

میرا یقین ہے کہ اگر مسلمان غنائم کے جمع کرنے میں مشغول نہ ہوتے اور مشرکین پر حملہ کرتے اور خوف اور گھبراہٹ کے اس موقع سے فائدہ اٹھاتے جس نے (ان کی شکست کے وقت) انہیں گزند پہنچایا تھا اور اس قوت کے ساتھ جس سے وہ شکست کے آغاز میں ان پر سوار ہو گئے تھے ان کا تعاقب کرتے تو خالد کی کارروائی ناکام ہو جاتی حتیٰ کہ وہ انہیں میدانِ کارزار سے دور کر دیتے خواہ چند میل ہی کرتے۔

پس اگر مسلمان ایسا کرتے تو (میرے یقین کے مطابق) وہ شکست خوردہ فوج کا خاتمہ کر دیتے یا (کم از کم) اسے مکمل طور پر پراگندہ کر دیتے۔ نیز اسی طرح وہ مکی فوج کے درمیان اور خالد کی کارروائی کی حقیقت کی واقفیت کے درمیان حائل ہو جاتے۔ اس لئے کہ اگر مکی فوج چند میلوں پر ہوتی تو وہ خالد کی آواز نہ سن سکتی بلکہ اگر وہ اسے سن بھی لیتی (اور وہ اتنے دور فاصلے پر ہوتی) تو اس کے لئے خالد کی گھیراؤ کی کامیاب کارروائی میں مشارکت کے لئے جلد جواب دینا ممکن نہ ہوتا۔ اس طرح مسلمانوں کے لئے خالد کی کارروائی کو ختم کرنا آسان ہو جاتا

(اگر وہ اس کارروائی کو بروئے کار لاتا) کیونکہ دو سوا لگ بھگ سواروں کے لئے، مسلمانوں کے سامنے ٹھہرنا ممکن نہ ہوتا (خصوصاً جس وقت وہ اپنی فتح اوج پر تھے) بلکہ خالد بن ولید نے جمع ہونے کی جو کارروائی کی وہ اس کی جرأت ہی نہ کرتے کاش اسلامی فوج کی اکثریت، مکہ کی شکست خوردہ فوج کا مسلسل تعاقب کرتی اور غنائم کے جمع کرنے میں مشغول نہ ہوتی۔

بلکہ تیر انداز بھی پہاڑ میں اپنی جگہوں کو نہ چھوڑتے اگر ان کے فاتح بھائی غنائم کے جمع کرنے میں مشغول نہ ہوتے۔ تیر اندازوں نے جب ان بکثرت غنائم کو دیکھا جن کے جمع کرنے کے لئے ان کے بھائی ایک دوسرے سے سبقت کر رہے تھے تو اس بات نے اپنی جگہوں کے چھوڑنے میں ان کی حوصلہ افزائی کی۔

سالار رسولؐ کے مولف نے احد میں مسلمانوں کی شکست کے اسباب کے بیان کے موقع پر کہا ہے کہ

معرکے کے پہلے مرحلے میں مشرکین کے شکست کھانے کے بعد، مسلمانوں نے ان کے پڑاؤ سے دور تک ان کا تعاقب نہیں کیا بلکہ غنائم میں مشغول ہو گئے اور اگر وہ مشرکین کی شکست کے بعد فوراً ان کا تعاقب کرتے تو آسانی سے ان کی فوج کا خاتمہ کر دیتے اس کے بعد وہ غنائم کے جمع کرنے کے لئے واپس آجاتے۔

اور جنرل خطاب نے اپنی مذکورہ کتاب میں ایک اور جگہ بیان کیا ہے کہ

معرکے کے پہلے مرحلے میں مسلمانوں نے، مشرکین کے اپنی جگہوں سے فرار کرنے اور اپنے پڑاؤ سے دور ہو جانے اور مسلمانوں کے مشرکین کی عورتوں، مویشیوں اور اونٹوں کے گرد جمع ہو جانے کے بعد، ان کا تعاقب نہ کرنے میں غلطی کی ہے اور اگر مسلمان کم از کم

دس میل تک ان کا تعاقب کرتے تو وہ مشرکین کو زبردست نقصان پہنچاتے) اور احد کا معرکہ ایسے نتائج پر ختم ہوتا جو مسلمانوں کے حق میں ہوتے۔

۳۔ غیر متوقع حملہ

اس بات میں (ماہرین جنگ کے درمیان) کوئی نزاع نہیں پایا جاتا کہ جن لوگوں کے خلاف غیر متوقع حملہ کیا جائے۔ ان کے دلوں میں اس کا زبردست ردعمل ہوتا ہے اور غیر متوقع حملہ، جنگ کے ان اہم اسالیب میں سے ہے جس کا طاقتوں کے توازن کو بدلنے اور معرکوں کی رفتار میں سریع اور اچانک انقلاب پیدا کرنے کے لئے اتباع کیا جاتا ہے۔

اور آخری حملے کے سالاروں نے معرکوں کے دوران (اپنے دشمنوں کے خلاف) گھاتی فوج سے حملہ کرنے یا غیر متوقع حملہ کرنے کے بہت سے فوائد حاصل کئے ہیں۔[1]

---

[1] تاریخ کی روایت ہے کہ شہنشاہ نپولین بونا پارٹ کو واٹر لو کے مشہور معرکے میں جس میں اس نے انگریزوں اور ان کے حلیفوں کے خلاف حملہ کیا تھا۔ اس وقت شکست ہوئی اور اس کی فوج اس وقت پراگندہ ہوئی جب وہ فتح کے نہایت ہی قریب تھا۔ انگریزی فوج کی کمان ولنگٹن کر رہا تھا اور یہ واقعہ یوں ہے کہ جب نپولین کے سوار، قلعہ کا ئربرا کی دیواروں پر چڑھنے لگے۔ جس میں انگریز قلعہ بند تھے اور جب نپولین دیواروں اور زرہوں کے توڑنے میں کامیاب ہوگیا اور اس کی فوج کے ہراول دستے ٹیلے میں انگریزوں کی صفوں میں داخل ہونے میں کامیاب ہوگئے۔ اور اس نے انگریزی فوج کے توپ خانے کو تباہ کرنے اور اس کے سپاہیوں کو قتل کرنے کے بعد اسے دو حصوں میں تقسیم کردیا تو قلعہ کا دفاع کرنے والوں کے اعصاب شل ہوگئے اور اسی دوران میں کہ نپولین (ایک دو لمحوں کے

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

اسی لئے عرب (پہلے زمانوں میں) گھاتی افواج کے منصوبوں پر بہت عمل کرتے تھے اور یہ فوج معرکہ کے وقت اچانک دشمن پر حملہ کرتی تھی اور اس فوج سے دشمن کی

(بقیہ حاشیہ) درمیان) کا تر براکے ٹیلے پر تابعداری کے لئے انگریزوں کے سفید جھنڈا بلند کرنے کی توقع رکھتا تھا کہ اچانک نپولین کی فوج کے پیچھے توپوں کے چلنے کی آواز آئی جو کانوں کو بہرا کر رہی تھی۔ سو اس نے چہرے کو پھیرا اور اپنی بڑی دوربین سے حالات کو دیکھنے کے لئے نظر دوڑائی تو کیا دیکھتا ہے کہ بروسی فوج کا ایک دستہ بلوخر کی کمان میں انگریزوں کی مدد کے لئے آیا ہے۔ پس نپولین ٹیلے کی طرف متوجہ ہوا اور قبل اس کے کہ لوگ مدد کی حقیقت کو معلوم کرتے اور یہ کہ وہ کس کے لئے آئی ہے اس نے اپنی فوج کو ڈبل حملہ کرنے کا حکم دے دیا اور بلوخر کے پہنچنے سے قبل ولنگٹن کی فوج کا کام تمام کرنے کا حکم دے دیا۔ لیکن ولنگٹن بڑا عقلمند اور مکار تھا وہ جلدی سے اپنے محفوظ ٹیلے کی طرف آیا اور اس نے بروسی فوج کی جانب اے خوش آمدید کہتے ہوئے ہوا میں اپنی ٹوپی لہراتے ہوئے بلند کی پھر اس نے (مذاق اور چیلنج کرتے ہوئے) اسے فرانسیسی فوج کی طرف جھکایا اور انگریزی فوج اپنے سالار کے اشارے کو سمجھ گئی اور اسی طرح فرانسیسی فوج کے قائدین کو بھی پتہ چل گیا کہ ان کی فوج دو آگوں کے درمیان آپڑی ہے۔ پس ان کے عزائم کمزور پڑ گئے اور منتشر انگریزی فوج نے اپنی جمعیت کو اکٹھا کر لیا اور ولنگٹن نے اپنی فوج کے ساتھ فرانسیسیوں پر تباہ کن مخالفانہ حملہ کیا اور فرانسیسی فوج ریٹائرمنٹ کرنے لگی اور اس کا ہر فرد ہتھیار پھینکنے لگا اور آوارہ پھرنے لگا۔ اور اس فرانسیسی فوج کو تباہ کن شکست ہوئی جو بیس سالوں سے فتح و ظفر کے سوا کسی چیز سے واقف نہ تھی اور یہ نپولین بوناپارٹ کا انجام تھا اور یہ سب کچھ اس غیر متوقع حملے سے ہوا جو نپولین کی فوج پر اچانک ہوا۔ جب کہ وہ اپنی فتح کی اس اونچائی پر تھی جس کے ریکارڈ کرنے میں صرف انگریزی فوج کے سالار کے تابعداری کے لئے سفید جھنڈا بلند کرنے کے سوا کچھ باقی نہ رہ گیا تھا۔

اسی طرح (دوسری صدی ہجری کے شروع میں) فرانس میں معرکہ بلاط الشہداء میں مسلمانوں کی شکست کا یہ سبب ہوا کہ فرانسیسی سالار شارل مارٹل کے سواروں کے ایک دستے نے دوق اوکتانیہ کی

صفوں میں کمزوری اور انتشار پیدا ہو جاتا تھا (اگرچہ یہ فوج چھوٹی سی ہوتی تھی) کیونکہ جن کے خلاف اچانک حملہ ہو ان کے دلوں پر اس کا بڑا اثر پڑتا ہے۔
اس لئے خالد بن ولید نے مدنی فوج کے خلاف جو غیر متوقع حملہ کیا اس کا موقع اسے پہاڑ سے تیراندازوں کی اکثریت کے ہٹ جانے نے دیا اور اس اسلامی فوج کے دلوں پر اس کا خوفناک اثر ہوا جسے غیر متوقع حملے نے اس وقت ہکا بکا کر دیا جب وہ اپنے آپ کو فتح کی اوج پر محسوس کر رہی تھی اور اس کی غفلت کی حالت میں اس کے پیچھے سے دو سو گھوڑوں کے سموں سے زمین کانپ رہی تھی اور ان کے سوار اس پر ٹوٹ پڑے اور حیران کن سرعت کے ساتھ انہوں نے اس کا گھیراؤ کر لیا اور اس اچانک حملے سے اسلامی فوج کمزور ہو گئی اور اس کی صفیں درہم برہم ہو گئیں۔

(بقیہ حاشیہ) کمان میں) پیچھے سے مسلمانوں کے پڑاؤ پر اچانک حملہ کر دیا اور مسلمانوں کی صفیں درہم برہم ہو گئیں۔ اور ان میں سے بعض نے پڑاؤ کے دفاع میں صفوں میں اپنی جگہ کو چھوڑ دیا۔ پس سالار عام عبدالرحمٰن غافقی یمانی نے ان کو اپنی جگہوں پر واپس کرنے میں جلدی کی مگر وہ کامیاب نہ ہوا پھر جلدی سے دشمن کی جانب سے ایک تیر لگا اور وہ قتل ہو کر گر پڑا۔ اس موقع پر مسلمانوں کی صفوں کے اندر پوری طرح بزدلی پیدا ہو گئی اور وہ تقریباً ایک لاکھ مقتولین کا نقصان اٹھانے کے بعد ہسپانیہ کی جانب ہٹ گئے۔ اس لئے کہ ان کی فوج کی تعداد پانچ لاکھ تھی اور فرانسیسی مورخین کا خیال ہے کہ مسلمانوں نے بلاط الشہداء کے معرکہ میں تین لاکھ ساٹھ ہزار مقتولین کا نقصان اٹھایا اور (بلا نزاع) یہ بہت مبالغہ ہے اور شارل مارتل کے سواروں نے جو غیر متوقع حملہ کیا اس سے فرانسیسیوں کا مقصد ان مسلمانوں کی صفوں میں انتشار پیدا کرنا تھا جو شارل مارتل کی فوج اور اس کے اطالوی اور جرمنی اور مجری حلیفوں اور دیگر یورپین افواج کی صفوں کو تباہ و برباد کرنے والے تھے اور بلاط الشہداء کے معرکہ میں فرانس میں مسلمانوں کو جو شکست ہوئی وہ یورپ میں اسلامی افواج کو ہونے والی شکستوں میں سے بدترین شکست تھی۔

خصوصاً اس وقت جب مکی فوج کے شکست خوردہ لوگ واپس آگئے اور انہوں نے اپنی جمعیت کو اکٹھا کر لیا۔

میجر جنرل محمود شیت خطاب اپنی کتاب سالار رسول میں معرکوں میں غیر متوقع حملے کے اصولوں کے بارے میں بیان کرتا ہے کہ

غیر متوقع حملہ جنگ کے اہم اصولوں میں سے ہے۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ دشمن کو ایسی جگہ سے یا ایسے وقت میں یا ایسے غیر متوقع اسلوب سے مارنا جس سے دشمن کی مادی اور معنوی قوتوں کو تباہ کرنا ممکن ہو۔

لے تاریخ نے مشہور فنیقی سالار ہنی بال کی ان تباہ کن اور حیران کن فتوحات کے اسباب کو بیان کیا ہے جو اس نے مشہور معرکوں میں رومیوں کے خلاف حاصل کیں۔

رکاب کی ایجاد...... ہنی بال کے زمانے سے قبل تک سوار گھوڑوں پر لڑتے تھے اور ان کی زینوں کی رکابیں نہیں ہوتی تھیں۔ ہنی بال پہلا شخص ہے جس نے رکاب کا نظریہ ایجاد کیا اور اپنے سواروں کے لئے اسے بنانے کا حکم دیا اور جب وہ رومیوں سے لڑے تو ہنی بال کے سوار شمشیر زنی میں فوقیت لے گئے اور ان کی ضربیں، رومی سواروں کی ضربوں سے زیادہ قاتل تھیں جن کا رومی فوج کو زبردست نقصان پہنچانے میں بڑا اثر تھا۔ اس لئے کہ ہنی بال کے سوار (اپنے گھوڑوں کی زینوں میں رکابیں ڈالنے کے بعد) جب تلوار سے مارنے کا ارادہ کرتے تو رکاب میں اپنے پاؤں پر ٹیک لگا لیتے اور یہ بات تلوار کے ساتھ ٹھیک ضرب لگانے میں ان کی مدد کرتی اور وہ ثابت قدم رہتے جس سے ان کی ضرب ان رومی سواروں کی ضرب سے زیادہ صحیح اور زیادہ قاتل ہوتی جو جنگ کرتے اور ان کے پاؤں ہوا میں معلق ہوتے اور صرف اس ہتھیار (رکاب) کے اچانک حملہ سے رومی اس کے نتائج سے حیران رہ گئے اور مدت کے بعد رومیوں نے اس ایجاد کو سمجھا اور (بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

پھر عراقی افسر (خطاب) نے بیان کیا ہے کہ
جس وقت مشرکین نے شکست کھائی اس وقت مسلمانوں کی فوج کے پیچھے خالد بن ولید کا اکٹھا ہونے کی کارروائی کرنا مسلمانوں کے لئے مکمل غیر متوقع حملہ تھا اور ان کی صفیں اس حد تک درہم برہم ہوگئیں کہ [redacted] اس وقت بھی اس قدر پراگندہ نہ ہوئی تھیں جب ان کی فوجوں اور مشرکین کی فوجوں کے درمیان معرکہ آرائی ہورہی تھی پس انہوں نے ایک دوسرے کو قتل کیا۔ اس طرح ان میں سے بہت سوں کا مورال گر گیا اور انہیں کچھ پتہ نہ تھا کہ وہ کیا کر رہے ہیں۔

اس غیر متوقع حملے نے قریش کو مسلمانوں کا خاتمہ کرنے اور ان کی افواج کو تباہ کرنے کا موقع دے دیا۔ لیکن وہ اپنے اس ممتاز موقف سے استفادہ نہ کر سکے اور انہوں نے احد کو نتائج کے لحاظ سے فیصلہ کن بنانے کے لئے اس مبارک موقع کو ضائع کر دیا۔

۴۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی افواہ

اسی طرح حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی افواہ نے مصیبت کے دگنا کرنے میں پارٹ ادا کیا اور اس امر میں کوئی نزاع نہیں پایا جاتا کہ (خصوصاً اس زمانے میں) سالار عام کے قتل کا مفہوم، فوج کی شکست ہوتا تھا۔ اس لئے مسلمانوں

(بقیہ حاشیہ) انہوں نے اپنے سواروں کیلئے ہنی بال کے سواروں کی مانند کمانیں بنوائیں اور اہم بات یہ ہے کہ اچانک حملہ کرنا افواہ ایک ہتھیار رہا ہے معرکوں میں اس کا بہت اثر پڑتا ہے۔

کے درمیان اس جھوٹی افواہ کے پھیلنے کا اسلامی فوج کے بہت سے افراد کے دلوں پر خوفناک اثر ہوا حتیٰ کہ بعض نے ہتھیار پھینک دیئے اور جنگ کرنے سے رک گئے اور اس افواہ کے پھیلنے کے وقت تابعداری اختیار کرنے کے لئے قائدین مکہ سے رابطہ کرنے اور امان طلب کرنے کے لئے سوچنے لگے۔

اور اسلام کے بہت سے سپاہیوں کا مورال گر گیا اور وہ حیران ہو کر کھڑے ہو گئے۔ انہیں کچھ معلوم نہ تھا کہ وہ کیا کر رہے ہیں حتیٰ کہ بعض مورخین کی رائے ہے کہ فتح کے بعد مسلمانوں کی شکست کا بڑا سبب حضرت نبی کریم ؐ کے قتل کی افواہ ہے۔

سمہودی کی وفاء الوفاء میں ہے کہ

بیان کیا گیا ہے کہ شکست کا سبب یہ تھا کہ ابن قمئۃ اللیثی نے حضرت مصعب بن عمیر کو قتل کر دیا اور حضرت مصعب جب جنگ کے ہتھیار زیب تن کرتے تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مانند معلوم ہوتے اور جب وہ قتل ہو گئے تو اس نے خیال کیا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اس نے واپس آ کر قریش سے کہا کہ میں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کر دیا ہے۔ پس ان کی جرات میں اضافہ ہو گیا اور عقبہ سے ابلیس نے آواز دی۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) قتل ہو گئے ہیں اور جب مسلمانوں نے یہ آواز سنی (اور وہ منتشر تھے) تو شکست ہو گئی اور کوئی کسی کی طرف توجہ نہ دیتا تھا۔

بہرحال حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی افواہ کا مسلمانوں کے مضطرب کرنے اور ان کی یونٹوں کے اندر کمزوری اور انتشار پیدا کرنے میں بڑا

اثر ہوا جس نے ان کے جوانوں کے نقصان کے بیلنس کو بلند کرنے میں پارٹ ادا کیا۔

(ج) شکست کے بعد مسلمانوں کا اکٹھا ہونا

بلا شبہ (جنگ کے دوران) مشرکین کے سواروں نے جو اچانک حملہ کیا۔ اس نے مدنی فوج کی اکثریت کو زنبور کے دو جبڑوں میں ڈال دیا اور مشرکین تمام اطراف سے اسے بند کرنے میں کامیاب ہو گئے اور ہر وہ فوج، جو اس حال سے دوچار ہو جس سے اسلامی فوج احد کے روز دوچار ہوئی۔ اس کا انجام دو میں سے ایک تھا، یا تو مکمل طور پر تباہی ہوگا یا قید ہونے کے لئے اپنے آپ کو سپرد کرنا ہوگا۔

اور جب ہم اچانک گھیراؤ کے واقعے کے ساتھ یہ بھی اضافہ کریں کہ گھیراؤ کرنے والی فوج، گھری ہوئی فوج سے تعداد میں زبردست برتری رکھتی تھی (اس طرح کہ گھری ہوئی مدنی فوج کی تعداد تقریباً پانچ سو جانباز تھی جب کہ گھیراؤ کرنے والی مکی فوج کی تعداد (کم از کم اندازے کے مطابق) دو ہزار سات سو جانبازوں سے کم نہ تھی)، تو ہمیں معلوم ہو جائے گا کہ اس چھوٹی فوج کا اپنے سب جوانوں کے قتل کرانے یا سب کے تابعداری اختیار کر لینے سے بچ جانا محال ہے۔

لیکن جو کچھ ہوا۔ وہ اس کے برخلاف ہوا۔ گھرے ہوئے مسلمانوں نے گھیراؤ کرنے والی مکی فوج پر متغلب ہونے کی قوت پائی ان کے گرد جو گھیرا بنا ہوا تھا انہوں نے اسے توڑ دیا پھر اس کے قبضے سے چھٹکارا پا گئے اور اس کی صفوں میں سے احد کے درے کی طرف اپنا راستہ بنا لیا۔ جہاں ان کے سالار اعلیٰ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم موجود تھے۔ مگر انہوں نے اس بچاؤ کے لئے قیمت ادا کی اور وہ اپنی مجموعی فوج میں سے ایک سو میں سے دس آدمیوں کا نقصان تھا۔ پس اس سے انہوں نے قریش کا ■ قیمتی موقع ضائع کر دیا جو انہیں اسلامی فوج کا خاتمہ کرنے اور قیدی بنانے کیلئے ملا تھا۔

اور بہت سے نوجیوں نے مسلمانوں کے اس گھیرے کے توڑنے کو جو مشرکین نے ان کے گرد قائم ہوا تھا اور ان کے چھٹکارا پانے کو مسلمانوں کی ایک نئی فتح خیال کیا ہے اور مشرکین کی دوسری شکست قرار دیا ہے۔

شکست کے بعد اکٹھا ہونے کے اسباب

وہ کیا اسباب تھے جنھوں نے اس چھوٹی سی مصیبت زدہ فوج کو یقینی فنا سے نجات پانے اور اپنے پراگندہ لوگوں کو اکٹھا کرنے اور از سر نو دوبارہ اپنی تنظیم کرنے اور مکی فوج کے سامنے ڈٹ جانے (جو شکست کے بعد خود کو میدان کا سردار خیال کرتی تھی) پھر اسے میدان کارزار سے اپنے مقاصد کو حاصل کئے بغیر ریٹائرمنٹ کرنے پر مجبور کر دیا اس طرح کہ وہ اس کے درمیان اور فتح کے نام کے درمیان حائل ہو گئی (فوجی نقطۂ نگاہ سے) اس کے مجمل اسباب کی طرف اشارہ کرنا ہمارے لئے ممکن ہے۔

۱۔ حکیمانہ کمان اور سالار عام کی شجاعت

اس امر میں کوئی نزاع نہیں کہ ہر ذمہ دار سالار عام پوری طرح جانتا ہے کہ اس قسم کے نازک وقت میں جس سے حادثۂ جبل کے بعد احد میں جیش نبوی گذرا، اس کی فوج کی تباہی اور اس کا تماسک صرف اس سالار کی شجاعت یا اس کی کمزوری پر متوقف ہوتا ہے۔ بلاشبہ سالار عام کی کمزوری اس کی فوج کی کمزوری اور شکست ہوتی ہے اور اگر وہ ثابت قدم اور ڈٹا رہے تو اس کی فوج اس ثبات اور صمود (ڈٹ جانے) میں اس کی پیروی کرتی ہے۔

اور سالار رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے (احد میں اسلامی فوج کے شکست کھانے کے وقت) حد کمال تک پہنچی ہوئی بے نظیر شجاعت کا اظہار کیا اور کمان میں ایسی

حکمت اور اس نازک وقت میں ایسی تجربہ کاری کا اظہار کیا۔ جس سے آپ نے اپنی چھوٹی سی فوج کو یقینی تباہی اور ضیاع سے بچالیا۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ خالد کے آپ کی فوج کو گھیر لینے کے بعد۔ اپنی کمان کے ہیڈ کوارٹر میں اپنے آپ کو الگ تھلگ پایا، مسلمانوں کی صفیں سخت درہم برہم ہو چکی تھیں اور آپ کے گرد آپ کی فوج کے اکثر سپاہی منتشر ہو چکے تھے اور آپ تقریباً اکیلے ہی مشرکین کے تباہ کن حملوں کا نشانہ بن گئے اور حملہ سخت تھا جو اس لائق تھا کہ اس کے سامنے بڑے بڑے سالاروں کے اعصاب شل ہو جاتے۔ اور خصوصاً اس دور میں جس میں سالار اپنی فوج کے نیزوں اور تلواروں پر بھروسہ کرتا تھا اور بس) لیکن سالار رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس مصیبت کے سامنے ڈٹے رہے اور اپنے اعصاب پر قابو رکھا اور اس خوفناک تند و تیز آندھی کے سامنے ٹھوس پہاڑوں کی طرح ڈٹے رہے۔ جس نے شکست کے وقت آپ کی فوج کو پراگندہ کردیا تھا۔ انہیں معلوم نہ تھا کہ وہ کیا کر رہے ہیں اور کس طرف جا رہے ہیں۔ خصوصاً حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی افواہ کے مشہور ہو جانے کے بعد، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (مضبوط دل کے ساتھ) ایک بلند جگہ پر کھڑے ہو کر بلند آواز سے پکارا (میری طرف آؤ میں اللہ کا رسول ہوں) آپ کی اس آواز کا آپ کے ان اصحاب کے مورال کو دوبارہ قائم کرنے پر بڑا اثر ہوا۔ جنہوں نے آپ کی پیاری آواز کو سنا اور جوں ہی انہیں آپ کی جگہ کا علم ہوا وہ آپ کی طرف آنے لگے اور از سر نو اپنی صفوں کی تنظیم کرنے لگے اور اسلامی فوج کی اکثریت کے درمیان اپنے سالار نبی کی سلامتی کی خبر پھیل گئی اور ان کے شکست خوردہ لوگ واپس آگئے اور اپنے سالار کے گرد حلقہ بنانے لگے اور شجاعت اور جانبازی سے مشرکین سے جنگ کرنے لگے حتیٰ کہ وہ مکی فوج پر متغلب ہو گئے۔ کیونکہ وہ اس کے درمیان اور جس مقصد کے

لئے وہ آئی تھی اس کے درمیان حائل ہوگئے اور شکست کے بعد) اسے اپنے مقصد کو پورا کرنے کا موقع بھی مل گیا تھا اور وہ اسلامی فوج کو تباہ کن شکست دینا تھا اور اس نازک وقت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ثبات اور آپ کی حکمت اور آپ کی اعلیٰ درجہ کی شجاعت کو شکست خوردوں کی واپسی اور متردین کے میدانِ کارزار کی طرف بڑھنے اور اس مکی فوج کے سامنے ڈٹ جانے سے جنہوں نے اسے اس مقام کی طرف ناکام واپس کر دیا۔ جہاں سے وہ آئی تھی۔ اسلامی فوج کے اکٹھا کرنے میں اوّل انعام حاصل ہے۔ حالانکہ وہ حادثہ جبل کے بعد میدان کارزار کی سردار بن چکی تھی۔

مولانا محمد علی نے اپنی کتاب (حیات محمد و رسالتہ) میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شجاعت اور قربانی اور شکست کے بعد اپنے اصحاب کو بچانے کے لئے اپنی جان کو خطرے میں ڈالنے پر حاشیہ لکھتے ہوئے بیان کیا ہے کہ

جوں ہی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خالد کو دیکھا کہ وہ مسلمانوں پر حملہ کر رہا ہے اور اس جگہ اُتر آیا ہے جسے تیر اندازوں نے چھوڑ دیا تھا تو آپ کو اسلامی فوج کو گھیرنے والے خطرے کی عظمت کا ادراک ہوگیا اور اس وقت آپ کے سامنے صرف دو ہی راستے تھے۔ جن میں سے ایک پر آپ چل سکتے تھے یا تو آپ کسی پناہ گاہ کی طرف جاکر اپنی شخصی سلامتی کی ضمانت حاصل کریں اور اپنے اصحاب کو اپنے مقدر انجام کے لئے چھوڑ دیں اور یا اپنی جان کو خطرے میں ڈال کر انہیں آواز دیں تاکہ انہیں خطرے سے بچائیں، آپ نے دوسرے راستے کو اختیار کیا (حالانکہ اس میں ایسی جانبازی تھی جس میں آپ کی زندگی کو خطرہ تھا۔ اور جب آپ نے ان کو تنگی میں پایا (خصوصاً آپ کے قتل کی افواہ سننے کے بعد) تو آپ نے بلند آواز سے پکارا (میری طرف آؤ میں اللہ کا رسول ہوں) اور جونہی

آپ کی آواز ان کے کانوں تک پہنچی وہ سب آپ کی جانب متوجہ ہو گئے۔ اور انہوں نے دشمن کی صفوں میں آپ کی طرف اپنی راہ بنالی۔

میجر جنرل خطاب کا تبصرہ

عراق کے بڑے افسر میجر جنرل محمود شیت خطاب نے اپنی کتاب سالار رسول میں شکست کے بعد مسلمانوں کے اکٹھا ہونے کے اسباب کے عسکری تجزیہ کے موقع پر (معرکہ سے قبل اپنی فوجوں کی صف بندی کے مناسب موقع کو اختیار کرنے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مہارت پر تبصرہ کرنے کے بعد بیان کیا ہے کہ

بلاشبہ ہر بات کی اپنی اہمیت ہوتی ہے۔ معرکہ احد کے دوسرے مرحلے میں جنگ کے دوران آپ کی کمان کی عبقریت کے ظہور سے کوئی چیز نسبت نہیں رکھتی۔ جب وقت مسلمانوں کی تھوڑی سی فوج کو اس سے پانچ گنا زیادہ مشرکین کی فوج نے گھیر لیا۔ جب کہ ان میں سے بہت سوں کا مورال گر چکا تھا۔ پھر جب میدان کارزار میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی خبر مشہور ہوئی تو انہوں نے میدان کارزار سے دور جا کر پہاڑوں میں پناہ لی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسلمانوں کی ایک چھوٹی سی جماعت رہ گئی۔

پھر جنرل خطاب نے بیان کیا ہے کہ

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (مسلمانوں کی نسبت سے) انجام کے لحاظ سے اس نازک موقف میں اور (مشرکین کی نسبت سے) انجام کے لحاظ سے موافق موقف میں انتہائی مایوس کن معرکہ میں اپنے اعصاب پر قابو رکھنے کی استطاعت پائی اور باقی مسلمانوں کی اپنے سے برتر اور گھیراؤ کرنے والی افواج کے درمیان

اپنا راستہ بنانے کے لئے کمان کرتے رہے۔ پھر آپ ایک بلند جگہ پر اتر کر اپنی باقی افواج کی دوبارہ تنظیم کرنے لگے اور ان کا مورال ان کی طرف واپس کرنے لگے اور ان کے ذریعے مشرکین کے شدید حملوں کو روکنے لگے اور سخت تباہ کن شکست کو فتح میں بدلنے لگے۔ اس لئے کہ آپ نے قریش کو مسلمانوں کی حتمی تباہی کے بعد ان کے تباہ کرنے سے مایوس کر دیا۔ پھر آپ نے انہیں مسلمانوں کی تباہی سے مایوس ہونے کے بعد میدان کارزار سے ریٹائرمنٹ پر مجبور کر دیا۔

۲۔ منصوبہ بندی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مہارت

اسی طرح دقیق و محفوظ منصوبہ بندی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مہارت اور تجربہ کاری اور جنگ کو چلانے میں مواقع کے انتخاب کا بھی مسلمانوں کو اس تباہی سے بچانے میں بڑا اثر ہے جو ان کو فنا ہی کر دینے والی تھی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی فوج کے ساتھ مدینہ سے مکی فوج کے ساتھ جنگ کرنے کو گئے اور یہ بات ذہن کی طرف متبادر ہوتی ہے کہ (فوجی نقطہ نگاہ سے) اگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مشرکین سے جنگ کرتے اور آپ کی پشت مدینہ کی طرف ہوتی تو جب آپ کی فوج کو شکست کا سامنا کرنا پڑتا تو آپ کے لئے اس کی طرف واپس آنا اور اس میں پناہ لینا آسان ہوتا۔

لیکن واقعات نے اس بات کی تائید کی ہے کہ جس جگہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی فوج کے ساتھ پڑاؤ کیا تھا وہ مسلمانوں کے لئے اپنے دشمنوں کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے بہتر جگہ تھی۔ پس حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی فوج کے ساتھ احد کے درے کے دہانے میں پڑاؤ کرنے کے لئے مشرکین سے آگے بڑھ گئے اور آپ نے مدینہ کے قریب وسیع میدانوں کی نسبت رجو

احد اور مدینہ کے درمیان واقع ہیں) مدینہ سے دور اس بعید منطقہ میں دشمن سے جنگ کرنے کو ترجیح دی جس کے کئی بڑے اسباب ہیں جن میں سے اہم یہ ہیں۔

مسلمانوں کی فوج، چھوٹی سی فوج تھی (مشرکین کی فوج کی نسبت سے) جو اس سے چار گنا زیادہ تھی اور اگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان وسیع میدانوں میں اس چھوٹی سی فوج کے ساتھ پڑاؤ کرتے جہاں نہ ٹیلے ہیں اور نہ پہاڑ ہیں تو ابو سفیان کی بڑی فوج کے لئے تمام جہات سے اس کا گھیراؤ کرنا آسان ہوتا خصوصاً اس لئے کہ مکی فوج (تعداد اور سامان میں زبردست برتری کے علاوہ) مدنی فوج پر سواروں کی منظم فوج سے بھی برتری رکھتی تھی جس کی کمان ماہر ترین سالار اور جنگ کے اسالیب کے ماہرین کر رہے تھے۔ جس کی اہم کارروائیوں سے گھیراؤ اور تعاقب کرنا ہے۔

اور بڑی افواج کا معرکہ سے قبل یا بعد چٹیل زمین میں چھوٹی فوج کا گھیراؤ کرنا، گھری ہوئی فوج کے تباہ کرنے اور اسے تابعداری اختیار کرنے پر مجبور کرنے کے اہم اسباب میں سے ہے۔

اور یہ بات اللہ بہتر جانتا ہے ان اہم اسباب میں سے ہے جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ذمہ دار فوجی سالار کی طرح احد کے درے کی اس بلند جگہ کو اپنی فوج کے ساتھ پڑاؤ کرنے کے لئے منتخب کیا جس میں پڑاؤ کرنے نے معرکہ کے آغاز میں آپ کی فوج کو گھیراؤ کے خطرے سے بچا لیا اور شکست کے بعد جب کہ اس کی اکثریت گھیراؤ میں آ گئی تھی۔ اس کے بچانے میں سہولت پیدا کرنے میں پارٹ ادا کیا۔ اس لئے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم احد کے راستے میں پڑاؤ کرنے سے ایک مضبوط مرکز پر قابض ہو گئے۔ جہاں مسلمان فوج ایک ایسی جگہ پر تھی جسے جبل احد کی پہاڑیاں اور بلند جگہیں گھیرے ہوئے تھیں اور

(مشرکین کے سامنے) صرف درّے کا دہانہ تھا۔ جو ان کے سامنے تھا اور اس درّے کے راستے کا ایک جز ہی کہلاتا تھا۔ جو غربی جانب مسلمانوں کے پڑاؤ کے دائیں ہاتھ واقع تھا اور یہی وہ راستہ ہے جہاں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تیر اندازوں کو پہاڑ میں مشرکین کے سواروں کو گھسنے سے روکنے کے لئے مقرر کیا تھا۔ اور اسی طرح انہیں وادی کے اس گاؤں سے روکا جو جبل الرماۃ کے اور احد کے راستے کے درمیان واقع تھا۔ جسے مسلمانوں نے معرکے کے پہلے مرحلے میں جب انہوں نے مشرکین کو شکست دی اپنی پیٹھ کے پیچھے چھوڑ دیا تھا۔ پس (حضرت) خالد پہاڑ سے تیر اندازوں کے ہٹ جانے کے بعد اس میں گھس گئے۔ پھر آپ نے مسلمانوں کو اپنے پڑاؤ سے ہٹ جانے کے بعد جب کہ وہ اپنے پڑاؤ سے دور ہو گئے تھے اور مشرکین کے پڑاؤ پر قابض ہو گئے تھے، پیچھے سے ضرب لگائی۔

قلعہ کی مانند پڑاؤ

اس طرح سالار عظیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منصوبہ (درّے میں اس جگہ کو انتخاب کرنے سے) شاندار حکیمانہ فوجی منصوبہ بن گیا۔ جس کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی فوج کو، ایک مضبوط مرکز میں رکھا جو قلعہ کی مانند تھا۔ اور اس کا صرف ایک ہی دروازہ تھا۔ جس پر ساری مدنی فوج کھڑی تھی۔

اسی طرح درے کے بلند مقام پر مسلمانوں کے پڑاؤ کرنے سے مشرکین کی تمام فوج ان کے سامنے تھی اور وہ اس کی ہر کارروائی کو معلوم کر لیتے تھے کیونکہ وہ ان کے نیچے وسیع میدان میں کھلی پڑی تھی اور اسلامی فوج کا مقام درّے میں اس کے اُلٹ تھا۔ مکی فوج کے قائدین اس کو معلوم کرنے کی سکت نہ رکھتے تھے جو اس کی فوج کے اندر ہو رہا تھا۔

اسی طرح حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے درّے میں اپنی فوج کے پڑاؤ

کو منتخب کرنے سے ا مشرکین کو مجبور کر دیا کہ وہ جنگ کو اس جگہ قبول کریں جس کی بجائے وہ دوسری جگہ جنگ کرنا چاہتے تھے اس بات نے ان کو جلد شکست دینے میں پارٹ ادا کیا اس لئے کہ جبل احد کی ترائیوں کے نزدیک قریش کے جنگ کو قبول کرنے نے ان کے سواروں کی کارروائیوں خصوصاً معرکہ کے آغاز میں تقریباً مفلوج کر دیا۔ اس لئے کہ سوار ارادے کے مطابق اس میں اپنی فوجی کارروائیاں نہیں کر سکتے تھے۔ ان وہاں ایک وسیع جگہ تھی جس میں ان کے گھوڑے پوری آزادی کے ساتھ دوڑ سکتے تھے۔ اور جب پہاڑ کی ترائیوں میں انہوں نے مسلمانوں کے ساتھ معرکہ کیا تو یہ جگہ ان کے لئے کافی نہ ہوئی اور قریش کے سوار اپنی مرضی کے مطابق اس اپنی مہم میں کامیاب نہ ہوئے۔ ہاں جب مسلمان جبل احد کی ترائیوں سے جب انہوں لے مکی فوج کو شکست دی دور ہو گئے اور تیر اندازوں نے شنیع غلطی کی اور پہاڑ میں اپنی جگہوں سے ہٹ گئے تو انہوں نے اسلامی فوج کے پچھلے حصے کو ننگا کر دیا۔

اور میرا یقین ہے کہ اگر مسلمان اس جگہ پڑاؤ نہ کرتے جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے درے میں منتخب کیا تھا اور اس کھلی جگہ پر پڑاؤ کرتے جو مدینہ اور احد کے درمیان ہے (جہاں نہ ٹیلے ہیں اور نہ پہاڑ ہیں) اور انہیں شکست ہو جاتی تو ان کی مصیبت بہت بڑی ہوتی اور وہ بسا اوقات ازسرنو اپنی صفوں کی تنظیم سے کلیتہً عاجز آجاتے جس سے انہیں تباہ کن شکست ہوتی۔

اس طرح تجربہ کار سالار رسول کا احد کے درے کو اپنی فوج کے پڑاؤ کے لئے منتخب کرنا۔ اسلامی فوج کو (شکست کے وقت) تباہی یا پراگندگی کے خطرے سے بچانے میں اہم عامل بن گیا۔ اس لئے کہ اس بات نے اسے پہاڑ کی چوٹیوں کی پناہ لینے کی سکت عطا کی اور اس پناہ لینے نے مسلمانوں کو ایک شاندار موقع عطا

کیا جس نے انہیں اپنے پراگندہ لوگوں کو جمع کرنے کی اور قریشیوں کی تمام کوششوں کو جو انہوں نے ان کو گزند پہنچانے کے لئے کیں ناکام کرنے کی طاقت دی۔

ہیڈ کوارٹر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رہنے کا فائدہ

اسی طرح احد میں فوج کے ہیڈ کوارٹر میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے رہنے اور معرکہ کے پہلے مرحلے میں مشرکین کے تعاقب میں اشتراک نہ کرنے اور ایک بلند جگہ پر اتر کر اس سے میدانِ کارزار کو دیکھنے کا مسلمانوں پر ہزیمت کے دباؤ کو کم کرنے اور اپنے نبی کے گرد سرعت سے جمع ہونے اور از سر نو دوبارہ اپنی تنظیم کرنے پر بڑا اثر پڑا۔

اور یہ ایسے ہے کہ اپنے سالار اعلیٰ کی جگہ کی طرف سپاہیوں کے راہ پانے سے (جب کہ مصیبت نے انہیں گھیرا ہوا ہو) ان کے مورال کو تقویت ملتی ہے اور ان کے دلوں میں امید کی روح پیدا ہو جاتی ہے۔

اور یہی بات احد میں مسلمانوں کے شکست کھانے پر رونما ہوئی۔ معرکہ کے آغاز میں فتح، مسلمانوں کی حلیف تھی لیکن جب مسلمان مشرکین پر سوار ہو گئے اور ان کا تعاقب کرنے لگے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم (اپنے جنگی بورڈ کے بعض ارکان کے ساتھ) درّے میں اپنی کمان کے ہیڈ کوارٹر میں ٹھہرے رہے اور کامیاب معرکے کی رفتار کا جائزہ لیتے رہے۔

اور جب شکست رونما ہوئی اور مسلمانوں کی صفیں (ان میں سے بہت سوں کے گھیرے میں آچکنے کے بعد) درہم برہم ہو گئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پریشان لوگوں کو اپنی جگہ بنانے کے لئے بلند آواز سے پکارا (میری طرف آؤ میں اللہ کا رسول ہوں) تو آپ کے قریب جو لوگ تھے (جیسے حضرت طلحہ بن عبید اللہ

حضرت ابودجانہ، حضرت ابوطلحہ اور حضرت سعد ابن ابی وقاص وغیرہم) وہ جلدی سے
آپ کے پاس آئے اور انہوں نے ایک دفاعی محاذ بنا لیا اور وہ شکست خوردوں
اور گھرے ہوئے لوگوں کا ایک گروہ بن گیا اور وہ (اپنے سالار اعلیٰ کی جگہ کو معلوم
کرنے کے بعد) مشرکین کی صفوں میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب
(صبر، بہادری اور مردانگی کے ساتھ) اپنا راستہ بنانے لگے۔ جس سے انہوں نے مشرکین
کے سواروں اور بہادروں کی تمام کوششوں کو جو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کی شخصیت کو ختم کرنے اور اس فوج کو جو آپ کے گرد جمع ہو گئی تھی پراگندہ
کرنے کے لئے کیں، ناکام بنا دیا۔ پھر وہ انتظام کے ساتھ پہاڑ کی چوٹیوں کی طرف
واپس چلے گئے۔

پس اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (اسلامی فوج کے عوام کے ساتھ)
مشرکین کے تعاقب میں اشتراک کرتے اور شکست ہو جاتی اور آپ درّے کے نیچے
اپنی کمان کے ہیڈ کوارٹر سے دور، پچھلے حصے میں درّے کے بلند مقام پر ہوتے تو
آپ بھی ان مسلمانوں میں شامل ہوتے جن کا گھیراؤ کرنے میں مکی فوج کامیاب ہو گئی
تھی اور جب مسلمانوں نے آپ کی جگہ کو معلوم کر لیا تو جس وقت آپ نے بلند مقام
پر کھڑے ہو کر انہیں بلند آواز سے پکارا تو وہ جلدی سے آپ کے پاس آئے اور
آپ دامنِ کوہ کے قریب ان کے پچھلے حصے میں پڑاؤ کئے ہوئے تھے۔

۳۔ مکی فوج کی کمان میں اہلیت کا نہ ہونا

اسی طرح جس بات نے اسلامی فوج
کو اس قاتل مشکل سے نکالا جس میں وہ تیر اندازوں کے دستے کے تمرد کے بعد پھنس
گئی تھی آسانی کے ساتھ رہائی دلانے میں پارٹ ادا کیا (اور اسے از سر نو اپنے پراگندہ
لوگوں کو جمع کرنے کا موقع دیا) وہ مکی فوج کی کمان میں عسکری اہلیت کا فقدان

اور سالار عام ابو سفیان کی شخصی کمزوری تھی جس کے متعلق بعد میں واضح ہوا کہ اسے فوج کی تمام ٹکڑیوں پر مکمل کنٹرول حاصل نہ تھا۔

اور مکی فوج کے قائدین کی نااہلی اور ان کی عسکری مہارت کا فقدان اس وقت واضح ہوا جب اس عظیم فوج کی یونٹیں (جو عام اسلامی فوج کا گھیراؤ کئے ہوئے تھی) محاصرے کو مضبوط کرنے اور اسے مسلمانوں کی گھری ہوئی چھوٹی سی فوج پر لاگو کرنے اور اس کی تباہی یا سپردگی یا کم از کم اس کی پراگندگی کو جاری رکھنے اور از سر نو اس فوج کے اور اس کے سالار نبی کے درمیان رابطہ کے درمیان حائل ہونے میں ناکام ہوگئیں۔

مکی فوج کے لئے اچانک گھیراؤ کا واقعہ ایک سنہری موقع تھا۔ اس کے قائدین نے اس سے اچھی طرح فائدہ نہیں اٹھایا (حالانکہ تمام حالات اور مادی قوتیں ان کی جانب تھیں) گھرے ہوئے مسلمان، ان کا گھیراؤ توڑنے اور اپنی ساری فوج میں سے سو میں سے دس مقتولین کی قیمت پر اپنے آپ کو یقینی ہلاکت سے بچانے میں کامیاب ہوگئے اور فوجی ماہرین (اس وقت تک) ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں کہ کس طرح پانچ سو جانبازوں نے (جن پر حیرت، انتشار اور کمزوری چھائی ہوئی تھی) اس فوج کے قبضہ سے رہائی پائی جس کی تعداد ۰۰۰، ۲ جانبازوں سے کم نہ تھی اور میدان جنگ کی لگام بھی ان کے ہاتھوں میں تھی؟ بلاشبہ یہ جو کچھ بھی ہوا (بلا نزاع) مکی فوج کی کمان کی کمزوری اور اس کی ناواقفیت اور اس کے تفکک پر قطعی دلیل ہے۔

اگر یہ کمان (واقفیت، مہارت، اور تجربہ کاری کے لحاظ سے) فوجی واقعات کی سطح پر ہوتی تو یہ چھوٹی سی اسلامی فوج اس عظیم فوج سے جس نے شکست کے بعد ہر طرف سے اسے گھیر لیا تھا رہائی نہ پا سکتی تھی۔

اس موضوع کے بارے میں (سالار رسولؐ) کے مولف نے بیان کیا ہے کہ

اگر ابوسفیان کی کمان کچھ بھی اہلیت رکھتی تو وہ مسلمانوں کا مکمل گھیراؤ کرنے کرنے کے بعد انہیں تباہ کر دیتی۔

اسی طرح میجر جنرل خطاب نے سالار عام ابوسفیان کی شخصیت کی کمزوری پر استدلال کرتے ہوئے کہا ہے۔

اور میدان کارزار میں اس سالار کی شخصیت نمایاں نہیں ہوئی اور (جیسا کہ معلوم ہوتا ہے) اس کا کنٹرول اس حد تک کمزور تھا کہ مشرکین کی عورتوں نے (اس کی مرضی کے بغیر) مسلمانوں کے شہدا کا مثلہ کیا اور یہ کچھ بھی نہ کر سکا۔

۴۔ مکی فوج کے نزدیک خوف کا عقدہ

اسی طرح معرکے کے پہلے مرحلے میں اسلامی فوج نے مکی فوج کو جو سریع اور حیران کن شکست دی۔ اس کا بھی مسلمانوں کو اس مشکل سے جس میں وہ پڑ گئے تھے، چھٹکارا دلانے میں بڑا اثر تھا۔ اس شرمندہ کرنے والی ہزیمت کا سایہ ابوسفیان کی فوج کے ساتھ رہا۔ حتیٰ کہ مسلمانوں کی شکست تک رہا۔ جس نے اس گھیرے کو جس میں مسلمان شکست کے بعد آ گئے تھے۔ کمزور کرنے میں پارٹ ادا کیا۔ جس سے ان کی رہائی آسان ہو گئی۔

اور یہ ایسے ہوا کہ جب معرکے کے آغاز میں اسلامی فوج نے مشرکین کی فوج کو شکست دی تو اسے خوف لاحق ہو گیا اور اس نے مسلمانوں کے خوف اور رعب سے ان پر سخت حملہ کیا اور انہیں مکمل تباہی اور یقینی ضیاع سے اس شنیع غلطی نے بچایا۔ جس کا ارتکاب مسلمانوں کے تیر اندازوں نے معرکے کے اختتام سے قبل پہاڑ میں اپنی جگہوں کو چھوڑ کر کیا تھا۔

اسی دوران میں کہ مکی فوج کے ہزاروں سپاہیوں کے دل ان کے پہلوؤں میں

(خوف سے) دھڑک رہے تھے اور وہ مدنی فوج کے چند سو سپاہیوں کے آگے شکست کھا کر زمین پر دوڑ رہے تھے کہ اچانک حیران کن حملہ مشرکین کے سرداروں کو اس ہزیمت کے ہتھوڑوں تلے سے کھینچ لایا کہ اگر یہ اچانک حملہ نہ ہوتا تو وہ انھیں تباہ کر دیتی۔

سو (حضرت) خالد کی معروف کارروائی نے مکہ کی شکست خوردہ فوج کو بچا لیا اور وہ میدانِ جنگ کی طرف واپس آگئی۔ وہ واپس تو آئی۔ لیکن اسلامی فوج کی خوف کی اشکال ہمیشہ اس کے سامنے متمثل رہیں۔

اور مسلمانوں کا خوف اور رعب (باوجودیکہ وہ گھیراؤ کی تنگی میں پڑے تھے) مکی فوج کو پیچھے دھکیل رہا تھا اور وہ فوج گھرے ہوئے مسلمانوں کی سختی کے خوف سے جسے انہوں نے معرکے کے پہلے مرحلے میں ان سے ٹکراؤ کے وقت محسوس کیا تھا مسلمانوں سے تعرض نہیں کر رہی تھی۔ پس مکی فوج جنگ کے آغاز میں جس سخت تجربہ سے گذری وہ اسلامی فوج سے خوف اور گھبراہٹ کے عقدہ کا مصدر تھا یہ عقدہ مکی فوج پر مسلط رہا (حتیٰ کہ شکست کے بعد بھی) شرک کے بہت سے سپاہی اسلام کے محصور سپاہیوں سے ٹکراؤ کرنے سے کنارہ کشی کرنے لگے۔ جس کی وجہ سے ان محصورین کو وہ رہائی ملی جس کی قیمت انہوں نے اپنی فوج کے سو جوانوں میں صرف دس جوان ادا کی اور اگر وہ رہائی نہ پاتے تو یہ قیمت اس یقینی فنا کی نسبت جس کے وہ منتظر تھے بہت کم ہے۔

اس لئے کہ (بداہتہً) متوقع تھا کہ یہ عظیم محاصر فوج (جس کی تعداد ۲۷۰۰ جانبازوں سے کم نہ تھی) محصور فوج کو جس کی تعداد پانچسو جانباز تھی تباہ کر دے گی۔ یا اسے تابعداری اختیار کرنے پر مجبور کر دے گی۔

لیکن اس میں سے کچھ بھی نہ ہوا اور (مکی فوج کی جانب سے) اس کا سبب وہ

ڈھیل تھی جس کا مصدر اسلامی فوج سے خوف کا عقدہ تھا۔ وگرنہ عسکری منصف اس چھوٹی سی فوج کے اس عظیم خوفناک فوج سے (جو اس وقت میدانِ کارزار کی سردار تھی) چھٹکارا پانے کی کیا تفسیر کرے گی۔؟

۵۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سلامتی کا یقین

اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی افواہ نے اسلامی فوج کے بازو کی قوت شل کر دی تھی اور اس کے مورال کو تباہ کر دیا تھا۔ بلاشبہ جب سپاہیوں نے آپ کی آواز کو سنا اور آپ کی جگہ کو پہچانا تو اس بات نے دوبارہ ان کا مورال انہیں واپس کر دیا اور ان کے دلوں کو عزیمت اور اقدام سے بھر دیا اور وہ مشرکین کی صفوں کو جو ان کا گھیراؤ کئے ہوئے تھیں (سختی اور شدت سے) مارنے لگے پھر انہوں نے انہیں رسوا کرتے ہوئے ان لوگوں کی قربانی کی پرواہ کئے بغیر جو اس رہائی کی کارروائی کے دوران قتل ہو گئے تھے اپنے محبوب نبی کی طرف اپنا راستہ بنا لیا۔

اور اگر وہ اپنے سالار نبی کی جگہ کو نہ پہچانتے اور آپ کی سلامتی کا یقین نہ کرتے تو ان کی کمزوری میں اضافہ ہو جاتا اور انہیں سخت پریشانی ہوتی اور یہ بات مشرکین کو محصور مسلم فوج کو عذاب دینے میں مدد دیتی اور مسلمانوں کے لئے اپنے پراگندہ لوگوں کو جمع کرنا اور اس سریع اور معروف طریق کے مطابق دوبارہ اپنی تنظیم مشکل ہو جاتی، جس پر چل کر انہوں نے اپنی تنظیم کی اس لئے کہ سالار عام کا اختفار (اس قسم کے نازک حالات میں) عام فوج کے دل پر بہت اثر ڈالتا ہے۔ اور بسا اوقات ان کے سالار عام کا اختفار ان کی تباہی اور خاتمے کا سبب بن جاتا ہے۔

اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عسکری عبقریت اور کمال مہارت اس روز واضح ہوئی جب آپ نے ان فیصلہ کن لمحات میں (اپنی زندگی کو خطرے میں

میں ڈالتے ہوئے) اپنی محصور فوج کے عوام کو بلند آواز سے اپنی جگہ بتانے کے لئے پکارا کہ (میری طرف آؤ میں اللہ کا رسول ہوں) اور اس پیاری آواز کے سننے کا، گھرے ہوئے مسلمانوں کے دلوں پر دشمن کے قبضہ سے رہائی دلانے میں بڑا اثر ہوا۔

۶۔ عقیدہ

مسلمانوں کی نسبت عقیدہ کے متعلق بیان کرنا شاید تحصیل حاصل ہو کیونکہ یہ خوفناک شکست کے بعد، مسلمانوں کے تماسک اور اثبات کا بڑا سبب تھا اور اگر مدنی فوج کے دلوں میں اسلام کا سچا عقیدہ داخل نہ ہوتا تو وہ (خوفناک شکست کے بعد) ثابت قدم نہ رہتی اور اس ثبات کو بہت سے ماہرین جنگ نے موید فتح خیال کیا ہے جسے یثربی فوج نے مکی فوج کے خلاف ریکارڈ کیا۔

کسی نزاع کے بغیر عقیدہ ہی ان تمام فتوحات کا مصدر رہے جنہیں اسلامی فوج نے حاصل کیا اور عربوں اور غیر عربوں نے راہ اسلام میں اور اس کے جھنڈے تلے جن تمام معرکوں میں حصہ لیا ان میں صرف عقیدہ ہی ان کی فتح کا سرچشمہ تھا۔

معرکہ کے بعد مشکلات

بلاشبہ مسلمانوں کا عسکری اور سیاسی مرکز، اس شکست کے نتیجے میں جو مسلمانوں کو معرکہ میں ہوئی، معرکہ احد کے بعد متاثر ہوا۔ پس یثرب اور اس کے ارد گرد کے علاقے کے مسلمانوں کے زیر نگیں ہو جانے کے بعد اور مخالفین اسلام کے (خصوصاً ان میں سے سیاسی لوگ جیسے مدینہ کے یہود اور منافقین) بدر میں مسلمانوں کے فتح پانے کے بعد سے پیچ و تاب کھا رہے تھے۔ لیکن وہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اعلانیہ عداوت کی جرات نہ کرتے تھے اور اب وہ (معرکہ احد کے بعد) اپنے سروں کو بلند کرتے تھے اور اس خیال سے اعلانیہ عداوت کرتے تھے کہ مسلمانوں کی حالت کمزور ہو گئی ہے اور ان کا اقتدار مضمحل ہو گیا ہے اور انہوں نے خیال کیا کہ مدینہ

کے اندر اور باہر ان کے خلاف فساد برپا کرنے اور انہیں مارنے کے موقع سے فائدہ اٹھانا ان کے لئے ممکن ہے۔

اس کا مفہوم یہ ہے کہ معرکہ احد میں مسلمانوں کو جو تکلیف پہنچی اس سے مسلمانوں کے لئے داخلی اور خارجی مشکلات پیدا ہوگئیں۔ جن کا مقابلہ کرنا اور ان کا خاتمہ کرنا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ضروری تھا۔

چار بڑی مشکلات

ان مشکلات کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

(۱) منافقین

ان منافقین نے مسلمانوں کے خلاف، محض احد میں مشرکین کے ساتھ جنگ کی تیاری کرنے پر ہی مشکلات اور پریشانیاں پیدا کرنا شروع کردیں۔ رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی، مشرکین کے ساتھ مقاتلہ کرنے کے لئے نکلنے والے تین سو جانبازوں کے ساتھ پیچھے رہ گیا اور اسلامی فوج جس نازک تر حالات سے گذر رہی تھی۔ اس میں ان کے ساتھ مدینہ واپس آگیا اس منافق نے ان خطرات کے موقع سے فائدہ اٹھایا جو مسلمانوں کو گھیرے ہوئے تھے۔ شاید وہ اس غداری سے ان خطرات کو دگنا کرنے میں مدد دے جن کے دگنا ہونے سے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حکومت کو تباہی تک اور آپ کے اقتدار کو اس یثرب میں خاتمے تک پہنچانا چاہتا تھا۔ جس میں یہ منافق (رسول اللہ صلی اللہ علیہ کے مہاجر بن کر مدینہ آنے سے تھوڑا عرصہ قبل) اس کا بادشاہ بننے کا نمائندہ تھا۔ [1] یہ عبداللہ بن ابی خزرج کے سرداروں

---

[1] سیرت ابن ہشام جلد ۲ صفحہ ۲۹۲ پر جہاں اس نے اس قومی فتنے کا ذکر کیا ہے۔ جس کی آگ کو عبداللہ بن ابی نے غزوہ بنی   میں مہاجرین اور انصار کے درمیان بھڑکانے کی کوشش کی تھی، بیان
(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

میں سے تھا جو ہمیشہ مدینہ میں اکثریت کی نمائندگی کرتے تھے۔

لیکن اس کا ستارہ غروب ہو گیا اور یثرب کے تخت پر اس کے براجمان ہونے کی امیدیں اس وقت ختم ہو گئیں حبیب اللہ اپنے نبی کو مہاجر بنا کر اس کی طرف لایا اور جب اوس اور خزرج کے قبیلوں نے اسلام میں داخل ہونے اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد جمع ہونے میں ایک دوسرے سے سبقت کی تو آپ کی عظیم اور محبوب شخصیت کے سامنے اس منافق کی شخصیت مضمحل ہو گئی جو مدینہ کے تخت پر چڑھنے کے قریب تھا اور یہی وہ راز ہے جو اس بڑے منافق کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عظیم بغض رکھنے اور آپ سے تباہ کن کینہ رکھنے پر مجبور کرتا تھا (وہ اظہار اسلام کے باوجود) حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی دعوت پر گردشوں کا منتظر رہتا تھا اور اسلام کے اقتدار اور اس کی رسالت کی تباہی کے لئے موقع کا منتظر رہتا تھا۔

گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسید بن حضیر (خزرج کے ایک زعیم) سے فرمایا۔ کیا آپ کو اس بات کی خبر پہنچی ہے جو آپ کے دوست نے کہی ہے؟ آپ نے کہا یا رسول اللہ کون سا دوست؟ آپ نے فرمایا عبداللہ بن ابی، آپ نے پوچھا اس نے کیا کہا ہے؟ آپ نے فرمایا۔ اس کا خیال ہے کہ اگر وہ مدینہ واپس گیا تو سب سے عزت دار آدمی سب سے ذلیل آدمی کو اس سے ضرور نکال باہر کرے گا۔ آپ نے کہا۔ یا رسول اللہ قسم بخدا آپ جب چاہیں اسے مدینے سے نکال دیں گے۔ خدا کی قسم وہی ذلیل ہے اور آپ عزت دار ہیں۔ پھر کہنے لگے اس سے نرمی کیجئے خدا کی قسم اللہ آپ کو ہمارے پاس لایا۔ اور اس کی قوم کے لوگ اس کی تاج پوشی کے لئے اس کے واسطے جواہر پرو رہے تھے اس کا خیال ہے کہ آپ نے اس کی بادشاہت چھین لی ہے۔

اور مدینہ سے اسلامی افواج کے احد کی طرف مارچ کرنے کے دوران عبداللہ بن ابی کے اپنی مطیع منافق پارٹی کے ساتھ واپس آنے پر نفاق کا معرکہ (حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کھلے طور پر) شروع ہو گیا۔ استاد محمد الغزالی کا بیان ہے کہ

> عبداللہ بن ابی اور اس کی پارٹی کی یہ کارروائی اسلام کے مستقبل کو حقیر جاننے اور ان نازک ترین حالات میں غداری کرنے کے مترادف ہے اور یہ نفاق کی نمایاں خصوصیت ہے[1]

مدینہ میں نفاق کا جوش

یہ بات نوٹ کرنے کے قابل ہے کہ ان منافقین نے (مسلمانوں کے خاتمے کی آرزو کے باوجود اور مکی فوج کی موجودگی کا موقع ملنے کے باوجود) مسلمانوں کے خلاف کوئی فوجی کارروائی نہیں کی۔ حالانکہ وہ احد میں مشرکین کو قتل کر رہے تھے،

بلاشبہ نفاق کے قائدین نے (مدینہ میں) حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف (معرکہ احد میں) مکی فوج کے ساتھ منضم ہو جانے کے بارے میں سوچا لیکن معلوم ہوتا ہے کہ جس بات نے انہیں اس بات سے روکا وہ ان کا یہ خوف تھا کہ مشرکین کو شکست ہو گی یا مکی فوج مسلمانوں کا خاتمہ کرنے میں ناکام ہو جائیگی (جیسا کہ عملاً معرکہ احد میں ہوا) اور ان پر (یعنی منافقین پر) تباہ کن عذاب نازل ہو گا۔

اس لئے ان کے دل مشرکین کے ساتھ رہے اور ان کی تلواریں، معرکہ کے آخری نتیجے کے انتظار میں غیر جانبدار رہیں۔

---

[1] فقہ السیرۃ ص ۲۰۰

علاوہ ازیں ان منافقین نے معرکہ اُحد میں مسلمانوں پر نازل ہونے والی مصیبت کے موقع سے فائدہ اٹھایا اور وہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی عداوت کا اعلانیہ اظہار کرنے لگے اور اسلام اور مسلمانوں سے کھلم کھلا مذاق کرنے لگے، حالانکہ معرکہ احد سے قبل وہ ان میں سے کسی بات کو اعلانیہ کرنے کی جرائت نہ کرتے تھے۔

جس دن کی شام کو معرکہ ختم ہوا، منافقین حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی دعوت کے خلاف' زہریلے پروپیگنڈہ حملوں کو منظم کرنے لگے اور لوگوں کو اسلام اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے بارے میں شک میں ڈالنے لگے اور مشہور کرنے لگے کہ آپ (فی الواقعہ) نبی نہیں ہیں آپ صرف بادشاہت کے طالب ہیں، اسی طرح وہ مسلمانوں کے درمیان تفرقہ کا زہر پھیلانے لگے اور لوگوں کو اس وہم میں ڈالنے لگے کہ مسلمان (معرکہ احد کے بعد) کمزور ہو چکے ہیں۔ اور ان کا اقتدار ختم ہونے کو ہے۔

ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں بیان کیا ہے کہ

"منافقین (مسلمانوں کے رونے کے وقت) تدبیروں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مسلمانوں کو علیحدہ کرنے اور انہیں غمگین کرنے میں مصروف ہو گئے اور یہود کا کھوٹ ظاہر ہو گیا اور مدینہ نفاق کے جوش سے ہنڈیا کی طرح ابلنے لگا اور یہود کہنے لگے اگر آپ نبی ہوتے تو وہ آپ پر غلبہ نہ پاتے اور نہ آپ کو تکلیف پہنچتی بلکہ آپ بادشاہت کے طالب ہیں کبھی آپ کو غلبہ ہوگا اور کبھی آپ مغلوب ہوں گے اور منافقین نے مسلمانوں سے کہا اگر تم ہماری بات مانتے تو جو لوگ تم میں سے مرے ہیں وہ نہ مرتے۔

بلاشبہ یہود اور منافقین کا یہ پروپیگنڈہ حملہ اس عسکری کارروائی کا مقدمہ ہے جسے انہوں نے مسلمانوں کے خلاف احد میں جرح وقتل کی مصیبت کے موقع

سے فائدہ اٹھاتے ہوئے قائم کرنے کا عزم کیا۔

لیکن حمراء الاسد کے تیز رفتار دستہ کی کامیابی نے جسے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے) مکی فوج کے تعاقب کے لئے تیار کیا تھا ان مخالفوں پر ثابت کر دیا کہ احد میں پہنچنے والی مصیبت کے مقابلے میں مسلمانوں کے سر جھکنے اور ان کے عزائم، متزلزل ہونے کی نسبت زیادہ قوی اور ثابت ہیں، اس لئے ان دشمنوں نے اپنی حد سے گذرنے والی باتوں کو کم کر دیا جو وہ مسلمانوں کی دشمنی میں اعلانیہ کر رہے تھے اور (خاص طور پر منافقین) بظاہر اسلام اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ باوجود اندرونی بغض اور تدبیروں کے اخلاص کا اظہار کرنے لگے۔

مسجد میں رئیس المنافقین کی اہانت

حمراء الاسد کے حملے سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی (فاتحانہ) واپسی کے بعد، رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی بظاہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید کرنے اور آپ کے گرد جمع ہونے کی دعوت دینے کے لئے مسجد میں کھڑا ہوا تو مسلمانوں نے اس کے پاس جا کر خاموش کرانے کے بعد اسے اس کی جگہ سے گھسیٹ لیا اور انہوں نے اسے کہا کہ اس سے مسلمانوں کے خلاف جو بڑے اقوال و اعمال سرزد ہو چکے ہیں ان کے بعد جو بات بھی وہ کرتا ہے اس میں وہ بہت جھوٹا ہے کجا یہ کہ کوئی اس کی تصدیق کرے۔

اور عبداللہ بن ابی کو ہر جمعہ میں اپنی قوم میں شرف کا ایک ناقابل انکار مقام حاصل تھا اور وہ ان کا سردار تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے روز لوگوں کو خطبہ دینے بیٹھے تو ابن ابی نے کھڑے ہو کر کہا۔

"اے لوگو! یہ تمہارے درمیان اللہ کے رسول ہیں، اللہ نے آپ

لوگوں کو ان کے ذریعے معزز و مکرم کیا ہے پس آپ کی مدد کرو اور آپ کی سمع و اطاعت کرو، پھر وہ بیٹھنے لگا حتیٰ کہ اس نے احد کے روز جو کرنا تھا کیا اور لوگوں کے ساتھ واپس آگیا اور وہ جو کہا کرتا تھا وہ کرنے لگا۔ پس مسلمانوں نے اس کے کپڑوں کے دامنوں کو پکڑ لیا اور کہنے لگے اے دشمن خدا بیٹھ جا تو اس کا اہل نہیں ہے اور تو نے جو کرنا تھا کیا ہے تو دشمن خدا لوگوں کی گردنوں کو پھاندتا ہوا باہر نکل گیا اور وہ کہہ رہا تھا قسم بخدا میں نے تو ایک عظیم بات کہی ہے اور میں آپ کے امر کو مضبوط کرنے کے لئے کھڑا ہوا تھا۔ پس ایک انصاری مسجد کے دروازے پر اسے ملا اور کہنے لگا تجھے کیا ہوا ہے؟ تو ہلاک ہو جائے۔ اس نے کہا میں تو آپ کے امر کو مضبوط کرنے کے لئے کھڑا ہوا تھا کہ آپ کے اصحاب میں سے کچھ جوانوں نے مجھ پر حملہ کر دیا اور وہ مجھے کھینچنے لگے اور مجھے زجر و توبیخ کرنے لگے، میں نے تو بڑی بات کہی ہے کہ میں آپ کے امر کو مضبوط کرنے کے لئے کھڑا ہوا تھا.... اس نے کہا تو ہلاک ہو جائے واپس چلا جا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تیرے لئے دعا کریں گے اس نے کہا قسم بخدا میں نہیں چاہتا کہ آپ میرے لئے دعا کریں [1]

اور منافقین کے تظاہر کے واقعہ اور احد میں مسلمانوں کو پہنچنے والی مصیبت پر اپنی خوشی کے اعلان کے بعد، مسلمان ان سے بہت محتاط ہو گئے اور ان کی بیداری

---

[1] سیرت ابن ہشام جلد ۲ ص ۱۰۵۔

میں اضافہ ہوگیا۔

ب۔ یہود

اب رہے یہود تو وہ معرکہ احد میں مسلمانوں کو پہنچنے والی مصیبت پر بہت خوشی کا اظہار کرنے والے تھے بلکہ احد کے واقعے نے یہود کو مسلمانوں پر مزید جرأت دلادی اور وہ (اس معاہدے کے علی الرغم جو ان کے اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان طے ہوا تھا) خفیہ اور اعلانیہ طور پر مسلمانوں کے متعلق تدبیریں کرنے لگے اور ان کے خلاف دھڑے بندی کرنے لگے اور ان کے متعلق گردشوں کا انتظار کرنے لگے اور اس خیال سے مسلمانوں پر ٹوٹ پڑنے کی تیاری کرنے لگے کہ وہ (احد کی مصیبت کے بعد) کمزور ہو گئے ہیں اور ان کو مارنا آسان ہے اور وہ ان سے کعب بن اشرف اور بنی قینقاع کے بدلے لینے لگے [1]

اور یہود کی اولین دشمنانہ کارروائی، حضرت نبی کریم کو قتل کرنے کی کوشش کرنا تھی۔ اس سازش کے متعلق بنی نضیر نے اس وقت غور و فکر کیا۔ جب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، بنی عامر کے دو آدمیوں کی دیت کے دینے کے متعلق ان سے مدد مانگنے گئے جو مسلمانوں پر لازم تھی۔ جسے ہم غزوۂ خندق اور بنی قریظہ کے بارے میں اولین گفتگو کے وقت مفصل بیان کریں گے۔ اور وہ اس کتاب کے بعد دوسری کتاب ہو گی۔ انشاءاللہ

اور یہ واضح ہوگیا کہ یہود مدینہ کے اندر مسلمانوں کو سخت اور اچانک صحیح ضرب لگانے کے بارے میں تیاری کر رہے تھے جس نے بنی نضیر کے یہود کو جلاوطنی

---

[1] اس کتاب کے شروع میں کعب بن اشرف یہودی کے قتل اور بنی قینقاع کی جلاوطنی کا واقعہ ملاحظہ کیجیے۔

تک پہنچا دیا۔

ج۔ اعراب

اب رہے وہ بدو، جو مدینہ سے زیادہ دور نہ تھے۔ وہ احد میں مسلمانوں کو پہنچنے والی مصیبت کے بعد ان پر زیادہ جرأت کرنے لگے اور ان کی قوت و اقتدار کا استخفاف کرنے لگے۔

ان بدوؤں نے (جو قوت کے سوا کسی چیز کا احترام نہ کرتے تھے) خیال کیا کہ معرکہ احد میں مسلمانوں کو جو تکلیف پہنچی ہے وہ ان کے قتل اور سلب ونہب کی آسانی کی کفیل ہے۔ پس وہ اس خیال سے مدینہ پر غارت گری کرنے اور اس میں مسلمانوں کے مارنے کے متعلق سوچنے لگے کہ (معرکہ احد میں مسلمانوں کو پہنچنے والی مصیبت کے بعد) جو کچھ اس میں ہوگا وہ ان کے لئے غنیمت باردہ ہوگا[1]

پس متعدد قبائل نے مدینہ پر غارت گری کرنے اور اس میں مسلمانوں کے اقتدار کو ختم کرنے کے لئے اکٹھا کرنے میں جلدی کی اور بنو اسد[2] (جو نجد کے طاقتور قبائل میں سے ہیں)، نے قبائل میں سے سب سے پہلے (معرکہ احد کے فوراً بعد) مدینہ پر غارت گری کرنے کے لئے مارچ کیا۔

اسی طرح قبائل عذیل نے بھی خالد بن سفیان کی کمان میں مارچ کیا اور اسی طرح قبائل غطفان میں سے بنو ثعلبہ اور بنو محارب نے اس نازک وقت

---

[1] غنیمت باردہ اس مال غنیمت کو کہتے ہیں جو لڑائی اور محنت کے بغیر مل جائے۔ مترجم

[2] بنو اسد بن ربیعہ بن نزار بن معد بن عدنان اور قبیلہ غنوہ بن اسد اور حدیلہ بن اسد بھی ان میں سے ہے۔

[3] اس قبیلے کے حالات ہماری کتاب غزوہ بدر میں بیان ہو چکے ہیں۔

میں مدینہ سے جنگ کرنے کے لئے اکٹھا کیا۔

د۔ قریش

اب رہے قریش تو وہ احد کے نتائج سے خوشی سے اڑنے لگے حالانکہ اس کے نتائج ان کے مفاد میں نہ تھے اور اس میں ان کی فتح ایک سرسری سی فتح تھی۔ جب کہ اس کے نتائج حقیقت میں ان کی ناکامی تھے) یعنی ان کی فتح فقط ظاہری تھی جب کہ حقیقت میں وہ ان کی ناکامی تھی)

اس کے باوجود قریش نے (اپنے پروپیگنڈہ اور نشریاتی وسائل سے) عربوں کے درمیان اس نام کی فتح کے مفہوم کو بڑا سمجھا اور وہ مسلمانوں اور ان کے اقتدار کے خلاف پروپیگنڈہ جنگ کرنے لگے پس جزیرے کے ان باشندوں کے دلوں میں ان کی شان کم ہوگئی۔ جن کے دل مسلمانوں کی ہیبت سے بھرے ہوئے تھے جیسا کہ بدر کے فیصلہ کن معرکے کے نتیجہ میں ہوا جس میں اسلامی فوج نے مکہ کی مشرک فوج کو مکمل طور پر تباہ کر دیا جس سے تمام جزیرہ ششدر رہ گیا۔

اور قریش نے معرکہ احد کے بعد (مسلمانوں کے خلاف) اپنے جنگی پروپیگنڈہ میں وسعت کر دی اور ان کے شعراء کے قصائد مشہور ہو گئے (اس زمانے میں شعر اطلاعات کا اہم وسیلہ تھے) اور وہ اس فتح کو جو معرکہ احد میں انہیں حاصل ہوئی تھی بڑھا چڑھا کر بیان کرنے لگے اور مسلمانوں کو ڈرانے دھمکانے لگے اور ان کی عسکری قیمت کو گرانے لگے۔ جس کا یہ اثر ہوا کہ عرب کے قبائل مسلمانوں کو بہت ہیچ سمجھنے لگے اور مدینہ میں انہیں ضرب لگانے کی تیاری کرنے لگے۔

مدینہ سے از سر نو جنگ کرنے کیلئے قریش کی تیاری

علاوہ ازیں قریش (تہ دل سے)

یقین رکھتے تھے کہ احد میں ان کی فتح، حقیقی فتح نہ تھی کیونکہ اس نے نہ مسلمانوں کی شوکت کو توڑا تھا اور نہ ان کے اقتدار کو ختم کیا تھا۔ جیسا کہ قریش کے اس حملے کا مقصد تھا جو اس نے احد میں کیا تھا۔

اس لئے کہ قریش (اُحد سے واپسی پر) مسلمانوں کے خاتمہ کے لئے (مدینہ کے اندر) ان پر زیادہ وسیع و عمیق ضرب لگانے کی تیاری کرنے لگے۔ اور قریش کے قائدین نے اپنے اور جزیرہ عرب کے طاقتور ترین قبائل کے درمیان مدینہ سے جنگ کرنے اور بالآخر مسلمانوں کو تباہ کرنے کے لئے فوجی اتحاد کرنے کے لئے زبردست کوششیں کیں اور قریش کے زعما اپنی مساعی میں کامیاب ہو گئے اور یہ فوجی اتحاد قریش اور عرب کے طاقتور ترین قبائل (خصوصاً قبائل نجد) کے درمیان مکمل ہو گیا۔

اور یہ عظیم فوجی اتحاد (ابوسفیان بن حرب کی کمان میں) دس ہزار جانبازوں کے ساتھ مسلمانوں کو تباہ کرنے کے لئے مدینہ کی طرف بڑھا اور یہ غزوۂ خندق یا غزوۂ احزاب میں ہوا۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے موقف کا کیسے سامنا کیا ؟

اس طرح مسلمانوں نے (اُحد کی مصیبت کے بعد) اپنے آپ کو داخلی اور خارجی مشکلات کے سلسلے کے وسط میں پایا اور مسلمانوں نے (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت سے) مدینہ کو اپنے جدید نظام کا مضبوط صدر مقام اور اپنی نوخیز دعوت کا راستہ بنا لیا۔ لیکن احد میں ان کی (فوجی) شکست نے اس صدر مقام کو داخلی اور خارجی طور پر خطرات سے گھرا ہوا بنا دیا اور بدوؤں نے مدینہ پر غارت گری کرنے کا ارادہ کر کے ان پر جرأت کی اور منافقین اور یہود (مدینہ کے اندر) مسلمانوں کو پریشان کرنے کا مصدر بن گئے اور مسلمانوں کو ان کے صحن کے

وسط میں قاتلانہ ضرب لگانے کے لئے تیاری کرنے لگے۔

اس طرح معرکہ احد کے بعد۔ اس مصیبت کے نتیجہ میں جو مسلمانوں کو اس غزوہ میں پہنچی۔ مصائب نے ازسر نو مسلمانوں کے خلاف باہم عہد و پیمان کرلیا۔ مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم (ان زبردست مشکلات کے سامنے) ناامیدی کا شکار نہیں ہوئے اور معرکہ احد میں آپ کی فوج کو جو مصیبت پہنچی اس کے بوجھ نے اس کے بازو کو کمزور نہیں کیا۔ بلکہ اس نے (حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رہنمائی اور سالار کی تجربہ کاری اور شجاع کی بیدار مغزی کے ساتھ) سریع اور فیصلہ کن فوجی کارروائیاں کرنے میں جلدی کی جو انتہائی کامیاب تھیں جن سے اس نے نظام کو دوبارہ قائم کیا اور مسلمانوں کی ہیبت کو واپس لائی اور اپنے عظیم صدر مقام (مدینہ) کو امن دیا۔

اور مدینہ پر حملہ کرنے کے لئے تیار بدوؤں کی تادیب اور ان کے گھروں میں انہیں ضرب لگانے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سرعت سے کام لیا اور ان کی طرف تیز فوجی دستے بھیجے۔ جنہوں نے مدینہ کی طرف مارچ کرنے سے قبل ان کے گھروں میں ان پر حملہ کر دیا اور ان کی جمعیت کو پریشان کر دیا اور ان کی شوکت کو توڑ دیا اور ان کے دلوں کو خوف اور رعب سے بھر دیا۔

اور جن یہودیوں نے (معرکہ احد کے بعد) پریشانیاں پیدا کرنے اور مسلمانوں کے خلاف سازشوں کے خاکے تیار کرنے میں جلدی کی۔ آپ نے ان سے آگاہی حاصل کی اور مدینہ کو ان کے گند سے پاک کر دیا۔ اس طرح پر کہ آپ نے ان کو مدینہ سے جلاوطن کرنے میں سرعت سے کام لیا اور یہ بنونضیر[1] کے یہود تھے جنہیں رسول کریم

---

[1] بنونضیر، بنوقریظہ اور بنو قینقاع سب یثرب کے یہودی ہیں اور یہ لاوی بن یعقوب
(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

صلی اللہ علیہ وسلم بیس راتوں کے محاصرہ کے بعد یثرب سے جلاوطن کردیا۔ ہم اسے اگلی کتاب میں مفصل بیان کریں گے۔ انشاء اللہ

اور منافقین، ان فیصلہ کن کارروائیوں کے بعد، جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حمراء الاسد کے حملے میں بدوؤں، یہود اور قریش کے خلاف کیں۔ اپنی عادت کے مطابق سکون اور شرمندگی کی طرف لوٹ آئے اور اسلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے اظہار کے باوجود دل میں پیچ وتاب کھاتے رہے۔ اس کے باوصف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کوئی ایذا نہیں دی۔ کیونکہ بظاہر وہ مسلمان تھے۔ مگر مسلمان، بیدار مغزی اور احتیاط کے ساتھ ان کی نگرانی کرنے لگے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود، بدوؤں اور منافقین کے خلاف جو سریع اور فیصلہ کن کارروائیاں کیں ان سے مسلمانوں کی ہیبت واپس آگئی اور مدینہ اور اس کے نواح میں انہیں دوبارہ مکمل کنٹرول حاصل ہوگیا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان بڑی مشکلات پر قابو پالیا جن کا معرکہ اُحد کے بعد مسلمانوں نے سامنا کیا تھا۔

(بقیہ حاشیہ) کی اولاد سے ہیں پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بھائی حضرت ہارون بن عمران کی ذریت میں سے ہیں۔ اس لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ام المومنین حضرت صفیہ بنت حیی بن اخطب سے (جو یہودی اصل سے تھیں) فرمایا آپؐ نے اس کے خاوند کے قتل ہونے کے بعد اور وہ معرکہ خیبر میں یہود کے زعما میں سے تھا) اس سے نکاح کیا۔ جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس سے کوئی بات کی اور اس کا ذکر اس نے آپ سے کیا تو آپ نے اسے فرمایا۔ ارے تو کہتی تم مجھ سے کیسے بہتر ہو جب کہ میرا خاوند محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور میرا باپ حضرت ہارون اور میرا چچا حضرت موسیٰ ہے۔

اور مسلمان دکسی جھگڑا کرنے والے کے بغیر) منطقہ یثرب کے میدان کے سردار بن گئے یہاں تک کہ احزاب نے مدینہ پر اپنا بڑا حملہ کیا جس میں طاقتور ترین عدنانی قبائل نے شمولیت کی جو انجام کار زبردست ناکامی کے ساتھ لوٹے جیسا کہ ہم عنقریب غزوۂ خندق اور غزوہ بنی قریظہ میں مفصل بیان کریں گے انشاءاللہ

وصلی اللہ وسلم وبارك علی نبیہ محمد وآلہ
الطیبین واصحابہ الا المیامین ومن تبعھم
باحسان الی یوم الدین

ضمیمہ اور استدراک

اس کتاب کا پہلا ایڈیشن شائع کر چکنے کے بعد مجھے عزیز دوست مجاہد ڈاکٹر محمد حمیداللہ استاد اسلامی تعلیمات سربون یونیورسٹی فرانس کا خط ملا جس میں آپ نے مجھے اس طرف توجہ دلائی کہ میں نے اس اساس پر میدان کارزار کا نقشہ بنانے میں کہ معرکہ جبل الرماۃ کی شرقی جانب ہوا تھا اور مکی فوج نے وہاں پڑاؤ کیا تھا۔ غلطی کی ہے۔

اور آپ نے مجھے اس طرف توجہ دلائی کہ تمام تاریخی مصادر وضاحت سے یہ یقین دلاتے ہیں کہ مکی فوج اپنے سفر میں وادی العقیق میں چلی جو مدینہ کے غرب میں واقع ہے اس لحاظ سے ضروری ہے کہ معرکہ جبل الرماۃ کے مغرب میں ہوا ہو نہ کہ اس کے مشرق میں۔ جیسا کہ اس نقشے میں ہے جسے میں نے کتاب کے آخر میں بنایا ہے۔

اور اسی طرح عظیم استاد عبدالقدوس انصاری نے ازراہ کرم اس طرف

توجہ دلائی کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب درّے کی جانب گئے تو آپ نے مشرکین کی فوج کو اپنی بائیں جانب مغرب میں چھوڑا۔

اور یہ بات مجلہ المنہل جلد ۲ صفر ۱۳۸۴ھ میں شائع ہوئی اور اس کا مطلب یہ ہے کہ استاد انصاری اپنے تبصرے میں ڈاکٹر حمید اللہ کے ساتھ متفق ہیں۔

اسی طرح مہربان استاد ابراہیم بن علی العیاشی نے کرم فرمایا اور مجلہ المنہل المجلد ۲۵ رجمادی الاولی ۱۳۸۴ھ میں نقد و تحلیل کے عنوان کے تحت تبصرہ شائع کرایا اور اس سلسلے میں ڈاکٹر حمید اللہ اور استاد انصاری سے اتفاق کیا۔

اور حقیقت یہ ہے کہ میں اس رائے کی طرف میلان رکھتا تھا اور شروع شروع میں، میں نے میدان کارزار کا نقشہ اسی اساس پر تیار کیا کہ قریش کا پڑاؤ جبل الرماۃ کے مغرب میں تھا اور جنگ بھی وہیں ہوئی تھی اور یہ رائے تاریخ کی کتب میں محض معرکہ کی تفاصیل اور اس کے مقدمات کے مطالعے کی بنیاد پر تھی۔

لیکن جب میں رخاص طور پر معرکہ کے مقامات کی تلاش میں مدینہ گیا اور منطقہ کے مطالعہ کے لئے تیار ہوا تو میں جبل اُحد پر چڑھ گیا اور وادی کی اطراف میں گھوما اور جبل الرماۃ پر بھی چڑھا تو میں نے پہلی رائے سے رجوع کر لیا اور میں نے معرکہ کے نقشہ کو بدل دیا اور اسے اس اساس پر تیار کیا کہ وہ جبل الرماۃ کے شرق میں رہا تھا اور گھمسان کے رن کے وقت مکی فوج کا پڑاؤ اس پہاڑ کی شرقی جانب تھا اور معرکہ کے مقامات کی تلاش کے وقت میرے ساتھ ایک معزز دوست بھی تھے جو مدینہ کے رہنے والے تھے اور اس منطقہ کی تاریخ سے واقفیت رکھتے تھے۔ آپ نے مجھے ثابت کر دیا کہ معرکہ جبل الرماۃ کی شرقی جانب ہوا تھا اور

آپ نے اپنی رائے کو ایسے دلائل سے مضبوط کیا کہ (اس روز) میں نے انہیں فوجی حکمت عملی کی رُو سے معتبر خیال کیا اور یہ پہلی رائے سے پہلی تبدیلی تھی۔

اور جن باتوں نے ـــــ فوجی حکمت عملی کی رو سے ـــــ مجھے اس بات کی طرف مائل کیا کہ معرکہ جبل الرماۃ کی شرقی جانب ہوا تھا وہ یہ ہیں۔

۱۔ جو جگہ آج کل جبل الرماۃ کے مشرق میں واقع ہے وہ (مکہ کی عظیم فوج کی نسبت سے) اس جگہ کے مقابل جو اس کے مغرب میں واقع ہے جنگ کے زیادہ مناسب ہے اس لئے کہ جو جگہ پہاڑ کے مشرق میں واقع ہے وہ وسیع ہے اور اس کی زمین سخت ہے اور اس میں کوئی اہم طبعی رکاوٹ نہیں اور جو جگہ پہاڑ کے مغرب میں واقع ہے وہ نرم ہے اور اس میں بہت سی طبعی رکاوٹیں ہیں اس بات کی وجہ سے قریش نے اپنے پڑاؤ کو اس جگہ پر منتقل کرنے کو ترجیح دی جو پہاڑ کے مشرق میں واقع ہے۔

۲۔ جبل الرماۃ جہاں اسلام کے محافظ تیر انداز ٹھہرے ہوئے تھے کے درمیان اور جبل احد کی شمال مشرقی ترائیوں کے درمیان بہت دور کی مسافت پائی جاتی ہے۔ جہاں سے محافظوں کے تیر اس کی مکمل نگہبانی نہ کر سکتے تھے۔ جس سے مشرکین کے سواروں کا آزادی کے ساتھ، بغیر اس کے کہ محافظوں کے تیر انہیں گزند پہنچائیں مسلمانوں کے پچھلے حصے کو مارنے کے لئے درے کے اندر داخل ہونا آسان ہو جاتا ہے۔ پس اسلامی کمان مجبور ہو گئی کہ وہ شمال مغرب کی طرف سے اپنی پشت کو جبل احد کے ذریعے بچائے اور وادی قناۃ کی تنگنائی کو جو جبل احد اور جبل الرماۃ

کے درمیان واقع ہے ان محافظوں کی نگہبانی میں رکھے جو جبل الرماۃ
میں سواروں کے ہر اس حملے کو روکنے کے لئے ٹھہرے ہوئے تھے
جو (فریقین کی جنگ کے وقت) اسلامی فوج کے پچھلے حصّے کو
ضرب لگانے کے لئے مغرب کی طرف سے اس تنگنائی سے کرتے جس
کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

یہ وہ اسباب ہیں جن کی وجہ سے میں اس بات کو ترجیح دیتا ہوں کہ (شروع میں) معرکہ جبل الرماۃ کی شرقی جانب ہوا تھا اور یہ محض ترجیحات ہیں جن کی کوئی سند نہیں، صرف معرکہ کے مقامات کے متعلق ایک عام نظریہ ہے۔

اب رہے تاریخی مصادر تو ان میں کوئی ایسی دقیق تحدید بیان نہیں ہوئی کہ معرکہ جبل الرماۃ کی مشرقی جانب ہوا تھا۔ ہاں مورخین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ وہ جبل الرماۃ کے ارد گرد اور جبل اُحد کے قریب ہوا تھا اور یہ کوئی مستبعد نہیں کہ جنگ کا دائرہ وسیع ہو گیا ہو اور وہ جبل الرماۃ کی شرقی جانب پر بھی حاوی ہو گیا ہو۔

میں نے بالعموم (مجھے ایک محقق کی طرح قاری تک تاریخی حقائق کو ہو بہو پہنچانا بہت بے چین رکھتا ہے) ڈاکٹر محمد حمید اللہ کا خط وصول کرنے اور دونوں کریم اساتذہ (الانصاری اور العیاشی) کے تبصرے کے بعد بار بار نظر دوڑائی اور از سر نو معرکہ کے مقامات کا مطالعہ کیا اور تاریخی مصادر کو گہری نظر سے دیکھا تو مجھ پر واضح ہو گیا کہ جس بات کی طرف ان محقق فاضل بھائیوں نے اشارہ کیا ہے۔ وہ درست ہے خصوصًا میں نے طبقات ابن سعد الکبریٰ جلد ۲ صہ ۳۹ پر دیکھا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُحد کو اپنی پشت کے پیچھے رکھا اور (مدینہ کی طرف منہ کیا اور (جبل الرماۃ کو (جو وادی قناۃ کے نشیب میں ہے) کو اپنی بائیں جانب رکھ

اوراس کا یقینی مفہوم یہ ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے درے کے غربی جانب اپنے سپاہیوں کی صف بندی کی اور اپنی فوج کی پشت کو جبل احد کی طرف رکھا اوراس کے سینے کو مکہ کے پڑاؤ کی جانب رکھا جو جبل الرماۃ کے مغرب میں تھا یں آپ کی فوج کا پچھلا حصہ جبل احد کی چوٹیوں سے اوراس کا میمنہ اس کی ترائیوں سے محفوظ ہوگیا اوراس کا میسرہ، جبل الرماۃ کے ان محافظوں سے محفوظ تھا جو اپنے ٹھہرنے سے اس اہم تنگنائی کی نگہبانی کر رہے تھے جو جبل الرماۃ اورجبل احد کے درمیان ہے ۔جب اسلامی فوج نے شرک کی فوج کو شکست دی اور وہ اس کی شکست کا پیچھا کرتی گئی تو یہ تنگنائی مکمل طور پر اسلامی فوج کی پشت کے پیچھے تھی اور (حضرت) خالد بن ولید نے اپنے سواروں کے ساتھ پیچھے سے اس کے راستے سے اکثر تیر اندازوں کے پہاڑ سے ہٹ جانے اوراس اہم تنگنائی کے بے حفاظت چھوڑ دینے کے بعد مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔

اور میں اس حقیقت کا اقرار کرتا ہوں اوراس صحیح رائے کی طرف رجوع کرتا ہوں جس کا اظہار محقق فاضل بھائیوں (ڈاکٹر حمید اللہ، استاد الانصاری اور العیاشی) نے کیا ہے اور میں ان معزز بھائیوں کا خلوص دل سے شکر گذار ہوں اور ان کا قدر دان ہوں اور اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ ہم سب کو اس بات کی توفیق ارزاں فرمائے جس میں اسلام اور مسلمانوں کا بھلا ہو اور وہ ہم سب کی صحیح راستے کی طرف راہنمائی کرے۔

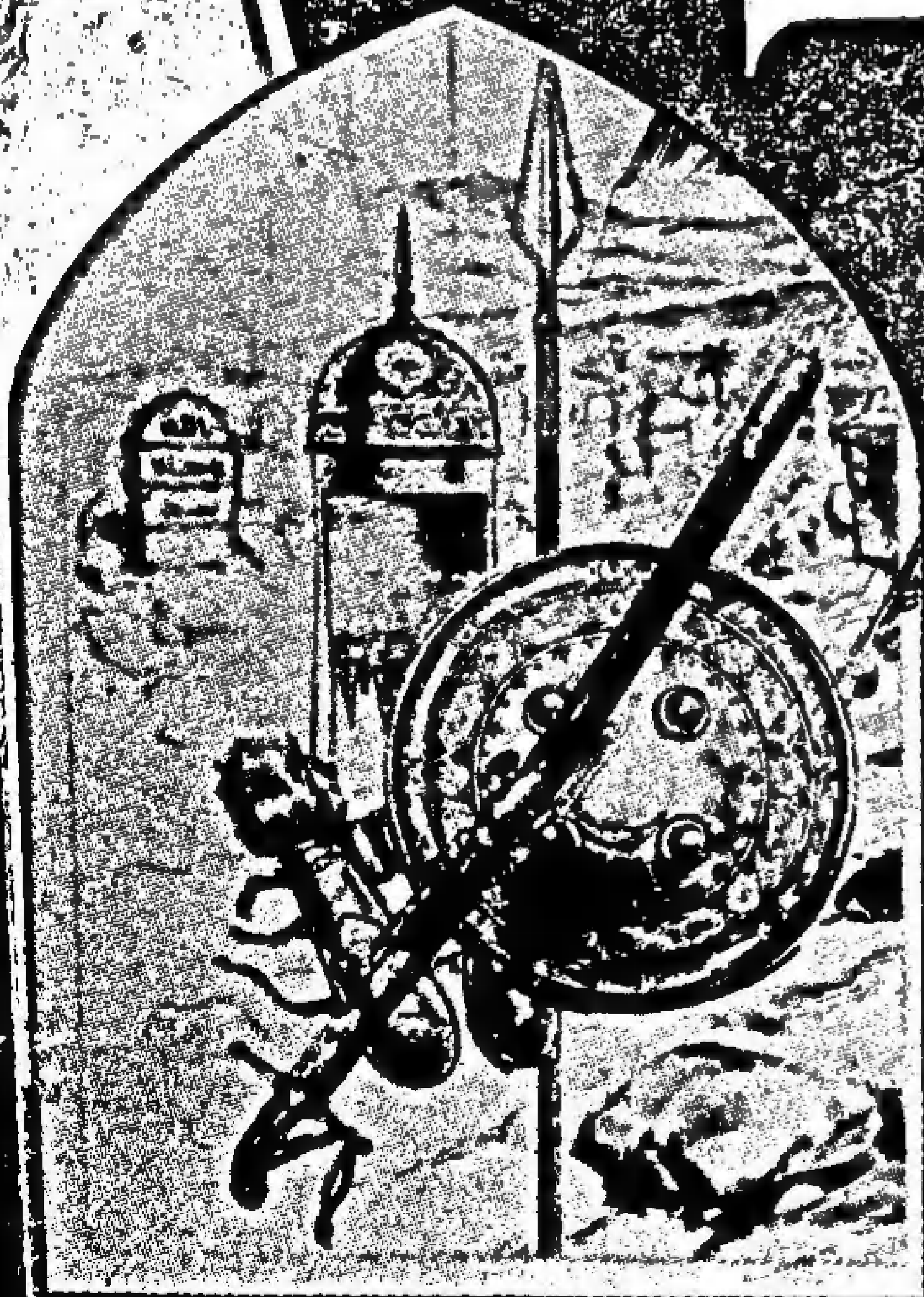
ختم شد

اس کتاب کے ماخذ

کتاب کا نام	مؤلف کا نام	کتاب کا نام	مولف کا نام
قرآن کریم		جوامع السیرۃ	علی بن حزم
صحیح بخاری		آثار المدینۃ	عبدالقدوس الانصاری
الادب المفرد	امام بخاری	وفاء الوفاء	علی بن احمد السمہودی
زاد المعاد	ابن القیم	دائرۃ المعارف	محمد فرید وجدی
سیرت ابن ہشام	محمد بن اسحاق	معجم قبائل العرب	عمر رضا کحالۃ
الرسول القائد	میجر محمود شیت خطاب	معجم النساء	عمر رضا کحالۃ
فی ظلال القرآن	سید قطب	الاعلام	خیر الدین الزرکلی
تفسیر امام محمد عبدہ	سید محمد رشید رضا	الاصابۃ	احمد بن حجر العسقلانی
حیاۃ محمدؐ و رسالتہ	مولانا محمد علی	الاستیعاب	ابن عبدالبر
سیرت حلبیہ	ابن برہان الدین	طبقات ابن سعد	ابن سعد
فقہ السیرۃ	محمد الغزالی	مراصد الاطلاع	عبد المومن بن عبدالحق
حیاتِ محمدؐ	محمد حسین ہیکل	ایام العرب فی الاسلام	ابوالفضل ابراہیم علی محمد البجاوی
سمط النجوم العوالی	عبدالمالک بن حسین العصامی		
البدایۃ والنہایۃ	اسماعیل بن کثیر	الروض الانف	السہیلی
الکامل فی التاریخ	محمد بن الاثیر	نہایۃ الارب فی معرفۃ انساب العرب	القلقشندی

غزوۂ اُحد

علامہ محمود احمد باشمیل



نفیس اکیڈمی
اردو بازار، کراچی